يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ
مفتاح کنوز اسرار ربانی فتوح لامع النور فیوض معانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ رموز و دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ
الموسوم بہ
تفسیر مواهب الرحمن
المشتهر بہ
جامع البیان
مصنفہ
جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین قامع مکائد المعاندین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ
مولانا مولوی سید امیر علی صاحب
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن وخوبی چھپی

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلاقیمت مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تیسرے صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب اردو و فارسی و عربی متفرقہ فنون کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدیں۔
کاغذ حنائی ۔مع۔ر
کاغذ سفید گندہ ۔شے۔
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔ ۔۲ر
تفسیر سورۂ یوسف۔ چہار مصرعہ از مولوی اشرف علی۔ ۔۵ر
پنجسورہ مترجم۔ با ترجمہ اُردو۔ ۔۲ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول یہی تفسیر خوشخط بلا جلد ۔للعہ مجلد ۔للعہ
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف۔ ۔عار

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب تھی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط۔ روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر دیبا تھا جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام تر کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا اور بہت عمدہ چھپا۔ بلا جلد للعہ مجلد عسہ
الفوز الکبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعہ کبیر۔ ۔۴ر

احادیث اُردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدیں ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں ۔للعہ
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ ۔عار
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولادری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں۔ جلد اوّل زیر طبع۔

ایضاً۔ جلد دوم حسب مراتب بالا سے

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات ہیں۔ عہ بلا و صفحات زیر طبع

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف۔ ۔للعہ
سنن ابی داؤد۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلدیں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع
دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماے حسنیٰ معروف۔ ۔۸ر
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل۔ ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحییٰ۔ ۔۵ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمہ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں عہ
راہ نجات ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ۔۱ر
مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری۔ ۔۵ر

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

ہرگز نہ پہونچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالے اسکا دانا ہی

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ - ای ثواب وہو الجنۃ - تم نیکوکاری کو ہرگز نہ پاؤگے ف یعنی نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤگے وہ ثواب جنت ہی حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یہانتک کہ جن چیزون کو تم چاہتے ہو ان مین سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالی کی محبت غالب ہو اور نفس جن چیزون کی محبت رکھتا ہی تم ان چیزون سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کرو تب نیکی پاؤ یعنی جو ابرار کا مرتبہ ہی وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہی اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہی اور تنالوا - از نیل ہی بمعنی پالینا جیسے نیل مراد یعنی حاصل ہونا اور بولتے ہین - نالنی منہ معروف مجھے اسکی طرف سے بھلائی پہونچی اور یہ تول الجواد سے نہین جسکے معنی تناول کے ہین پھر بر بمعنی کار خیر و عمل صالح ہی اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے اور بعض مترجم کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہی وہ خوب ہی یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچوگے مگر اسطرح کہ محبوب چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہی اسیواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و عطا و مجاہد و سدی سے تفسیر جنت مروی ہوئی ہی اور بعض نے کہا کہ بر - ای تقوی اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل مین بر کہتے ہین فعل خیر مین توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہی کہ آدمی اخلاق شرعی سے آراستہ ہو علم و حلم و عدل و حیا و کرم و سخا و شجاعت وغیرہ خوبیون سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و بخل و تنگدلی و نامردی و خداے تعالی پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہونا وغیرہ بدخصلتون سے اللہ تعالی نے اسکو نجات دی ہو جب ایسا خوش خلق ہوتا ہی تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہی اسی سے حدیث نواس ابن سمعان مین ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے بر کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ حسن الخلق بر ہی فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہین ہی بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہی خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ کے یا نفل ہو اور نفل مین اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہی چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ مین پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہی (الصحیح) پھر یہ صدقہ اس چیز مین سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے مالون مین سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہی یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہین ہی جبکہ نوبت فاقہ کشی کی آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہین بلکہ بشری مراد ہی پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہی بلکہ امر خیر کے واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہی لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہی اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنی مقصود وہ اموال جنسے بمقتضاے بشری تم کو محبت ہی انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہین رکھتا ہی پھر محبوب مال خیرات کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہی اور اللہ تعالے پر بھروسا ہی - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے مین متردد ہوتا ہی - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالی اسکا علیم ہی ف اگر یہ مال قلیل ہو پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ۔ پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالی نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو
تمھارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمیں اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالی دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ فرمایا کہ ان
اللہ یجازیکم بجزاء کریم۔ تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہیں اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا۔ پھر جانو کہ
بیضاوی نے مما تحبون میں کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانون کے معاونت میں لینے سے ہیں پڑتے ہوے
بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالی کی بندگی میں صرف کرے اور دلکو اسکی یاد میں قربان
کرے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالی کے واسطے تعلیم دینے میں اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسمیں داخل ہے اور بخاری مسلم وغیرہ
نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو ابو طلحہ انصاری رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالون
میں سے بیرحا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالی کے واسطے صدقہ ہے میں اللہ تعالی کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہون پس اللہ تعالی
کی توفیق سے آپ جہاں چاہیں خرچ کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند
مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تونے کہا میں نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ میں اسکو تیرے اقربین میں صرف کرون عرض کیا کہ آپ جیسا چاہیں کریں
پس آپ نے ابو طلحہ کے اقارب اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اور ایسی ہی حضرت عمر کا حصہ خیبر سے جو نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح میں اور
جلولا یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالی کے واسطے آزاد کرنا بروایت بزار و عبد بن حمید مذکور ہے اور حضرت عمر نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ
کیا اور یہ تقوی ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری میں ممنوع آیا ہے اگرچہ علما کے نزدیک اسمیں فقط کراہت ہے واللہ اعلم۔ اور
ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب میں تقسیم کرنا اولی ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت
نکلتی ہے اور بعض قراءۃ میں بھی بعض ما تحبون آیا ہے ف عرائس البیان میں اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان
فرمایا کہ قولہ تعالی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ جو لوگ اس صفت کے ہیں کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہیں انکے چار طبقہ ہیں حسب ذیل

طبقۂ اول اهل معاملات۔ اور ان کی دس قسمیں ہیں ایک قسم توبہ کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک
ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگون کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ اللہ ہی اللہ ترک کرتے ہیں قسم دوم تورع کرنے
والے ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہیں دوم سوا سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہیں
سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشون سے خواہ کسی قسم کی ہوں جو نفس سے متعلق ہیں سب سے نفس کو چھوڑاتے ہیں قسم سوم زہد کرنیوالے
ہیں اور ان کا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ میں لاتے ہیں اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہیں
دوم اعمال کو پاک کرتے ہیں سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر جھکائے رکھتے ہیں اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہیں قسم چہارم فقرا ہیں
اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہیں دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہیں کہ تونگری یا اسکی
خواہش پر میل نہ کرے۔ سوم اپنے آپ کو تمام امور میں عفیف رکھتے ہیں کہ انکے حال سے سوائے حق عزوجل کے کوئی واقف نہو قسم پنجم
اس طبقہ سے اعتبار ہیں اور انفاق انکا بھی تین چیزیں ہیں اول مالون کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھیں یا ایذا
دیں یعنی قولہ تعالی ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہیں دوم فقیرون کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہیں سوم
ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں

ہیں - اوّل تو فاقہ کے وقت جزع نہیں کرتے ہیں دوم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہیں سوم راحت پر محنت و بلا کو اختیار کرتے
ہیں یعنی محنت و بلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہیں **قال المترجم** وجہ یہ ہے کہ بلا میں ظاہر ایک بلا ہے اور صدہا الطاف خاص پوشیدہ
ہوتے ہیں پس عام تو اس ایک بلا نظاہر پر صبر نہیں کر سکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کر کے ان الطاف کو پہونچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے
ہیں کیا نہیں دیکھتا کہ حفت الجنۃ بالمکارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہے جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند
کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا - لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہے اسواسطے کہ
اگر خدا نخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہے جیسے عوام کو راہ تجربہ و ترک نہیں سکھلائی جاتی ہے بخوف آنکہ غالبا وہ اس راہ میں
ایمان سے جاتے رہتے ہیں اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قید خانہ
کو اختیار کیا تھا اور یہ اجر ہوا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد دشمن کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور
اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ دنیا و آخرت کے لیے بہتر دعا ہے عافیت
ہے (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا
فرماتا ہے و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت و قوت نہیں سوا اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز
حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہے حدیث میں ہے کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس
تو عافیت مانگ (السنن) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہے و اسأل اللہ تعالیٰ العافیۃ فی الدنیا و الآخرۃ - قسم پنجم شکر کرنیوالے ہیں اور انکا خرچ کرنا
بھی تین چیزیں ہیں اول اپنی زبانوں کی ثنا سے پروردگار سے دیکھ کر شرم کرتے ہیں کہ ہم بھی تعریف کا دم مارتے ہیں حالانکہ نعمتوں کو خوب پہچانتے
ہیں دوم انعام کرنیوالے پاک بے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلوں میں متحیر ہوتے ہیں سوم اپنی روحیں خیرات کرتے ہیں اور کسی عوض
کے خواستگار نہیں ہیں قسم ششم متوکل ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہے اول استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکی بلا نازل ہونے
کے وقت دوم اپنی جان و دل کو اسکی رضامندی چاہنے میں خیرات کرنا - سوم اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر
کو مضبوط رکھتے ہیں کہ کوئی بیجا خطرہ نہیں آنے دیتے ہیں قسم ہفتم انہیں سے راضی لوگ ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہے اول آنکہ اللہ عزوجل جو در حقیقت
قادر مختار ہے اسکے اختیار میں ہو گئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوم جو اسکا ارادہ ہے اسکے مقابلہ میں تخییر کرنا چھوڑا سوم اسرار سے کمتر والوں سے
اپنے اسرار کو چھپاتے ہیں قسم ہشتم انہیں سے صادقین ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اول آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو
خالص و پاک رکھتے ہیں اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہیں سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہیں **طبقۂ ثانیہ**
اہل حالات ان لوگوں کی بھی دس قسمیں ہیں قسم اول انہیں سے اہل مراقبہ کہلاتے ہیں اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزیں ہیں اول دفع خطرات
اور دوم مناجات کو خفیہ ادا کرنا - سوم آنکہ خلوتوں میں حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوم اہل خوف ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں
اول کمتر سونا اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنی کم بات کرنا - اور قسم سوم انہیں سے اہل رجوع ہیں اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اول آنکہ
ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہیں دوم ان دونوں منزلوں سے اوپر چڑھتے ہیں سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے
ہیں قسم چہارم محبین ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں اول آنکہ معرفت کرامات سے انکار کرتے ہیں دوم طاعات کی طرف التفات
نہیں کرتے ہیں سوم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہیں کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہیں قسم پنجم ان میں سے

مشتاق کہلاتے ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں ہیں کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف وجلال کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان میں سے عاشقین ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں ہیں ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہیں دوم حظ محبت چھوڑتے ہیں اور سوم مقام رعایت میں ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہیں۔ اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہیں اور ان کا خروج کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو نفس پر شفقت نہیں کرتے ہیں دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہیں سوم ماسوائے حق عز وجل کے سب چیزوں کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہیں قسم ہشتم انہیں سے مستأنسین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں ہیں کہ ایک تو مخلوق سے منہ موڑتے ہیں دوم دل کو اسطرف لگاتے ہیں جہاں سے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا۔ سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہیں قال المترجم اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ وتکلیف شرعی ساقط نہیں ہوتی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی ساقط نہوئی اور اثر صحیح میں ہے کہ صحابہ رسول صلعم اعمال میں سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوٰۃ وغیرہ لیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ میں سیأت شمار کیا گیا ہے اور یہیں سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق میں آیا کہ اللہ عز وجل نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخشدیا حالانکہ پیمبر بھی اکابر صحابہ وخلفاء راشدین نے انپر حد شرعی جاری فرمائی ہے اور بسند صحیح روایت ہوا ہے اور خود اللہ عز وجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات نیکیاں نابود کردیتی ہیں برائیوں کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے کہ اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہیں سے مطمئن ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو بلا میں تمکن کرنا وقائم رہنا۔ دوم رنج وتکلیف میں صبر کرنا سوم نعمتوں میں شکر کرنا۔ اور دسویں قسم ان میں سے محسنین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو بندگی کی صحت اس صفت کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود میں حاضر ہوتے ہیں دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان وروح کو قربان کرتے ہیں بدون اسکے کہ ثواب جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہیں **طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ** اوران کی بھی دس قسمیں ہیں قسم اول ذاکرین ہیں اور انکا اتفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگوں کے بیچ میں ہوکر غفلت کو دور رکھنا سوم رسوم شخصی سے باہر ہوجانا غفلت سے مراد یہاں غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ستر بار استغفار کرتا ہوں رواہ مسلم قسم دوم انہیں سے متفکرین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو روح کو کھینچنا تاکہ مشاہدۂ غیوب میں پہنچے اور وہاں ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر چمکیں۔ دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت میں جبروت کا مشاہدہ کرے سوم قلب کو بساط قرب سے نزدیک کردینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا وعظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم سوم حکماء ہیں یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مریدین یعنی اپنے شاگردوں کے واسطے جو درگاہ باری تعالیٰ کی مضبوط خواہش رکھتے ہیں کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کیلئے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان میں سے اہل حیا ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو سر باطنی سے مقام قرب سے تمیز کردینا اور دوم مشاہدہ ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کردینا۔ سوم مجاری خطرات سے بار یکیہ ریا کو دور کردینا قسم پنجم انہیں سے اہل تلوین ہیں اور انکا خروج کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ ربوبیت میں عقل سے اپنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس غرض سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام میں قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو۔ سوم روح سے سیر کرنا عالم ملکوت میں تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہوں قسم ششم انہیں سے اہل تمکین ہیں اور اتفاق انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک نگاہ رکھنا جنا رح عبودیت کا استقامت ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم ہمیشہ راسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

لہ یعنی مشاہدہ ذات وصفات حق تعالیٰ [illegible] ١٢

ہیبت میں پس اہل تمکین ہیں اور انکی حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد و بقاء کو اعدام مشاہدہ صرف سلطانِ وحدانیت سے تمیز کرنے
والے ہیں قسم ہفتم انہیں سے اہل حقیقت ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گنہگاروں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی
ایذاء کو برداشت کرلینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحمت ہیں پس مخلوق تو سارف سے
قطع کردیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشف سے ہشیار رہتے پاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے
واسطے رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاویں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہو قسم ہشتم انہیں سے اہل السر ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں
ایک اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عز وجل کی مراد میں جانا اور سوم خلق سے غائب ہوکر اپنے سینوں میں جمال
غیب الغیب کی تلاش کرنا قسم نہم انہیں سے عارفین ہیں اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیاداروں کیلئے چھوڑتے ہیں اور
دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے اوروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے
مولیٰ کے دروازے پہ بیٹھے ہیں اسطرح کہ سوا اسکے سب سے منقطع ہوجاتے ہیں اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے وجود میں ساعی رہتے ہیں
یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہوکر خالق عز وجل ہی کی طرف ہورہے ہیں طبقہ دوم اھل توحید ہیں اور انکی بھی
دس قسمیں ہیں۔ قسم اول انہیں سے اہل القبض ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کرکے اپنے دم گنتے ہیں
دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں قال اللہ عز وجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان ابراہیم
لاواہ حلیم۔ اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا۔ حدیث میں ہے کہ آپ کے سینہ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم
انہیں سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ ایت دوم نفرت از گفتگوے رقیب سوم تقرب از قول
لیسوسے قریب مجیب۔ قسم سوم انہیں سے اہل شکر ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا غیب سوم خوشبو سے
قرب براقبات۔ قسم چہارم انہیں سے اہل صحو ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو تجلی سحر میں ساکن رہنا دوم بشوق لقاء حضرت گریہ وزاری
کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کرکے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ قسم پنجم انہیں سے اہل فنا ہیں اور
ترک انکا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے نفس ظاہری کو پامال بنانا قسم
ششم انہیں سے اہل لقا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو چھپانا اور مکاشفات حاصل کرکے مجاہدات سے خلاصی لے لینا
اور قسم ہفتم انہیں سے اہل انبساط ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت میں آداب لحاظ رکھنا
اور مریدوں کو مقامات کی خبر دیدینا قسم ہشتم انہیں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خرچ کرنا انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا بایں
طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت
رکھتے ہیں۔ قسم نہم انہیں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں عبرات و زلیات و بذل مہجت در ابدیات۔ قسم دہم انہیں سے اہل اتحاد ہیں
اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السیر کرتے ہیں اور تفرید
کے ساتھ بقاء البقاء میں روح کو پرواز دیتے ہیں۔ اسے جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے میں اسطرح ہے جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے
خرچ پر بقدر تفاوت میں بڑی بڑی کرامتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے انہیں سے ایک بہرہ خاص ہے پس توبہ کرنے والوں کا بہرہ ہے کہ ان کو اللہ
تعالےٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان اللہ یحب التوابین۔ اور خرچ والوں کا بہرہ ہے کہ تقویٰ کے ساتھ انکی دعا
[illegible] ۱۲

مستجاب ہوتی ہے۔ اور زاہدوں کا بر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا
میں زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور بر الفقراء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے قلوب میں سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور بر الاغنیاء یہ ہے کہ انکو درجۂ کرامات ملتا ہے۔ اور بر الصابرین یہ کہ درجۂ ولایت ملتا ہے اور بر الشاکرین یہ کہ قرب نزدیکی میں زیادتی
ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمکو زیادہ نعمت دونگا۔ اور بر المتوکلین یہ کہ تمام امور
میں اللہ تعالیٰ کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب میں پاتے ہیں۔ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے متوکلوں کو
بر الراضین یہ کہ اللہ عز وجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا میں پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا۔ بر الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت میں انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامت حاصل ہوگی جیسا کہ اللہ عز وجل نے فرمایا۔ لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم۔ یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے۔ یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ انکو اپنے کرم سے انکے نیکی کا بدلا عطا فرماویگا۔ بر المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست وحلاوت ذکر حاصل ہوگی اور بر الخائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت جلال حق تعالیٰ حاصل ہوگی۔ اور بر الراجین یہ ہے کہ صفاء یقین
اور نور بسط وانبساط حاصل ہوگا۔ بر المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ وانوار قربت ومشاہدہ حاصل ہوگا۔ بر المشتاقین یہ کہ تمام معانی میں انکو انس حضرت
حق عز وجل حاصل ہوتا ہے۔ بر العاشقین یہ کہ چشم ارواح میں نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور بر الموقنین مشاہدہ نعمتہائے کریمہ وطمانینت در رسوم
ربوبیت ہے اور بر المستانسین یہ کہ اپنے قلوب میں حسن قدم پاتے ہیں اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہیں۔ بر المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور بعارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ بر المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت میں مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب بیان ان لوگوں کے بر کا تھا جو اہل احوال ہیں۔ اور
بر الذاکرین ایمان میں دیدار ہے۔ بر المتفکرین یہ کہ پردہ آیات میں تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہیں۔ بر الحکماء یہ ہے کہ الہام کی صفت سے
خصائص مطالب سے منفق ہوتا ہے۔ بر اہل الحیاء دیدار ومشاہدہ عظمت وکبریا ہے۔ اور بر اہل تلوین دیدار میں صفات ہے اور بر اہل تمکین یہ کہ
دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے۔ اور بر اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور بر اہل السر یہ ہے کہ مدارج معرفت میں
روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہیں۔ اور بر العارفین یہ کہ تجلی صرف وحدانیت پاتے ہیں۔ یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفوں کا بر ہے اور
اب سوا بیان توحید تو اہل فیض کا بر یہ ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور بر اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہیں۔ بر اہل السکر یہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ میں حق کا ظہور انپر ہوا اور بر اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بنعت حسن وجمال حاصل ہو۔ اور بر اہل فنا
یہ کہ دیدار قدومیت بنعت فردانیت حاصل ہو۔ اور بر اہل البقاء یہ کہ حق عز وجل کے دوام کا دیدار ہوا اور بر اہل الانبساط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھیں۔ اور بر اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات وصفات ہے۔ اور بر اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھکر حیرت میں رہا ویسا ہی سے دیوانہ ہوگئے۔ اور بر اہل الاتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھیں اور تمام مخلوق
انکے واسطے مسخر کی گئی بایں طور کہ قدرت حق عز وجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ جزاء وعوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہیں اور بعض محنت وبلاء دور ہونے کی امید پر خرچ

کرتے ہیں - اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہیں پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہے اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عزوجل تک کہاں پہونچے گا جبکہ تیرا حال یہ ہے کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوئے ہے **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعضے لوگوں کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوتی ہے کہ دنیا کی آبادی سے یک طرف ہو کر کسی پہاڑ یا جنگل میں تنہا بسر کریں حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہیں ہے اور اسیطرف حدیث صحیح میں اشارہ ہے کہ پہاڑ کے کسی شعبہ میں بکریاں لیکر رہے وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگوں کو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ بر اول تو ہدایت ہے بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہے اور معنی آیہ کے یہ ہیں کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو آپمیں سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچو گے درحالیکہ تم اپنے نفس کے حظوظ و خواہشوں میں لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندوں کے مقامات تک نہیں پہونچ سکتا جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت میں سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہے اور **واسطی** نے کہا کہ بر تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزوں کے خرچ ہی کرنے سے ہے مگر بار یعنی خالق بر تک پہونچنا یوں ہی ہے کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے - اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ محبوب چیزوں کو تجھسے دور کرا کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اسی کی طرف ہو اور اسکے سوائے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت عمدہ اشارہ ہے بلکہ ایسا قوی ہے کہ گویا سیاق کلام اسی کے واسطے ہے اور تجھے معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکرؓ نے کہ میں نے اپنے لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہے یعنی کچھ نہیں چھوڑا - حالانکہ کل صدقہ اوروں کے واسطے روا نہیں رکھا گیا ہے پس فعل ابوبکرؓ اقرب بأصل مقصود ہے بلکہ وہی اصل مقصود ہے اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہے بخلاف اور لوگوں کے کہ انمیں مزاحم سخت یا سست درجہ بدرجہ موجود ہے مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیر ذلک فافہم اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بر تو اب جنت ہے اور میرے نزدیک صفت بار ہے پس گویا یوں کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کر دو - **قال المترجم** یعنی دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر میں ہر ایک چیز ہونا منع نہیں ہے لیکن کوئی چیز اس کی محبوب نہ ہوگی اسکے نزدیک لعل کا جانا ہوا اور کنکری کا جانا یکساں ہوگا فافہم اور **جعفر صادقؓ** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جبتک کہ اسوا سے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطا** نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ - اور **شیخ علیؓ** نے کہا کہ جب سب چیزوں سے زیادہ محبوب تیری جان ہے اور **شیخ ابوبکر وراقؒ** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے قربت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے جو میری طرف سے تیر ہے الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیوں پر اپنے ال خرچ کرو اور علی ہذا راہ الٰہی میں جان دو کیونکہ فضل جہاد یہ ہے کہ تو خرچ کو ٹکڑا ٹکڑا کیا گیا اسکے عوض میں اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا کریگا اور یہ انفاق اور تمہارا دکھلانے سنانے کے واسطے ہوگا تو اس میں شرکت ہے کہ اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت ہیں جنمیں ریا کا شرک ہونا ثابت ہے اور **شیخ جنیدؒ** نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پہونچو گے یہانتک کہ اپنی محبوب جانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں قربان کرو

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ
سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر توریت نازل ہو

التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ فَمَنِ افْتَرَىٰ
سے پہلے تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہیں تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال اليهود انك تزعم انك على ملة ابراهيم وكان لاياكل لحوم الابل والبانها یعنی شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمد تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کی ملت پہ ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہیں کھاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیۃ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور بیضاوی وغیرہ اہل درایت وروایت نے ذکر کیا کہ ہر گاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات احلت لهم الآية ۔ اور نیز فرمایا وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر ومن البقر والغنم حرمنا عليهم شحومهما ۔ تا قوله ۔ ذلك جزيناهم ببغيهم الآية ۔ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب ان کے ظلم و بغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ کہتے تھے کیونکہ اللہ تعالے کے حکم میں نسخ نہیں روا ہوتا ہے یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہم السلام سے چلی آتی تھیں یہاں تک کہ ہم پر بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیم پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برات نکالتے اور نسخ نہ ہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالی نے رد فرمایا ۔ كُلُّ الطَّعَامِ ۔ اے مطعوم اور مراد اکل مطعوم ہے یعنے ہر مطعوم کا کھانا ۔ كَانَ حِلًّا ۔ حلالا ۔ حلال تھا ۔ او حل مصدر ہے کہ جس میں مفرد و جمع یکساں اور مذکر و مونث یکساں ہے اور مراد حلال جیسے حرم یعنی حرام ہے الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا ۔ لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ ۔ یعقوب واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنے یعقوب نے عَلٰي نَفْسِهٖ ۔ وهو الابل لما حصل له عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفي لاياكله فحرم عليه اپنی ذات پر ۔ اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو عرق النسا بفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انھوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاونگا پس انپر حرام ہو گیا ۔ مترجم کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالی نے شرعًا حرام نہیں کیا ۔ اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولے سے ٹخنہ تک ہے اور عرق کہنے لگے ہیں پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی پس معنی یہ ہوئے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سواے اونٹ کے جو یعقوب نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کر لیا ۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے سواے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ طعام نہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب وہم ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی میں گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہیں جنکے حرام ہونیکا یہودی دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیم وغیرہ پر حرام تھے ۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوب کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب پر کہاں حرام ہوے تو جواب یہ کہ اولاد یعقوب نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سواے اونٹ کے کہ جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقوله تعالے مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۔ وذلك بعد ابراهيم ولم يكن على عهده حراما كما زعموا ۔ قبل نازل کیے جانے توریت کے ف ۔ اور توریت کا نازل کیا جانا ابراہیم کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یہ طعام

حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا۔ اور قبل نزول التوراۃ کی قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالیٰ نے
اور بہت چیزیں حرام کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انہیں کی کتاب سے حجت دیں تاکہ چپ ہوں پس فرمایا
قُلْ - لہم - فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا - یتبین صدق قولکم - إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - فیہ فبہتوا ولم یاتوا بہا کہدے
ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تاکہ ظاہر ہو تمہارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے میں ف پس مبہوت ہو گئے
اور توریت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس میں بڑی قوی دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ
شرع میں منسوخ ہونا قدیم سے ہے اور اس سے انکار کرنے والا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہے کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہیں کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ پہلا حکم
اللہ تعالیٰ نے اسوقت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اس حکم میں تردد تھا کہ اب بدلا گیا فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ - ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اسکے ف
یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کر لینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد میں نہ تھا - فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
المتجاوزون الحق الی الباطل - تو یہی ظالم لوگ ہیں ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہیں - پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی
کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہو گیا اور کھلی حجت انپر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت
صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ - قُلْ صَدَقَ اللَّهُ - فی ہذا و جمیع ما اخبر بہ - کہدے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے ف یعنی اس بات
میں اور تمام باتوں میں جس سے اپنے بندوں کو آگاہی فرمائی ہے اور اس میں یہود پر تعریض ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا - التی انا علیہا - پس ملت ابراہیمؑ حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جس پر میں قائم ہوں حنیف کے معنی جھکنے والا
ہر دین باطل سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقوں سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا - وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا ف اس میں یہود پر تعریض ہے کہ وہ مشرک ہیں واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں نذر کا واجب
ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین میں دلیل کرنے والے سے
دلیل کرنے کا احسن اسلوب اور حق عز وجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اس میں چند مقامات عظیم الشان اور
باقی رہے - اول آنکہ اس آیہ کریمہ کو ماقبل سے کیا ربط ہے - دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم میں مذمت بھی آئی ہے پھر نبی اللہ یعقوبؑ نے نذر
کی اس میں کیا تحقیق ہے - سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ کتاب موجود ہے بدون تحریف کے - چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا - پنجم ملت
ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہے یہ بات کیونکر ہے پس ان مقامات میں مختصر کلام ضروری ہے اور آئندہ بیان ہے فوائد
ہشیار انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہونگے پس مقام اول کا بیان یہ ہے کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمیں ایک گروہ علماء
یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا بایں عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کرینگے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہے اسمیں یہ بھی
ہے کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر
اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہے اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہے اپنے اوپر حرام کر لونگا اور انکو سب کھانوں میں اونٹ کا
گوشت اور سب پینوں میں اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا - اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمدؒ نے
حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمیں عرق النسا کی بیماری کی تصریح ہے و قد رواہ الحاکم والترمذی و النسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم بنی اسرائیل کے بیٹوں نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہاں سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میں ترک احب الاشیاء مقصود ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزوں سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع میں مشروع ہے قال تعالی واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالی کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہیں باوجودیکہ خود طعام کے محتاج ہیں۔ دھ۔ بنا بر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہے۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاری پر رد گذرا اور جو انہوں نے مسیح علیہ السلام کے حق میں اعتقاد باطل کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق درباب عیسی وانکی والدہ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول تمہارا سر سے پیر تک غلط ہے بلکہ حق عزوجل نے اسکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں پھر اسکو رسول کر کے بنی اسرائیل کیطرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالی نے یہاں سے یہود پر رد شروع فرمایا اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انہوں نے انکار کیا بنا بر شبکہ شرع عیسی سے شرع موسی منسوخ نہیں ہو سکتی ہے وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے خود توریت میں صریح ذکر فرمایا ہے کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالے نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندوں نے اس بارہ میں انکی پیروی کی پھر توریت میں اسکے سوائے اور چیزوں کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیاں و لڑکے ایک دوسرے کے نکاح میں دیدیں پھر اسکے بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع میں آزادہ منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انہوں نے سارہؑ پر ہاجرہ کو رکھا حالانکہ توریت میں ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا روا تھا چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر توریت میں یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت میں منصوص ہے اور یہ بعینہ نسخ ہے پس ایسے ہی حضرت عیسیؑ کے واسطے جو شرع مقرر کی اسمیں بہت سی وہ چیزیں جو یہود پر حرام کر دی تھیں بطور نسخ کے حلال کر دیں پھر یہود کو کیا ہوا کہ انہوں نے عیسیؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہے ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں پس اسیواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر میں کچھ تغیر کرتی ہے مذموم ہے اور یہ شیوہ عوام و جہال ہے نظر بایں معنی حدیث میں منع ہے کیونکہ جاہل سمجھتا ہے کہ میں نے یوں نذر کی تو ایسا ہوا گویا تقدیر بدل گئی پس یہ منع ہے اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق مشروع ہے سو یہ بلکہ اولی ہے اور اسمیں تحقیق لطیف ہے جو عنقریب انشاء اللہ تعالے آویگی۔ مقام سوم توریت کا قابل اعتقاد ہونا اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ توریت وہ کلام الہی جو اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمیں شک نہیں کہ وہ کتاب اللہ تعالی برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہے اور بحث یہاں دوسرے معنی پر ہے یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھ میں موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالی نے موسی پر نازل فرمائی کیونکہ بلا اتفاق الواح زبرجد کا تو پتہ نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسمیں کچھ اختلاف ہے اور علماء نے اسمیں مفرد تصنیفیں کیں لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ وہ ہے جو حافظ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان میں فرمایا کہ علماء نے اس امر میں اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھوں میں ہے بھلا اس میں تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمیں تین قول ہیں ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا تو مبدل ہے حتی کہ بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاویں اور ایک گروہ ائمہ فقہ و حدیث و کلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

مین ہوئی چنانچہ بخاری رح نے اپنی صحیح مین کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتاولونہ علی غیر تاویلہ یعنی یحرفون کبھی یزیلون
ہو ولیکن کسی کو یہ قدرت نہین کہ کتابہاے الٰہی مین سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہی تھی کہ وہ اس کو تاویل حق کے سواے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباس رض سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی رح نے اختیار کیا ہو اور مین نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا مین
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگون نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی تائید نقلین پیش کین اور منجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہو کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب مین جہان بھر مین پھیل گئے کہ اسکے نسخون کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو پس یہ ممتنع ہو کہ
تمام ان نسخون والے تبدیل و تغییر پر متفق ہوجاوین کہ یہ سب نسخے متغیر ہوجاوین اور روے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نرہے جو سلے
وہ تغییر ہی ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین مفسر کہتا
(یعنی عادت کی راہ سے محال ہو ۱۲)
ہو کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیون حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن صوریا کے قصہ مین آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علما نے اتفاق کیا ہو کہ انھون نے فریضۂ رجم کو ترک کردیا مگر انسے یہ ممکن نہوا کہ توریت مین سے اسکو تغییر دیوین اسواسطے جب انھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس جب عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہو اور کہا کہ اسمین کچھ خفیف چیز یا ضرور زیادہ ہوئین اور متغیر کی گئین۔ اور
ہمارے شیخ رح نے رسالہ الجواب الصحیح من بدل دین المسیح مین اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطرح ہو کہ جو توریت انکے پاس ہو اسمین ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک اسحٰق یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحٰق ہو حالانکہ یہ زیادتی دروغ ہو باطل ہو
اول یہ کہ ابراہیم کا بکر اور وحید بیٹا بثبوت ملتون کے اتفاق سے اسمٰعیل ہین نہ اسحٰق۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے فرزند اسمٰعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاوین اور خشک میدان مکہ مین بسا دین تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے جسکی باندی ہاجرہ و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنے کا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہو کہ اسکو حکمت مقتضی نہین ہو سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ مین واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ مین قرار دی تاکہ امت والون کو یاد رہو جو ابراہیم علیہ السلام
و اسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور بعد اسحٰق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونون
بشارتین معاً ایک ہی ساتھ دین یعنی تجھے اسحٰق ہوگا اور تیری زندگی مین اسحٰق سے یعقوب ہوگا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحٰق کا حکم ہوگا حالانکہ
مادر و پدر کو اسحٰق کے فرزند کی بشارت دی ہو۔ پنجم آنکہ اللہ عز و جل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا یہی حال اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین پس اللہ عز و جل نے ذبیح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحٰق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہو اور اسحٰق دیگر ہو چنانچہ پارہ ۲۳ مین مفصل آویگا۔ پس اسمٰعیل کو ذبح سے نجات دی اور نیکی سے اسپر
اور بڑھایا کہ اسحٰق کو دیا۔ ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم پس یہ دلیل
ہو کہ یہ فرزند جبھی ملا کہ ابراہیم نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہو اور وہی اسمٰعیل ہین اور رہے اسحٰق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے مین دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسے سن مین
لڑکا نہین پیدا ہوا کرتا ہو اور اسحٰق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہ رض نے تعجب کیا جیسا کہ حق عز و جل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

برکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید - اور نیز فرمایا وامراتہ قائمۃ فضحکت فبشرناہا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب - وجہ ہفتم یہ ہی کہ ابراہیم کبھی اسحق کو
یہان نہین لاتے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہین کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھوڑ کر لیجاوین اور اسکی
دستے کے وہان لیجا کر ذبح کر دین اور اسکی سوتن کے فرزند کو باقی رکھین - وجہ ہشتم یہ کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا و خلت اس امر
مقتضی ہی کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمین غیر کی کچھ بھی گنجایش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اس کو اسمعیل
عطا ہوا پس اس سے شعبہ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبرداری
پر آمادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہی کہ ایسا تو اول ہی فرزند مین ہو گا پس جب اول مین یہ بات حاصل ہو گئی اور
امتحان پورا ہوا تو اخیر مین اسکی حاجت نہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو
لازم آتا کہ اول فرزند کے بارہ مین خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضاے حکمت ہی فافہم - وجہ نہم یہ کہ اسمعیل تو عنفوان
جوانی مین ملے اور اسحق آخر عمر بڑھاپے مین دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہی فلیتامل فیہ - وجہ دہم یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے خود فرمایا ہی کہ مین دو ذبیح کا فرزند ہون یعنی عبداللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر مین مروی ہی دوم آپ کے دادا اسمعیل کا جیسا کہ قرآن
مین قصہ مذکور ہی بالجملہ مقصود یہ ہی کہ یہ لفظ انھون نے توریت مین بڑھا دیا ہی اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ
اسحق کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض مین شدید ارکان بعض مین ولیسا ہی حال انجیل کا ہی چنانچہ حقانی نے تفسیر سورۂ فاتحہ مین کہا کہ انجیل
مین بعض الفاظ مین تحریف و تبدیل اور معانی مین فرق کثیر ہی اسکے نسخے بہت مختلف ہین اور چار نسخے مشہور ہین انتہی ملخصا - مفسر رحم کہتا ہی کہ لا
جمع العلوم وغیرہ سے تحقیق مین قصور ہوا کہ انھون نے اسحق کو ذبیح قرار دیا ہی حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن وحدیث ہی پس
ایسے مقابلہ مین کسی فرد بشر کا قول قبول نہین ہو سکتا ہی اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعویٰ کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہی کہ خلاف نصوص و
سنت نہووے کما لا یخفی علی العارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر - پھر مفسر رحم کہتا ہی کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہی کہ اصل توریت عبرانی
مین تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ مین نقل کرنے اور اسکے ابواب وسورتون کو علحدہ علحدہ لکھنے اور اسمین تحریفات کرنے اور بعض بیانات
تفسیری کر کے جہان جہان مناسب سمجھے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ مین
منصوص ہی اور قولہ تعالیٰ تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہی کہ قراطیس و اجزا مین علحدہ علحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت
سے چھپا ڈالتے تھے - اور مثلا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے متعدد
سیاسے سیاقون کے ساتھ ملاتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ - یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ مین منصوص ہی کہ کلمات کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے
پس جب نسخہاے توریت جو انھون نے بکثرت شائع کر دیے تو آیندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہی اور انکے بنائے ہوے نسخجات
کون ہین اگرچہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین عبداللہ بن سلام وغیرہ علماے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے
انکے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قدیم ایام سے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت شائی تھی اس سے ان کو بھی مجبوری تھی رہا
آج اس زمانہ مین جو ترجمہ توریت وانجیل کے موجود ہین انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمین کسقدر تغیر و تحریف ہی اور سخت عجیب ہی کہ جتنے مرتبہ جتنے
برسون کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمین فقرون و عبارات و الفاظ و معانی و اشارات و فنون متعلقہ معانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہی
جسکا جی چاہے معائنہ کر لے - پھر مفسر رحم کہتا ہی کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت مین فی الجملہ تغیر و تحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین - اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تغیر نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح غلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے اسکو لائے کہ اصل کلام متغیر ہوا اور تاویل و معنی خلاف اصل کے بجائے اصل لکھے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے اسواسطے کہ تیرے لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم میں سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم - مقام چہارم آنکہ اللہ عزوجل نے جدال و مراء سے منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر بر آنکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرما کر انکے انکار کے جواب میں اسی قدر فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اس میں لکھا ہے پس اگر معاند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آیندہ کیواسطے عناد ترک کرو اور اسلام لاؤ - پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا - یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکمل کر دیا - وذلک فضل اللہ عزوجل - جاننا چاہیے کہ عرق النسا کی بیماری جسکی نذر میں حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج **قرطبی** نے ثعلبی کی روایت سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی بکری بلند ٹھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر پھونے جاویں اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکی تین قسمیں کیجاویں پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منہ ایسیں سے تین روز پیے - حضرت انس رضؓ نے فرمایا کہ میں نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہو گئے **ف ۲**

عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ - اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اس قسم والوں کو روا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ازراہ مجاہدہ چھوڑ دیں نہ از راہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کریں کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کریں کہ ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیاء علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ انہیں انکی پیروی کریں - اور نیز اسمیں یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دیں کیونکہ اسمیں بھی ایک عقل کی خبطگی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں الٹا کام کرتا ہے لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہو کہ گوشت کو حرام سمجھے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب میں سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہو گا اور یہ وجہ پسندیدگی کی جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے - پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگانی کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازیں آپ کو کوئی چیز مضر نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگوں کا نہیں ہے پس وہی ہے جسنے ایسی سنتوں کے ادا کرنے میں سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی اس طرح مخالفت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کسی

جاندار کو ذبح کرکے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن مین ہے بدن کو امور شرعی وعبادت مین صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤن مین ہے لیکن ان جاندار چیزون کے گوشت مین زیادہ ظاہر ہا ہے کیونکہ اناج وغیرہ مین وہ جان نہین سمجھتا ہے
لیکن تقویت گوشت کی غذا مین زائد ہے جیسا کہ طبیبون نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت مغتذی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہین پس کمتر ایسا ہوتا ہے کہ
اس مواد کو مجاہدہ کے قابو مین لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالی نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہین پس کثرت کے اعتبار سے یہی اصوب
ہے کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ وریاضت مین قوت ہو گوشت مین اسکے برعکس ظاہر ہوا یہ معنی ہین اسکے جو ان
اکابر نے کہا ہے اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہاے متاخرین نے قطعًا اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کردی ہے باوجودیکہ اسکے جواز مین اتفاق ہے فافہم واللہ اعلم - قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالی نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہ بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی تروتازہ
مدت کی چیزین انکے خواہش کی مطلوب ہین سب اسکی محبت کے واسطے ترک کرین - اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ جو لوگ سالوس وناخوش کے طور پر
جھوٹے دعوے کرتے ہین اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت ودنیا خراب کرکے کو اکثر چیزین اپنے اوپر حرام کرتے ہین انکو نہین چاہیے
کہ اللہ تعالی نے جو پاک چیزین حلال کی ہین انکو حرام کرین اور جو خبیث وشرع مین ممنوع چیزین ہین انکو حلال کرین اور ایسے لوگ ہر زمانہ مین
ظاہر ہوے ہین جنکو اباحیہ کہتے ہین اللہ تعالی انکی جڑ بنیاد نابید کردے مترجم کہتا ہے کہ اباحیہ ایک فرقہ ہے گمراہ جو ظاہر مین اسلام کے قائل
ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے کل چیزین بندون کے واسطے مباح کردی ہین اور جنسے منع کیا ہے وہ اس طور پر ممانعت ہے جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہے حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہین کرتا ہے اور یہ فرقہ زیادہ تصوف مین دم مارتا ہے اور انکے خبیث اعتقاد وافعال بعض بزرگون نے
مفصل بیان کیے ہین اللہ تعالی مسلمانون کو انکے شر سے بچاوے - قال تعالی قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق وعشق ومحبت وخلت ومروت وفتوت وسخاوت وشجاعت وحلم وامانت ودیانت وکرامت ومہمان کی بزرگداشت اور بلا پر صبر
کرنا ونعمت مین شکر کرنا اور ماسواے حق عزوجل کو جو چیز ہے سب کو بالکلیہ چھوڑنا - اور درد محبت مین اشک ریزی وآہ وزاری کرنا وصدق
واخلاص وتوحید وتجرید وتفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق بایں طور کہ بشری رسوم مین اچھے اخلاق پر کاربند ہونا اور اچھی
خصلتون سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوے - یہ دیکھو کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہے یعنی آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت وموافقت کا تمام احوال مین حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیمؑ سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیون نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا ہیٹ ہوجائیگا اللہ عزوجل نے فرمایا - ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ - مترجم کہتا ہے کہ خصائل
(آخر پارہ اول مین گذر چکی ۱۲)
حضرت ابراہیمؑ کے متفرق مقامات کلام مجید مین مذکور ہین - قولہ تعالی وما کان من المشرکین - حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ
حق عزوجل کے سواے جبرئیلؑ تک کی طرف التفات ان امور توحید ہی مین نہین کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ مین ڈالنا چاہا اور پہاڑ پر
لیجاکر گوپھن مین بٹھایا اور ملائکہ آسمان وزمین وسیدگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیمؑ پر گذر رہا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ معاملہ
تکیہ کر جب تھے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عزوجل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کردو پس اول جبرئیلؑ نے
آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ مین نمرود مع اسکا تخت لوٹ دون فرمایا کہ اے جبرئیل تمہاری طرف تو مجھکو کوئی حاجت
نہین میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہے جو اسکو منظور ہے وہی میری مراد ہے - اور ابراہیمؑ اپنی دینی توحید مین کسی کی مداہنت نہین کرتے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالی انی بری مما تشرکون - اور فرمایا وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین - اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتوں کے سر توڑ دیے اور خیال تمثال سے پاک کردی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالی نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالے کی محبت میں مالوں اور اولادوں کو قربان کیا اور اللہ تعالی کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے اسی معنے کر اللہ عز وجل نے فرمایا - واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - اور نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شان سے دور کردیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کردیا اور فرمایا - وما کان من المشرکین -

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور راہ جہان کے لوگوں کو اسمیں نشانیاں

بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

ظاہر ہیں کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اس کے اندر آیا اسکو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم - یعنی یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے ظاہر فرمادیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہیں - اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ - متعبدا - لِلنَّاسِ - فی الارض - یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا اور جاے عبادت کیا گیا واسطے لوگوں کے زمین میں - اور جاننا چاہیئے کہ اول اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے سواے سب سے مقدم ہو - اور یہ معنی اولیت تحقیقی کے ہیں اور ہر ایسی چیز کو بھی کہتے ہیں جو ابتدا اگر پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئی ہو یا نہ ہو پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقا ہے اور سراج میں لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا بوقت پیدایش آسمان وزمین کے اللہ تعالے نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدایش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی رح نے علی رض سے اس آیت میں روایت کی کہ حضرت علی رض نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھی ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت میں صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہیں ولیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر رح نے اختیار کیا کہ متعبد کی قید لگادی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم - لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ - وہ بیت جو مکہ میں ہے - البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم ووضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین وفی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ - یعنی بکہ بباء موحدہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسکا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ بک کرتا ہے سرکشوں کی گردنیں یعنی انکو توڑ دیتا ہے - اسکو ملائکہ نے پیدایش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونوں کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے ابوذر رض سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام - میں نے کہا

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصیٰ میں نے کہا کہ دونوں میں کتنا فرق ہے فرمایا کہ چالیس برس پھر میں نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہاں تجکو نماز آملے وہین
پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہے رواہ البخاری ومسلم - اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصیٰ بنا سلیمانؑ ہے اور انمین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہے
تو جواب یہ ہے کہ ملائکہ نے دونوں کو بنایا تھا پھر انکے بنانے میں اتنا فرق مراد ہے بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے
مین بہت فرق ہے فافہم - اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو برروے آب ظاہر ہوا بروقت پیدائش آسمان وزمین کے ایک زبدہ بیضا تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی
گئی آخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب ابن جریر وابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہے واللہ اعلم - پھر کہا کہ بکہ ہم مکہ ہے بتبدیل میم از باء مانند لازم ولازب - وجہ
تسمیہ ایک تو مفسرؒ نے ذکر کی و بعض نے کہا کہ مکہ بمیم بسبب کمی آب کے من قولہم امتک الفصیل ضرع امہ جبکہ کھینچ سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مک
الظالم ای اسکو ہلاک کرتا ہے یا گناہوں کو ہلاک کرتا ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ بکہ بباء موحدہ اسلیے کہ ان اللہ تعالےٰ
بک بہ الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال لا یفعل ذلک ببلد غیرہا وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل
لان الناس یبکا کون فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہے اور بکہ بالباء بیت العتیق سے بطحا تک ہے اور ابراہیم
نخعیؒ سے ہے کہ بکہ بیت ومسجد ہے اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت میں عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت وجو گرد ہے اور اسکے سوا مکہ
ہے اور یہی میمون بن مہران کا قول ہے - وابو مالک وابو صالح وابراہیم نخعی وعطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہے اور ماسوا اسکے مکہ ہے
پھر منجملہ اسمائے مکہ کے بیت عتیق - بیت الحرام - بلد امین - بلد مامون - ام الرحم - ام القری - عرش - قادس وغیرہ مذکور ہیں - مُبٰرَكًا - حالیکہ
یہ اول بیت اس شان سے ہے کہ وہ مبارک ہے ف حال من الذی ای ذا برکۃ - یعنی اسکو نصب بنابر بنکہ الذی سے حال واقع ہے اور معنے
اس کے یہ ہیں کہ برکت والا ہے - ادنیٰ برکت اسکی یہ ہے کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس
ہزار کا جیسے بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہے - اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہے - وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ - لانہ قبلتہم اور
وہ اہل علم کے لیے ہادی ہے ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہے یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اسوجہ سے کہ انکا قبلہ ہے - فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ - منہا
مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ - ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ
منہا تضعیف الحسنات فیہ وان الطیر لا یعلوہ - اسمین نشانیاں کھلی ہوئی ہیں (انمین سے) مقام ابراہیم ہے ف یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ
کھڑے ہوے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونوں قدموں نے اسمین اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے
ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیاں دوچند ہوتی ہیں اور یہ کہ پرندہ اسپر ہوکر نہیں اڑتا ہے اور یہ بدیہی محسوس معجزہ ہے جاننا چاہیے کہ صاحب
کشاف نے بیان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہے اور مقام ابراہیم مفرد ہے اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہے اور مفسرؒ مانند بیضاوی
کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم - یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہو بخوف ہے پھر خاصکر داخلین کے ذکر سے کفار پر حجت
قائم ہے کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہیں ومترجم کہتا ہے کہ امن داخلین بحکم شرعی ہے جیسا کہ آتا ہے پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہے
بلکہ ارجح وہی ہے کہ منہا خبر محذوف ہے اور بیضاوی نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے
پر قادر ہوں اور اسمٰعیل علیہ السلام پتھر وگارا پہونچاتے تھے پس انکے دونوں پاؤں اسمین دھنس گئے اور ٹخنوں تک در آئے ولیکن مترجم کہتا ہے
صحیح مشہور یہ ہے کہ پتھر مین انکے متبرک قدموں کا نشان پڑ گیا جو بجنسہٖ باقی رہا قال ابن کثیر وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا عمر بن الخطابؓ
نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیۂ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پورا ہو لے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیوں کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - اور عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ای منہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہد نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیۃ بینہ ہے پھر مقام ابراہیم اکثروں کے قول پر وہی پتھر
(الحصین میں مقام ابراہیم ومشاعر حج ہیں ۱۲ م)
ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ
کل حج مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفق ہے - پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو یہود ومنکرین وغیرہ پر آیت بینہ وحجت ہے کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیم ع سے اختصاص دینے سو رد کر دیا کہ ابراہیم ع کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم یہیں ہے اور یہیں معنوی آیتیں اہل ایمان کے
واسطے ودیعت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہے کہ پرند اسکے اوپر ہو کر نہیں اڑتا ہے ادھر اودھر کترا جاتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گذرے یہی
حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم میں گھستے ہیں اور شکار سے تعرض نہیں کرتے ہیں اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہے تو عمارہ پیداوار یمن میں ہوتی ہے اور جب ناحیۂ شامی کیطرف ہوتی ہے تو شام
میں پیداوار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور زمانہ میں بندہ خاص جبرئیل ع اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیل ع اور مددگار معمار فرزند جمیل سمعیل ع ہے اور طواف کرنے والے ذریات انبیائے کرام ہیں اور یہ فخر کسی بیت کو نہیں ہے -
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ط - لا یتعرض لہ بقتل او ظلم او غیر ذلک - اور جو اسمیں داخل ہوا امن ہوا یعنی اس سے کچھ تعرض نہ کیا جاویگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا - مفسر رح نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہے یعنی جو شخص اس موضع مبارک میں داخل ہوا
وہ شرعًا مامون ہے اس سے بالکل یہ تعرض نہ کیا جاویگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہے اور اسی سے امام ابو حنیفہ رح وانکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اس وجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسنے کسیکو ناحق مار ڈالا جس سے
قصاص میں اسکا قتل لازم آیا یا اور کسی وجہ سے پھر اسنے حرم میں جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جاویگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جاویگا کہ مجبور ہوکر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جاویگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ اگر میں اس میں بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤں
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جسنے بیت اللہ تعالی کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہے ولیکن اس مجرم کو وہاں چھونا نہ دیا جاویگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ میں پکڑا جاوے اور یہ
معنے حضرت ابن عباس سے بوجوہ ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ ودیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم میں گھس گیا اسپر وہاں حد قائم کیجائیگی - شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قول ابو حنیفہ اختیار کیا ہے کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہیں چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق میں لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہے اور حضرت جابر رض سے مرفوعًا روایت ہے کہ کسی کو حلال
نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم - اور عبد اللہ بن عدی رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ ای مکہ تو اللہ تعالے کی
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہے اور اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا - رواہ الامام احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابو ہریرہ رض سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہیں کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانے پر بھی ہو چنانچہ یحیی بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ کان آمنا ای دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم - اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ میں لشکر خالد بن الولید نے مشرکوں کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبد اللہ بن خطل کے بارہ میں جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا وہیں قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہاں قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عز و جل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہے اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہے وہ غائب کو خبر پہونچا دے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - ویبدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط - طریقا فسرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلۃ رواہ الحاکم وغیرہ - اور اللہ تعالی کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہے جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قرارۃ کوفیہ وبالفتح قرارۃ باقیہ والو بکر ہے شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہے اور اسپر علی کے ساتھ وجوب کے لیے ہے تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہے اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب یعنی فرض ہے جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہے یعنی فرض ہے اور خصوص علماے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح منہاج الوصول بیضاوی رح نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہے پس فرض وہ ہے جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کسی تاویل کی گنجایش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی ثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہے اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہے جو مکلف ہوا اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہے اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہے جسکو استطاعت ہوا اور اس تقریر مین اسکا سبب بیان آتا ہے پس ابوہریرہ رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالی نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑدو یعنے سوال مت کرو کیونکہ تمسے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انھون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجالاؤ جہانتک
تم کو استطاعت ہے اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہے اور جواب مین تصریح ہے کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہے اور جو زیادہ ہے وہ نفل وغیرہ ہے رواہ احمد ایضا وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور یہی حدیث
علی وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہے پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی وابن ابی حاتم وابن مردویہ وحاکم وابن
جریر وعبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعا یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفا روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنی
کلام ہے ولیکن حدیث تحسین ہے اور اسی حدیث کی اتباع پر یہی قول امام ابوحنیفہ وامام شافعی رح کا ہے اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہے جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ایسے حج واجب
ہے اگرچہ زاد وراحلہ نرکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہے پھر لفظ الناس عام ہے خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہے جبکہ استطاعت ہو
سوا ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہے پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سوا باقی سے من استطاع الیہ سبیلا بدل ہے اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انھین دونون باتون مین مقصود نہین اور نہ اسپر مقصور ہے چنانچہ یہ امر بالبداہت ظاہر ہے کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ پیرون چل سکتا ہے اور نہ

سواری پر چل سکتا ہی وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہین کیونکہ اسنے استطاعت نہین پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہان پہونچنے پر قادر ہو
منجملہ استطاعت کے ہی اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ و بھائی وغیرہ
کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہی۔ اسواسطے بیضاوی وغیرہ نے بعض تمام پر تنبیہ اسباب ضروری جو ادائے فعل
کے واسطے چاہیے ہین سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہی لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہی اگر یہ نہو تو
استطاعت تام نہین ہی۔ پھر باقی رہا یہان یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہی یا بتراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال مین ادا کرے یا روا ہی کہ
آخر عمر تک دیر کر سکتا ہی اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ مین مذکور ہی اور تعجیل کو فتوی کہا گیا کیونکہ ابن عباسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کرو
حج ادا کرنے مین یعنی حج فریضہ مین کیونکہ تم مین سے کسیکو نہین معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا ارادہ
کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داؤد اور مترجم کہتا ہی کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہی اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہ تھی
اسکی تاکید کردی کہ معلوم نہین کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہی کہ فرضیت تو بتراخی ہی اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہی و قائل۔ ومن کفر
بالله وبما فرضه من الحج فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ الانس والجن والملائکة وعن عبادتهم۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالی کے ساتھ یا فرضیت حج سے
انکار کیا) تو اللہ تعالی بے پرواہ ہی عالمون سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتون سے) اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر مین ہی
کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہین پس اللہ عز و جل نے انپر حجت قائم کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے مسلمانون پر حج بیت فرض کیا ہی جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہم پر یہ فرض نہین کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عز و جل نے
فرمایا کہ ومن کفر فان الله غنی عن العالمین۔ اور مجاہدؒ سے مانند اسکے مروی ہی اور اسمٰعیلی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نہ کیا تو یکسان
ہی اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ
ان شہرون مین لوگ بھیجون وہ دیکھین کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہی اور اسنے حج نہین کیا پس اسپر جزیہ باندھین وہ ہرگز مسلمان نہین ہین وہ ہرگز
مسلمان نہین ہین۔ بالجملہ اس آیت مین امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق مین وعید شدید ہی جو نظم کلام سے ظاہر ہی اور اسپر تنبیہ کے واسطے طول
کلام کی ضرورت نہین ہی ف۔ قال الشیخ فی العرائس قوله تعالی ان اول بیت وضع للناس۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہی اور کرسی ان لوگون کا قبلہ ہی
جو درگاہ عزت مین اپنی خودی سے بے خبر ہین اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہی جنکو سفرۂ کرام کہتے ہین اور کعبہ معظمہ آدمیون کا قبلہ ہی یہ تمام
خاص کے واسطے بلاتخصیص یہ قبلہ ہی پھر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کر دیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ مین کر دیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ
پاوے۔ یہ کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرکے [illegible] پس
جس نے اپنی توجہ کی حالت مین جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالی کے متوجہ کیا تو حق عز و جل اسکا قبلہ ہوا یا وہ خود تمام
کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عز و جل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک واسطہ ہو گئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال و جمال کا
لباس تھا چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ان خلق الله آدم علی صورته۔ مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث کو ہم نے شرح پارۂ الم مین
بیان کر دیا ہی اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بر وجہ دیگر لیتے ہین چنانچہ شیخ نے یہان اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عز و
جل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسی علیہ السلام کے حق مین کہا کہ والقیت علیک محبة منی۔ اور نیز
جناب باری تعالی کا خاصہ ازلیہ ہی پھر اہل عبودیت مین سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہی جیسے ملائکہ کے درمیان ابلیس نے اعراض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہی کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدۂ خاص مین پہونچکر مرتبۂ تحقیق کو پہونچ جاوے
تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہی چنانچہ فرمایا۔ فاینما تولوا فثم وجه الله۔ کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض
عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شی کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہی کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ
تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہی کہ مشاہدہ حضرت باری تعالی وہی اسکا عین ہو گیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا
اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد برحق ہی اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود
ہوتے ہین فتامل و تفہم۔ پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہی کہ او تعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس
پہنایا اور وہ نور قدرت ہی تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر
کہا ہی کہ۔ طهرا بیتی للطائفین۔ اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہی۔ قوله للذی ببکة۔ اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس
سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہوا اور اسوجہ سے کہ ہر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین باینطور کہ اپنی
جانین پھیر قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم** شیخ ابن کثیرؒ نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہی کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے
کہ الناس یتباکون فیہا ای یزدحمون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہی ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے
واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہی۔ قوله مبارکا و هدی للعالمین۔ یعنی پاک مقدس اس بات
سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ حسن آیات کبری سواے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو
بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب و برکات سے دیا ہی کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے
سوختہ فواد کا نکلنا ہو جاتا ہی اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہی اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہی اور ہادی یعنی
ہادی ہی باینطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کر دیتا ہی اور نیز مریدون یعنی خالص ارادہ سے طلب کرنے والون
کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہی اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہی جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک
راہ دکھلاتا ہی۔ اور جو لوگ منقطع ہو گئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہی اور محسنین کو مشاہدۂ رب تبارک و تعالی تک رہنمائی کرتا ہی اور سہلؒ
نے فرمایا کہ حق عزوجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر وارد فرمائی ہی یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہی
اور دوم تکلیف بحقائق ہی پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سواے غیر سے
ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف اسسے ترقی کر جاوے باینطور کہ اسسے فنا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار
بیت و کعبہ ہی چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس پس جب تک تو اس سے متصل ہی تب تک منفصل ہوگا پھر جب تو اس سے حقیقۃً منفصل ہوا تو اسکے واضع
سے متصل ہوگا پھر تجھکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہوگا **قال المترجم** خانہ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین ایک
سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہی اور دوم مین دو نظرین ایک تعلق اس واسطہ سے جو موجب قربت ہی اور دوم واسطہ محض سفیر کے
طور پر ہوا اور نہ حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہی کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہی
کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قراءۃ کلام مجید ہی کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز
انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہی اور ربط اقبل بالعبد و تصحیح نظم و ترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر و تنقیح کے حاصل

ہونگے اس صورت میں الفاظ و کلام سے تعلق و نظر رفع ہوجائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے واللہ اعلم - قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت
معظمہ عارفوں کا آئینہ ہے اس سے حق عزوجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہے اور حق عزوجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمیں پوشیدہ
کردیا ہے تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہے مطلع ہوا اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰ کی شان یکساں ہے وہاں درخت سے حضرت موسیٰ
کے واسطے تجلی فرمائی اور یہاں بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ
وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہے یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہے تو اس بیت میں ہونے
سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں مخلوق پر قیاس ہے بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ مخلوق ہے وہ ذات پاک کے اسرار کو نہیں
پہونچ سکتا ہے ایسے قیاسات کو وہاں مجال نہیں ہے فافہم - اور حضرت استاد نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات - اس میں آیات ہیں ولیکن یہ آیتیں
ان آنکھوں سے جو سر میں ہیں اور اک نہیں ہوتے ہیں بلکہ قلوب کی آنکھوں سے نظر آتی ہیں قال المترجم یعنی جو آیتیں ظاہر کی آنکھوں سے
ادراک ہیں یہ ادنیٰ ہیں یہ سمجھنا بیجا ہے کہ بس یہی ہیں بلکہ وہاں جو آیات بزرگ ہیں وہ بڑے مرتبہ کی ہیں فافہم - اور محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ قولہ فیہ آیات بینات - یعنی علامات ظاہرہ ہیں جنسے عارفوں کو اپنے معروف کی طرف راہ ملتی ہے قولہ تعالیٰ - مقام ابراہیم - یہ مقام
خانہ کعبہ میں ظاہر ہے اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہے اور وہ چار مقام ہیں رضا و تسلیم و انبساط و یقین - پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ میں ڈالے
گئے - اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے - اور مقام انبساط میں کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - اور یقین اس سے
ظاہر ہے کہ حق عزوجل نے فرمایا - وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین - اور زیارت میں مقام مکاشفہ و
مشاہدہ و خلعت و فتوت ہے پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے آئے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیل کو مقام معرفت و
توحید اور فنا و بقا اور سکر و صحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو میں تمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے
ساتھ تخلق پیدا کرکے بیر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور رہا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم میں پرواز کیا اور اسکا
قلب جلال ابدیت میں گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت و کبریا میں اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع
و فزع بجا لانے میں اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہے حضرت استاد نے فرمایا کہ مقام
ابراہیم ظاہر میں وہ ہے جو انکے قدموں کے نیچے رہا اور اشارہ میں وہ ہے جو انکی ہمتوں سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ
وہ اثر خلیل ہے اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حفظ عظیم ہوتا ہے اور شیخ شبلی نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہے پس جسنے اسمیں مقام ابراہیم خلیل کو
مشاہدہ کیا وہ شریف ہے اور جسنے اسمیں مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہے - اور محمد بن علی الترمذی نے فرمایا کہ مقام ابراہیم یہ ہے کہ خلیل
کی راہ میں اپنا جان و مال و اولاد قربان کر دیا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس و مال و اولاد کے حق میں وہ تجلی ہوئی جو ابراہیم کو ہوئی تھی
اور مسلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی - قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا - جو شخص کہ مقام انابت میں داخل ہوا اسنے نور کفایت کا
دامن پکڑا کہ متواتر مصیبتوں سے بچ رہا - اور جو شخص مقام زہد میں داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت میں ہوگیا - اور جو مقام
توکل میں آیا تو کمائیوں کی تنگ و تاریکیوں سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا میں گھسا اسنے فنا سے نجات پائی - اور جسنے صفا کا مزہ
چکھا ہے وہی ہے جو مقام وفا میں پہونچا - اور جو شخص مقام استقامت میں آیا تو رنگا رنگ کے خطرات سے چھوٹا - اور جو مقام خلاص میں داخل
ہوا وہ ریا و سمعت کی آفتوں سے امن میں ہوا - اور جو مقام صدق میں آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیل کے مقام تسلیم میں پہونچ

وہ نفس کے جھگڑے وتدبیر وارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عزوجل کے اختیار و اسکی مراد میں خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے
کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہیں سب اسی جہت سے ہوتے ہیں کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہیں ہے تو اس سے بالکل
خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال میں خوف کو کہیں گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہے کہ بیت میں داخل ہونا جبھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہیں سب
مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑ کر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہ ہو وہ اپنے تمام امور میں تقدیر سے معارضہ کرنیوالا ہوگا حالانکہ
بیت میں داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے نہ آنکہ معارضہ ونزاع بشریت پیدا کرے - اور جو شخص مقام مراقبہ میں
داخل ہوا وہ بعد استقامت کے روی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام انس میں گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور قصد رسائی کرنے والی
حرص اسکے پاس سے بھاگ گئی - اور جو شخص مقام خوف میں آیا اللہ تعالی اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہے اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو نور ہیبت سے
توقیر دیتا ہے - اور جو شخص مقام امید میں آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہیں اور وہ دنیا کی حلاوت وتازگی کے فتنہ سے
پاک نکل جاتا ہے اسواسطے کہ جسکے دل میں حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہاں بشریت کے جھگڑے اور ہوس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے
امن ہوجاتا ہے اسواسطے کہ رجا کا نور دریائے انس سے ہے اور انس کا وجود دریائے قدس سے ہے اور قدس اسکی صفات کریمہ میں سے ہے جل
وعلا شانہ - اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ میں پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ میں پہونچ گیا ہے
اور ظاہر ہے کہ جو سلطان جبروت کی پناہ میں ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہاں پہونچ سکتا ہے چنانچہ فرمایا - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
یعنی شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہیں انپر تیرا کوئی دسترس نہیں ہے اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین - یعنی شیطان نے عزت حضرت عزوجل کی قسم کھائی کہ میں ضرور ان سب کو غوا کرونگا سوائے تیرے ان بندوں
کے جو ان میں سے مخلص وسچے ہیں - اور جو شخص کہ مقام محبت میں آیا وہ دوری اور مطرود کیے جانے اور غضب میں گرفتار ہونے سے مامون ہوا -
اور جو مقام شوق میں داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے - اور جو شخص مقام عشق میں پہونچا وہ
اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا - اور جو شخص کہ مقام معرفت میں آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچگیا اور جو شخص کہ مقام
یقین میں آیا وہ شک وشبہہ کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردۂ توحید میں داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگے اسواسطے کہ حقیقت
توحید کی یہی ہے کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیساتھ
ہر دم اسکی یاد میں ہو - اور جو شخص مقام ذکر میں آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہے اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسوائے حق کے اسکی یاد سے چھوٹا
اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشوں سے چھوٹا تو صفائے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہے اور جب صفائے عبودیت کو پہونچا تو
صفائے حریت کا مقام ملتا ہے اور جو صفائے حریت کو پہونچا وہ صفائے ذکر کو پہونچا اور جو صفائے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو
مشاہدہ کیا اور عذاب فرقت سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر میں آیا اسکی روح انوار ملکوت میں غوطہ لگاتی ہے اور غیب کی سیروں میں جبروت کے
موتی چنکر غنی ہے پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہے - اور جو مقام حیا میں داخل ہوا اسکے قلب کی زیارتگاہ سے شیاطین کا
نگاہ دور ہوتا ہے اور تفتیش وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہے - اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام میں پہونچا تو وہ حق تعالی کو پاکر سکون میں ہوتا ہے
کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہے اور اللہ تعالی اسکو خلعت اثبات پہناتا ہے اور وہ صفات انسانیت سے امن میں ہوجاتا ہے اور دنیاوی
زندگانی کی تکلیف سے از خود رفتہ ہوتا ہے قال المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہیں جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہیں -

اور جسکے دل مین انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ مین اور اسکی عقل مکاشفہ مین اور اسکا سر باطنی معاینہ مین اور اسکا نفس عبادت مین
آرام پاتا ہے - اور جسکی روح انوار عظمت مین داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت مین حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت مین ساکن ہوتی
اور اسکا سر باطن نور وصل مین اور اسکا نفس لذت طمانیت مین تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے - اور جسکا سر باطن جنت
الانس مین پہونچا تو انوار قدس کے ظہور مین اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور مین اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور مین اسکی عقل آرام ساکن
رہتی ہے اور جسکی عقل نور شواہد مین داخل ہوئی تو بقاے شہود مین اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار مین اسکی روح اور محبت ازلیہ مین
اسکا دل اور رسوم مخاطبت مین اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہے - اور جسکا نفس مراد حق مین داخل ہوا یعنی جو حق عز و جل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ
ہے تو وہ مخلوق کی دربانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص مین اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق مین اسکی روح اور صفاے عبودیت مین اسکی عقل ساکن رہتی ہے اور
نیز جو شخص کہ نور یقین مین آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور نفاذ شہوت
خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہے - اور جسکی عقل مین نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور جبروت
(جمع برہان دلیل روشن)
کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عز و جل سے اسکو خطاب خاص کی آوازین محسوس ہوتی ہین - اور جسکی روح نور توحید مین داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور
توحید سے کشادہ اور سرمہ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس مین اخلاص عبودیت خوب راسخ ہو جاتی ہے اور جو شخص نور خلاص مین داخل ہوا
اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہون اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسون سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے
جھگڑون سے نجات پاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہین اپنے پروردگار تعالی کی بیت مین داخل ہوا وہ دنیا
و آخرت کے عذاب ہجر سے مامون ہوا - شیخ استاذ رح نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہان قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب مین سلطان
حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑون اور نفسانی بدخواہشون سے امن مین ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ ومن دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہے اور جو شخص
اسمین مشاہدہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت مین حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہین ہوسکتا مگر اسی طور پر کہ
تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہو گیا تو تیرا بیت مین داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تو تیرا ایمان درست ہوا
اور شیخ جعفر بن محمد رح نے قولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا مین کہا ہے جسنے اللہ تعالی کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہین رکھا
اور شیخ ابو الحسن النوری رح نے کہا کہ جسکے دل مین سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ اپنے ہواے نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا
اور شیخ ابو بکر واسطی رح نے فرمایا کہ جو شخص بشرائط حقیقۃ اسمین داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور شیخ ابن عطاء
فرمایا کہ جو اسمین داخل ہوا وہ اللہ تعالی کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عز و جل نے دنیا مین بھی ثواب و عذاب کیا ہے پس ثواب تو یہ ہے کہ تجھکو عافیت
دیوے اور عقاب اسکا بلا ہے پس عافیت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور اپنی آفات کی طرف لے لے - اور جعفر رح نے
فرمایا کہ جسکے دل مین ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور واسطی رح نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوارح مین ایمان آیا وہ اپنے نفس کی
رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت مین اس صفت سے داخل ہوا جس صفت سے انبیاء و اولیاء و اصفیاء
داخل ہوے تو وہ بھی عذاب الہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بیخوف ہو گئے ہین - قولہ تعالی ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه
سبيلا حج کو حق عز و جل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمین آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہین - اور نیز حق جو دیتا ہے
بندون پر لازم فرمایا تاکہ ذکر ربوبیت ادا کرین - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات و علامات مین دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصد

کرین - اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تاکہ عوام کے درمیان مین چھپے ہوے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہون **قال المترجم**
یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدۂ خاص حاصل ہو فافہم - اور نیز چاہا کہ اپنے بندون کو اپنی عظمت وکبریائی دکھلاوے کہ وہ اپنے کو دیکھین کہ ذات معبود بیتا
د تواضع وتضرع اپنے گردنون پر رکھے ہین **قال المترجم** یعنی ہیأت وحالت حج کی محض ذلیل عاشق کی سی حالت ہوتی ہے چنانچہ سب ارکان ہیأت حج
کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے اور جو بندے ایسے تندل سے کوشش کرتے ہین اور خوش ہین وہ اللہ تعالی کے نزدیک اسی قدر عزیز وعزت
والے ہین فافہم - اور نیز وجوب قدیم نے بندون پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کرین اسطرح کہ اپنی جان ومال واخراج خرچ وقربان کرین اور وطن
وخواہشین دچاہتی چیزین واولاد وازواج کو ترک کرین اور جہان سے مجرد ہوکر اسکی درگاہ کا قصد کرین پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا
کہ اسکی طرف قصد کرین حالانکہ مشاہدہ مقصود ہے تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسمًا وحکمًا ظاہر مین قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی حلول وتشبیہ سے
پاک منزہ ہے **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہے اور بیت مکرم اسکی ایک رسم وحکم ظاہری ہے یعنی خانہ کعبہ جس پردۂ ظاہری میں ہے یہی زیارتگاہ
مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہے نہ ظاہری در ودیوار اور یہ مطلب نہین ہے کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہے اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہے اور کچھ نہین
ہے کیونکہ یہ خلاف ہے چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کردی ہے کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہے کہ بیان نہین ہوسکتا اور کون اس امر کا قائل ہوسکتا ہے کہ
حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہاے خانۂ بیت سے باصد جوش وشوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ
رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی در ودیوار ہے فلیتامل - بلکہ بات یہ ہے کہ جو شیخ نے کہی کہ اللہ تعالی ہر وہم وگمان
سے پاک وبرتر ہے کہ نہ اس بیت مکرم مین حلول ہے نہ اسکو تشبیہ ہے نہ نزول ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - لیکن حال یہ ہے کہ اس سے انکو ن پر جو
قصد کرکے جاتے ہین پردۂ ملک ولباس آیات مین تجلی فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا - فیہ آیات بینات پس خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت
مکرم معظم مین ہین اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھین آیات مین ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سینا وسیتعلن بساعیر واشرق من
جبال فاران - آیا اللہ تعالی طور سینا سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہین اور مراد بہاڑ
سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہے کیونکہ یہ تنجم ایسے ہین کہ اللہ عز وجل نے انکو ازل ہی مین برگزیدہ فرما کر اپنے بندون کا قبلہ اور خاص بندون
کے لیے آئینۂ کشف قرار دیا ہے **قال المترجم** جاء اللہ من سینا آیا اللہ طور سینا سے اشارہ ہے تجلی موسی علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پہ تجلی
ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہے اور ہم جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہین ہم کو
یہان بھی اس معنی کر کوئی تردد نہین ہے کیونکہ قصہ موسی علیہ السلام مین بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہین اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کی طرح کوئی تاویل باطل
نہین بکتے ہین - سیتعلن بساعیر - اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہے اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہے
اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑ مین سے قرار دیا واللہ اعلم ولیکن واشرق من جبال فاران - اور چمکا فاران کے پہاڑون سے - یہین فاران سے بلاخلاف
مکہ کے پہاڑ مراد ہین اور یہ تصریح ظہور نور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی فرق واہر درمیان نبوت موسی اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہے کہ وہان فقط آیا ہے اور یہان اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہے جس کو چاشت کہتے ہین اور بعضے
جو طلوع کا وقت لیتے ہین یہ وہم وغلط ہے اسیواسطے نماز اشراق بے تحقیقی قول وہی نماز چاشت ہے کما صرح بہ المحققون لیکن یہ باقی رہا کلام اس
بات مین کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہین پس ظاہر کلام شیخ سے وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے لیکن ایسا نہین ہے اور نقاد محدثین نے تصریح
کردی ہے کہ یہ حدیث نہین ہے اور ایسے پر موضوع کا اطلاق کیا ہے لیکن موضوع اس معنے کر ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہین فرمایا اور یہ مطلب نہین ہوتا ہے

که یه قول غلط یا بے معنی ہی پھر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہی جنھون نے استنباط وغیرہ
کے طور پر کہا ہی مگر حق یہہ ہی کہ اہل اسلام مین سے کسی کا کلام نہین بلکہ یہ توریت وانجیل کی عبارات مین سے ہی چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ مین
پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والون نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہی اور بعض نے اسکے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہین اور یہ
بڑی حجت اہل توریت وانجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اور انکار و مکابرہ وہٹ دھرمی کا علاج نہین ایسے شخص کے حق مین
یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اسکا ایمان نہین چاہتا ہی نعوذ باللہ من الضلال - پھر بعض حکیمون نے اسی مضمون پر وقت ظہور ازجبال فاران کا
ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجمون نے اور دیگر تواریخ مین مذکور ہی کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹایا گیا لیکن اب بھی پتا
ملتا ہی اور خود مترجمین یونان ہی ترجمۂ انجیل مین بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوے ہین چنانچہ جو شخص اسکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالی
یہ بات خوب ظاہر ہوگی واللہ الهادی وهو المتفضل ونعوذ باللہ من الضلال - قال الشیخ اور اللہ تعالی کی راہ مین استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہی کہ اسکی
معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات مین اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے مین یقین کامل ہو اور تمام امور مین اسی پر توکل ہو اور
ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت وحفاظت کو پہچانے اور جانے کہ سب بندون کا وہی وکیل ہی اور نفس کی رعونت سے پاک ہو کر اسکی
محبت صافیہ رکھے اور صفاے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسواے سب سے قلب کو پاک طاہر رکھے - پھر انکا توشہ و زاد راہ بھی یہی
کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتون ونشانیون و اسکی عظمت کاملہ ورحمت کاملہ کی فکر کرین اور مانند اسکے دیگر امور ہین جو اسکے خانہ معظم
مکرم کے قصد کرنے والون کے واسطے استطاعت ہین اور جو برخلاف اسکے ہو وہ راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے
مین گر کر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منه - چنانچہ فرمایا قوله ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین - شروع آیت مین تو اللہ تعالی نے حج کو اپنی طرف نسبت
دیکر فرمایا تھا اب یہان آخر مین اپنی پاک ذات کو منزہ کر دیا تاکہ بندگی کرنے والون مین سے جو خبردار لوگ ہین وہ جان لین کہ اسکی شفقت اپنے بندون
پر کیسی ہی کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو تحقیقین بندون کی طرف لوٹ آتا ہی اور او تعالی جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ و پاک برتر ہی پھر جاننا چاہیے
کہ بیت اللہ تعالی کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہین - قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان ومال کے ساتھ ثواب کیواسطے حج کرتے ہین قسم دوم
جو اپنے دلون سے کہ دنیا و مافیہا سے صاف ہین اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے اسکی رضامندی چاہنے کو حج کرتے ہین قسم سوم وہ قصد کرنیوالے ہین
جو رب البیت کے مشاہدہ وتجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت وقربت او صفاء وصلت اور زیادت مشاہدہ تجلی وتدلی کی طلب مین
قصد و حج کرتے ہین - پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہی کہ وہ احرام باندھتے ہین اور جو امور منع ہین انسے باز رہتے ہین اور مناسک حج ادا کرکے اپنے
احرام سے حلال ہو جاتے ہین - اور اہل باطن کا یہ حال ہی کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہین اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہین اور کبھی
حلال نہین ہوتے جب تک دنیا مین ہین یہانتک کہ انکو مشاہدۂ ذات وکشف صفات کا نتیجہ اسوقت عیاناً کھلے کھلے مل جاتا ہی جب مرجاتے ہین
پھر غور کرو کہ دونون مین کتنا بڑا فرق ہی ایک تو وہ ہوے کہ جنھون نے گنتی کی چند معلوم ومعهود چیزون سے چندون کے واسطے احرام باندھا اور
دوسرے وہ ہوے کہ انھون نے سب نفس کی خوشی وتسکین کی چیزون سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہی
اور اس بلا کے بوجھ کو وہی لاوے جو اس طرح کا باربردار ہی - اللہ اللہ وہ لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتین بھی جاتی رہین انکے غروب ہوتے سے
کرامتون کے سورج اور آیتون کے چاند بھی ایسے مغرب مین ڈوبے ہین کہ تا ابد نکلنے کی امید نہین مگر جب کبھی تھوڑا بہت کسی زمانہ مین اللہ تعالی
کو منظور ہو - ہان اب انکی خبرین آفاق مین پھیل رہی ہین اور نشان انکا کہین ڈھونڈے نہین ملتا ہی اللہ تعالی انکی پاک روحون پر رحم فرماوے

وہ عرفات میں پہونچے تو سکر کی زنجیر میں پابستہ رہجاتے ہیں اس سے ہرگز خلاصی نہیں الا یہی کہ پردہ صحو انپر ہوتا ہے پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور
ہیبت و رجا کے درمیان مبہوت ہوتے ہیں انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات مکاشفہ جھنوایا ہے قال المترجم اسی
سے اس مقام کا نام عرفات ہوا یعنی پہچاننے کا مقام فافہم - اور حق عزوجل انکو غیب کی مکنونات اور دلوں کے مضمرات ظاہر فرماتا ہے پھر جب کوچ کرتے
ہوتے ہیں تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہیں اور منقطع کیے جاتے اور مجبور رہتے ہیں خوفناک رہتے ہیں اور مقام حیا میں حاضر اور مقام فنا میں
موجود اور دیدار بقا کے شاہد ہوتے ہیں - پھر جب مشعر الحرام میں پہونچتے ہیں تو اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت کا نہایت شکر ادا کرنے کے ذکر میں سرگرم
ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر انکا اس مقام پر ہوتا ہے کہ زبان گنگ اور [illegible] تجلی اور حضرت حق عزوجل کے سامنے حرف تشویر ہو جاتے ہیں اور تقصیر سے سر
درگریبان آنسوؤں میں ہوتے ہیں اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہتے ہیں - پھر جب مقام منی میں پہونچے تو ظاہر میں جانور قربانی کرتے ہیں مگر تحقیق وہ
اپنے نفسوں کو لذت و شہوات سے ذبح کر ڈالتے ہیں پھر جب کنکریاں مارتے تو اپنے تئیں [illegible] ریاضت و عبادت کو پردہ عدم میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ
مشاہدہ قدم کو پہونچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہیں تو گویا ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں کو منکر کرتے ہیں اور انکے
اسرار میں جا گھر گئے اور جب سر منڈاتے ہیں تو اپنے باطن سے فضول ماسوا [illegible] اور اگر ان کی تعریف کرنے کی پرواہ بھی کیونکہ انکو [illegible] دیتے ہیں اور
جب بازی حرم میں داخل ہوتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ درگاہ حضرت و عزت کے نزدیک پہونچے اس جلال سے نکالے جاتے ہیں اور عظمت الہی کے
مشاہدہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور ماسواے حق عزوجل کے سبب سے احرام باندھتے ہیں اسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہیں پھر انکو حق تعالی سے
کوئی چیز حلال نہیں ہوتی جب تک انکی جنابت [illegible] موت متفرد [illegible] اس دنیا کو چھوڑتے ہیں کیونکہ دونوں عالم مصیبت [illegible] ہیں
ہیں جو انکو حدود و شہوت کی علتوں سے مانع ہوتی ہے اور جب وہ مکہ میں داخل ہوتے تو یقین ہوا کہ وہ حضرت جلال میں ہیں اور اسکے مکہ گہوارہ
جنت کے ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ اسکے پڑوس میں ہونے سے عتاب الہی سے مامون ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے اور جب مسجد میں
داخل ہوتے تو اسکے دیدار عظمت سے جان کی حالت میں داخل ہوتے ہیں اور اسکی ہیبت و جلال کو یاد کرتے ہیں اور جب وہ بیت اللہ کو دیکھتے ہیں
تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہیں اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہو جاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وہ اسکی درگاہ قدیم و مشاہدہ کریم میں
حاضر ہیں اور جب وہ گرد خانہ کعبہ کے طواف کرتے ہیں تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہیں کہ اسکے عرش الہی کے گرد طواف میں لگے ہیں الیقین کہ تحقیق
کہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک بہتر ان ملائکہ کے ہوا اور جب حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ [illegible] اللہ تعالی کے ساتھ بیعت [illegible] کے
ساتھ اس طرح بیعت کی کہ اب [illegible] الفت نہیں کرینگے اور اپنے یا خواہش اور انکی چیزوں کی طرف [illegible] جانا حق
اور انکی نفس الفت کرتے ہیں اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ مقام خلیل قرب [illegible] میں ہیں اور مقام
میں ہیں جہاں اللہ تعالی کے [illegible] پہونچے اور جب وہ [illegible] کعبہ سے [illegible] تو جان لیتے ہیں کہ [illegible] رضا کی [illegible] اور انکی
حقیقی [illegible] سے [illegible] اور [illegible] سوا [illegible]
اور جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوتے [illegible] ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے [illegible] سامنے [illegible] قدیم و بقا میں [illegible]
اور جب وہ صفا و مروہ پر چڑھتے [illegible] نفس سے پاک ہو گئے [illegible] مقام اصطفا و اجتبا میں ہیں - پھر [illegible] معرفت میں [illegible]
ہو [illegible] تحقیق جانتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان مناسک و مشاعر کو جو حج میں [illegible] اپنی درگاہ جلال کی مثال [illegible] کیا ہے پس کعبہ کو تو مثال عرش
کے مقرر کیا ہے اور مسجد حرام کو حظیرہ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو جنت کی مثال اور صفا و مروہ و جبال [illegible] کو حجاب جبروت کی مثال اور کل حرم کو [illegible] سے

جبروت کی مثال اور منی کو مقام امن اور مشعر الحرام کو مقام خوف و تعظیم کی مثال اور عرفہ کو زمین محشر اور محرم مقام قیامت اور بادیہ کو دنیا اور وطن سے نکلنا موت اور زیارت
خانہ کو ملاقات پروردگار تبارک و تعالی کی مثال کہا ہے پس جب اُسنے ان مثالون کے حقائق کی نظر سے حج کیا تو اسکا حج البتہ قربت و مشاہدہ مبرور اور عمل مشکور ہوا اور
یہی حج عارفون کا ہے جو یقین کامل و مشاہدہ رکھتے ہین - اور نیز یہی مثالین مشاعر باطن کی ہین پس کعبہ تو قلب ہے اور حجر اسود بھید اور بلد مکرم صورت اور صفا
عقل اور مروہ علم اور منی علم اور مشعر الحرام ذکر اور عرفات صفائے عبودیت و معرفت اور محرم مقامات و حالات اور بادیہ نفس و ہوی اور حج کنندہ روح مقدس ہے - اور یہی
اسی ادعا عاشقین یعنی عاشقون کی سر باطنی توجہ ہی حج کرتے ہین یعنی حج مثالی ادا کرتے ہین تو کعبہ انکا ذات قدیم حضرت جل جلالہ ہے اور مناسک اسکے یہ ہین کہ مراتب
صفات مقدسہ مین سیر کرے پھر جب اسرار مذکورہ میدان ازل مین مکان و زمان و حدوث سے مجرد ہو گئے تو بقا و سرمدیت کیطرف متوجہ ہوتے ہین انکو تطہیر و قربت ہین فرش حشمت
و انبساط کے گرد طواف حاصل ہوتا ہے پس یہین سے یہ ظاہر ہے کہ جب اسکو دیکھا و مشاہدہ کیا اور مکاشفہ حاصل ہوا تو اسکا حج اس سے آگے کی طرف اور اسی کے اسکے ساتھ اور اسکے ساتھ ہی
جانا اور اسکی طرف سے اسکے واسطے ہو جاتا ہے پس اسکی شان عجیب و غریب ہے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے کسی عبادت مین بندون کو یون خطاب نہین فرمایا کہ للہ
علی الناس یعنی اللہ تعالی کے واسطے بندون پر واجب ہے سوائے حج کے کہ اسمین یون ہی خطاب فرمایا ہے اور اسمین چند فوائد ہین منجملہ اسکے ایک یہ کہ عبادتون مین سے کوئی عبادت
ایسی نہین کہ جسمین مال و نفس دونون کی شرکت ہو سوائے حج کے لہذا اسکو اس وجہ خطاب سے بیان فرمایا ہے - اور بعض نے کہا کہ اسمین چونکہ اشارات قیامت تھے مانند تجرید
و وقوف وغیرہ کے تو للہ علی الناس - کہکر فرمایا تا کہ اسکا باطن قیامت کے موقف اکبر کیواسطے مستعد ہووے جیسا کہ ظاہر اس موقف حج کیواسطے مستعد ہوا ہے اور اسکا
سامان جمع کیا ہے - اور بعض نے حکایت کی کہ ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا ہے انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کہان جاتا ہے اسنے کہا کہ حج کو جاتا ہون فرمایا کہ یہ دونون
ظرف رحمت سے بھر لینا اور لانا کہ حج سے ہمارا حصہ ہو گا جو آویگا ہم اسکے سامنے کرینگے اور جو اسکو دیکھیگا اسکی زندگی کا باعث ہوگا وہ شخص کہتا ہے کہ پھر مین انکے پاس
سے روانہ ہو کر پہونچا اور مین حج کرکے واپس ہو کر پھر جب انکے پاس گذرا ہوا تو مجھسے فرمایا کہ تونے حج کر لیا مین نے کہا کہ ہان - فرمایا کہ کیا کام کیا مین نے کہا نہایا دھویا
احرام باندھا دو رکعتین پڑھین تلبیہ کہا فرمایا تونے اس سے پہلے حج کا انعقاد کیا مین نے کہا کہ ہان - تو فرمایا کہ بھلا تونے اپنے اس عقد حج سے پہلے تمام عقد جو تونے پہلے
باندھے تھے ان عقدون مین سے جو اس عقد سے کسیوجہ سے مخالفت رکھتے تھے فسخ کر ڈالے مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ تونے حج کا انعقاد ہی نہین کیا پھر فرمایا کہ پھر
تونے اپنے کپڑے اتارے - مین نے کہا ہان فرمایا ہر فعل سے جو تونے کیا تھا مجرد ہو گیا مین نے کہا نہین - فرمایا کہ تونے یہ کپڑے نہین اتارے فرمایا پھر تونے غسل کیا مین نے کہا ہان
فرمایا تونے اپنے سے ہر علت دور کر دی مین نے کہا نہین - فرمایا پھر تونے طہارت نہین کی - فرمایا پھر تونے تلبیہ کہا مین نے کہا ہان فرمایا تونے اپنی تلبیہ کا جواب پایا تھا
مین نے کہا نہین - فرمایا کہ پھر تونے لبیک بھی نہین کہا فرمایا پھر تو حرم مین گیا مین نے کہا ہان - فرمایا تونے اپنے داخل ہونے سے ہر حرام کی ہوئی چیز کا ترک کرنا اعتقاد
کیا تھا مین نے کہا نہین - فرمایا کہ تو حرم مین داخل نہین ہوا فرمایا پھر تو مکہ پر ظاہر ہوا مین نے کہا ہان فرمایا تیرے مکہ مین ظاہر ہونیکے ساتھ تجلی جناب عزت تجھپر اسطرح ظاہر ہوئی
مین نے کہا کہ نہین - فرمایا کہ تو مکہ سے بھی مشرف نہوا - فرمایا کہ تو مسجد حرام مین گیا تھا مین نے کہا ہان - فرمایا کہ داخل ہونے پر تجھے یقین مین اسکی قربت معلوم ہوئی مین نے کہا
کہ نہین - فرمایا تو مسجد مین نہین داخل ہوا - فرمایا تونے کعبہ دیکھا مین نے کہا ہان - فرمایا جو تیرا مقصود تھا وہ دیکھ لیا مین نے کہا نہین - فرمایا تونے کعبہ نہین دیکھا - فرمایا طواف مین
تین پھیرے دوڑا اور چار پھیرے چلا مین نے کہا ہان - فرمایا تو دنیا سے بھاگا تو نے اس سے جانا کہ دنیا سے الگ ہو گیا اور اس سے جدائی کر لی اور تیرے چار پھیرے سے جان لیا کہ تجھے
بھاگنے سے امن ہو گئی پس تونے اللہ تعالی کا مزید تشکر کیا مین نے کہا نہین - فرمایا کہ پھر تونے طواف نہین کیا - فرمایا کہ تونے حجر اسود کا بوسہ دیا مین نے کہا ہان - فرمایا یہ
خبر مین بیان کیا گیا ہے کہ جسنے حجر اسود سے مصافحہ کیا اسنے حق عز و جل سے مصافحہ کیا اور جسنے حقتعالی سے مصافحہ کیا وہ محل امن مین آگیا بھلا تیرے قلب پر امن کا اثر ظاہر ہوا مین نے
کہا نہین فرمایا تونے مصافحہ نہین کیا - فرمایا دو رکعتین پڑھین مین نے کہا ہان - فرمایا تو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہوا اور مقصود نظر آیا مین نے کہا نہین - فرمایا تونے خلیفہ مقام
نماز نہین پڑھی فرمایا تو صفا کو گیا مین نے کہا ہان - فرمایا کیا کام کیا مین نے کہا تکبیر کہی - فرمایا صفا پر چڑھنے سے وہ رب عز و جل کی تکبیر کرینسے تمام جہان و مخلوق تیری چشم بصیرت مین

ہیچ ہوئی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا - فرمایا تو نے درمیان صفا و مروہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا تو نہیں دوڑا - فرمایا کہ مروہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھپر سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا - فرمایا تو منی کیطرف نکلا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری تمنا تجکو ملی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو منی کو نہیں نکلا - فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھمیں خوف جدید داخل ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں داخل ہوا - فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالی کا ایسا ذکر کیا کہ ماسوائے اسکے سب تجھے فراموش ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں گیا - فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا - فرمایا تو نے قربانی کی - کہا ہاں - فرمایا اپنی خواہشوں و ارادوں کو رضائے حق میں ذبح کر ڈالا - کہا نہیں - فرمایا تو نے قربانی نہیں کی - فرمایا تو نے کنکریں ماریں - کہا ہاں فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں - فرمایا تو نے نہیں کنکریاں پھینکیں فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا - کہا ہاں - فرمایا تجھے حقائق کا کچھ انکشاف ہوا اپنے اوپر زیارت کرامات و کچھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی اور عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالی کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہیں - اور جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے - میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تو نے زیارت نہیں کی فرمایا تو نے حلال کیا - کہا ہاں - فرمایا حلال کھانے پر مصمم عہد کر لیا کہا نہیں - فرمایا تو نے حلال نہیں کیا - فرمایا تو نے وداع کیا - کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس و روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے وداع نہیں کیا تو نے کچھ حج نہیں کیا تجھپر واجب ہے کہ دوبارہ حج کر جسوقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو اسمیں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھسے وصف کیا ہے - شیخ عبد الرحمن السلمی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں شیخ حصری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے میں نے کہا کہ میں تو ہم کیساتھ ہوں - فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں یقین ہیں ایک احرام دوم دخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا جاوے تو جی ہاں حاضر ہوں کہکر جواب دے میں نے کہا درست ہے - فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے - فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا تحقیق ہو گیا کہ تو نے جواب دیا - پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفریق کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب باری سے قربت کا مقام ہے پس تو درگاہ کبریائی میں حسن ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کے اور وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں اس سے اسکی طرف بھاگنا ہوتا ہے [illegible] کہ ماسوائے حق کے سب سے بیزار ہو پس خبردار رہ کہ بعد اس سعی کے تجکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہووے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن الحسن البغدادی سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن احمد بن سہل رح سے سنا انھوں نے سعد بن عثمان رح سے انھوں نے عبد الباری سے سنا کہ حضرت ذو النون مصری رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذو النون رح نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالی کا ہے اور حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونیوالوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تضرع و الحاح کرتے رہیں یہانتک کہ آگے آنے کی اجازت مانگی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جب باقی کی اور گذارے ہوئے کیے اور ان گناہوں سے پاک ہوے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہوکر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے رو برو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو

عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ اہل کتاب کیون آیات الٰہی سے انکار کرتے ہوئے یعنے قرآن سے اور یہ ظاہر ہی اور اشارہ اس مین حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہی کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض ہونے کا کفر ہی اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہین اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین - اور یہ خطاب یہود و نصاری کو ہی اور بعض نے کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس مین دلیل ہی کہ انکا کفر واضح تر ہی اگرچہ وہ اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ تعالے تمہارے اعمال پر شاہد ہی ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہی کہ تمکو اسکی سزا دیگا -

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون پھیرتے ہو ف پہلی آیۃ مین تو خود انکے اپنی ذات سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور اس مین انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیون روکتے ہو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنی دین قیم اسلام سے - مَنْ اٰمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہو اور آپکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود بسبب حسد سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہین مذکور ہی اور آپکی صفت و نعت جو توریت و انجیل مین مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ لاتے ہین اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ویسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف مین تحریف کر گئے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہین یہود اپنے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل مین شبہہ ڈالین یا من اراد الایمان مراد ہین تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر روکتے اور ظاہر یہ ہی کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہین - تَبْغُوْنَهَا - تطلبون السبیل عِوَجًا مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجا ف یہ لفظ مصدر ہی اور معنی اسم مفعول کے ہین اے معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر ہونے کی وجہ سے تا تانیث نہین آئی - اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عِوج بالکسر تو دین و قول عمل مین مستعمل ہی اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ مستعمل ہی الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَاَنْتُمْ شُهَدَآءُ - علما بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہی جیسا کہ انکی کتاب مین مذکور ہی اور حاصل یہ ہی کہ تم کیونکر کجی طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق مین حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہی یعنی آنکہ اللہ تعالی اسکے سواے کوئی دین قبول نفرماویگا - اور بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی چاہتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی - وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ - من الکفر والتکذیب وانما یوخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالی خوب جانتا ہی جو تم کرتے ہو ف یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سواے اسکے نہین کہ تمکو تمھاری موت تک تاخیر دیتا ہی پھر تمکو تمہارے کام کا بدلہ دیگا - اور اولی یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی جانتا ہی جو تم مومنون مین یا ایمان کا قصد رکھنے والون مین فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام مین اعوجاج طلب کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو واللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہی تو جواب دیا گیا کہ پہلی آیۃ مین تو انکے ذاتی کفر پر انکا ہی جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت مین انکا فعل حیلہ و فریب تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہین ظاہر ہونے دیتے کہ یہ کار ہی پس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالی کو سب خبر ہی ذکرہ فی السراج

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

اے ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھیر کر دینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ○ وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ط

منکر اور کیسے تم منکر ہو اور تمپر پڑھی جاتی ہین آیتین اللہ کی اور تم مین اسکا رسول ہے

وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچایا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوس و خزرج کی شان مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود مین سے جسکا نام معالم مین شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانون پر سخت طعن کرنے والا اتفاقاً اوس و خزرج پر گذرا اور اوس و خزرج دو گروہ انصار کے ہین جو زمانہ جاہلیت مین ایک دوسرے کے دشمن اور آپسمین سخت لڑائیاں لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپسمین دوست ہو گئے پس انمین سے کچھ لوگ اپنی مسجد مین بیٹھے آپسمین باتین کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمین جا کر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیاں یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت مین انکے درمیان ہوئی تھین خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہے (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی مین کہے گئے تھے وہ سناوے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمین اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی تذکرہ کرتا رہا یہانتک کہ ان مردون نے باہم فخر کیا اور غضب بھڑکا اور سب جوش مین آ گئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپسمین ہر فریق والے نے اپنون کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ مین وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو ٹھنڈا کرتا اور فرماتے تھے کہ تم یہ جاہلیت کی پکار آپسمین پکارتے ہو اور مین تمھارے سامنے موجود ہون اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور امر جاہلیت تم مین سے دور کیا اور تم مین الفت ڈالدی اور اپنے یہ آیت پڑھی پس سب کے سب سخت نادم ہوئے کہ یہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزعہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیا اور رونے لگے اور آپسمین ایک دوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوئے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ۔ اے ایمان والو اگر تم کتابیون مین سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانوگے تو یہ فرقہ تم کو تمھارے ایمان کے بعد الٹا کافر کریگا ۔ ف پھر اللہ تعالیٰ نے تعجب لایا بقولہ تعالیٰ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ ۔ استفہام تعجب و توبیخ ہے یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہے کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو ۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ ۔ حالانکہ تمھاری شان یہ ہے کہ تمپر آیات الٰہی تلاوت کی جاتی ہین وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ۔ اور تم مین اللہ تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہے پھر بھلا کون صورت ہے کہ کفر پیدا ہو ۔ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا ف پس ان دونون گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہو گیا ۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش مین چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلط اسقدر سخت مضر ہے اور یقین ہو گیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہین دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہین کہ بعد یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہین سوم یہود کے دلمین ملحوظ رہے اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو ۔ چہارم کیونکر اسنے مدت مین یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم مین فرو کر دیا اور سراج مین جابر رضی سے روایت لایا کہ مین نے ایسا کوئی دن نہین دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اسکا ایسا نیک ہو ۔ اور قولہ تعالیٰ وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم آیات اللہ ۔ مین اشارہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہے کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہو جاتے ہین

اسیواسطے تعجب وسرزنش دونون مین کہ یہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہو کہ تمکو تدبر نہین ہوا حتی کہ شیطان نے یہ راہ پائی پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا - قولہ وفیکم رسولہ - وجود باکرت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا - اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ و اہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کیلیے دو چیزون کی وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور زجاج نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار و علامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت و اثر ہی اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی و زہد و حسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر و غرور و ریا و شرک و غیرہ کی احادیث کو ان کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملاکر توفیق دینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انمین یہ روا ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ نوبت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتا ہی وہ بہت ہین اور بڑا باب دین کا انسے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق - اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرما دی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا اور مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ تعالی نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل و کامل ہوگا چاہے اسکی سمجھ و عقل کچھ ہی کیون نہ کہے اس کو روا نہین کہ اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم و شیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین فرمان آلہی ہی ف اشارہ عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ جمیع وجوہ ظاہر و باطن سے اعتصام بحق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی ثناء علیك انت كما اثنيت على نفسك - یعنی آلہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین کچھ تیری ثنا و صفت نہین ادا کر سکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تو نے اپنا وصف فرمایا ہی - (الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال و جمال و کمال و قدم و بقاء و جبروت وکبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عزوجل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا و قدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار و ارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل پاک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسکی طرف پناہ لی اور نیز جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے باریک مکر کی شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل و عقل کے اوصاف اور امور معاملہ و حقیقت حالات و طلب مکاشفات و اطلاع مشاہدات و لذت ملاتکہ و علوم الہام و فراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہون مین سے نہایت استوار ہی متمکن ہوتا ہی - اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب و ارباب سے منقطع ہوا اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ مین اپنے حول و قوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے وہی تقطع ہوئی اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کیا اللہ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام مرادون مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی اور شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑکر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

محتاج ہوا تو اسکے لیے جو کار استہ کشادہ ہوتا ہو اور یہ راستہ اقوم ہو۔ اور **شیخ جعفرؒ** نے فرمایا کہ جسنے اسکو پہچانا وہ اسکے ساتھ تمام مخلوق سے
مستغنی ہوتا ہو۔ اور **واسطیؒ** نے فرمایا کہ قولہ من یعتصم باللہ۔ تو پیشواؤں کے واسطے ہو اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ۔ یہ عوام کے واسطے ہو اور
اعتصام تو یہ ہو کہ تو اپنے نفس کو اسکے سایہ اور گود میں دیکھے اور حسن قیام پر اسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت میں ہو پس سب سے لائق
تو اعتصام ہو اور تصدیق موجب اعتصام ہو اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہو کہ اسکی طرف التجا کر کے اپنے حول و قوت سے خارج ہو اور اسکے حکم
کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالیٰ کی مراد میں ٹھہراؤ ہو **قال المترجم** یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق میں ارادہ
فرمایا ہو اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو۔ **شیخ ابو بکر وراقؒ** نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت
تین چیزیں ہیں ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین
کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا۔ اور **شیخ ابو سعید خرازؒ** نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان
لایا وہ امانت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ ہم سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہو گی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہیں سوا سے
حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزوں سے البتہ نفس کی صلاح ہوتی ہو اور ان سب کی جڑ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ اعتصام ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ
اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپسمیں دشمن پھر الفت دی تمھارے دلوں میں

فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ط كَذَٰلِكَ
اب ہو گئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے پھر تم کو اس سے خلاص کیا۔ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝
کھول بیان کرتا ہو اللہ تمپر نشانیاں اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے حق تقویٰ کرو **ف** حدیث میں ہو کہ یہ ہو کہ یطاع فلا
یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ ومن یقوی علی ہذا فنسخ لقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم یعنی حق تقاۃ یہ ہو کہ اس طور کی اطاعت
کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہو پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم پس تقویٰ کرو اللہ کا جہانتک تم میں استطاعت ہو۔ وَلَا
تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ موحدون۔ اور مرو مت مگر اس حال میں کہ تم توحید کرنے والے ہو **ف** تقاۃ مصدر ہو اور حق تقاتہ
اضافت بموصوف ہو اصل میں تقاتہ الحق تھا ای ایسا تقویٰ کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہو اور **قرطبیؒ** نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اتری
تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کر سکتا ہو پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم پس یہ آیت منسوخ
کردی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی **قال ابن کثیر** یہی قول سعید بن جبیر و ابو العالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہو اور یہی
مفسرؒ نے اختیار کیا ہو اور تقویٰ کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہو اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا
کہ اظہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم ۔ اور مفسرؒ نے جو کہا کہ فقالوا ۔ تقاۃ نواس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت کے اُترنے پر صحابہؓ نے کہا کہ پس تفریع
نزول آیۃ یہ ہے جو اس تفسیر تقویٰ پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد انکا یہ کہنا مروی نہیں ہوا لیکن اسمیں اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقویٰ کی مذکور ہوئی ہے وہ استطاعت
سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ
نہیں ہوئی ولیکن حق تقویٰ یہ ہے کہ جہاد کریں اسکی راہ میں حق جہاد اور انکو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل
پر قائم ہوں اگرچہ اپنی جانوں اور اپنے آبا و اجداد اور اپنے فرزندوں کے حق میں ہو ۔ اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
اسکا مبین ہے اور معنی یہ ہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم ۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ وہاں بضرورت ہے جہاں جمع کرنا ممکن
نہو اور یہاں دونوں آیتوں میں اتفاق ہوگیا جیسا کہ بیان ہوا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ۔ اپنے اطلاق پر
سب وجوہ تقویٰ کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ
اصطلاحی نسخ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ تخصیص بنابر ایک رائے کے ہوسکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا بظاہر صوب یہی ہے جو مفسرؒ نے
اختیار کیا واللہ علم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ تاُمل دلاتی ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی
کہا پس باصل تفسیر انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر میں کہا کہ تقویٰ سے واجب ادا کرے یعنی جو فرض
ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام و ناروا ہے اس سے پورا پرہیز کرے ۔ پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ استثناء مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی
لا تکونوا علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال میں نہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ
آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ اور فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپکے تو اہل دنیا
کی زندگانی بگاڑ دے پس اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہیں سوائے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی
وقال حسن صحیح ۔ اور جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم میں کوئی نہ مرے مگر اس
حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد و مسلم ۔ اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع میں بھی اللہ عزوجل
سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے ۔ وَاعْتَصِمُوا ۔
تمسکوا ۔ اور مضبوط پکڑو بِحَبْلِ اللّٰهِ ۔ ای دینہ ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی دین کو ف ۔ حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن زیدؒ سے
مروی ہے اور حبل دراصل رسی ہے یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرنے میں مجتمع و متفق رہیں یا حبل اللہ
سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ میں قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی و معنی متقارب ہیں پس قولہ جَمِيعًا
کو نصب بنابر حال کے ہے ای مجتمعین اور قولہ ۔ وَلَا تَفَرَّقُوا ۔ بعد الاسلام ۔ اور اسلام کے بعد متفرق نہو ف ۔ ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمسے
تین چیزوں سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعا اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے
رہو اور تم سے تین چیزوں سے سخط فرماتا ہے ایک قیل و قال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال ۔ رواہ مسلم ۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ ۔ انعامہ
عَلَيْكُمْ یا معشر الاوس والخزرج ۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو ف ۔ اے گروہ اوس و خزرج وانعام یہ ہے کہ ۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً
قبل الاسلام ۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اوس و خزرج دونوں سگے

بھائی تھے انکی اولاد مین ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیان رہین یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالی نے اس آگ کو بجھا دیا
اور انہین الفت ڈال دی چنانچہ فرمایا - فَاَلَّفَ - جمع - پھر جمع کر دیا - بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ - بالاسلام - تمھارے دلون مین اسلام کے ساتھ
فَاَصْبَحْتُمْ - پس ہو گئے تم - بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا - پھر تم ہو گئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی ف یعنی دین و مددگاری مین آپسمین ایک دوسرے
کے بھائی ہو گئے - اور بر و تقوی پر ایک دوسرے کے مددگار ہوئے جیسا کہ دوسری آیت مین فرمایا - ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین
قلوبہم الآیہ - کذا ذکرہ ابن کثیر - وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا - طرف - حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ - لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا
کفارا - اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمھارے درمیان اور گڑھے مین گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر
مر جاؤ - فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا - بالایمان - پس اللہ تعالی نے تم کو اس سے نکال لیا بایں طور کہ تم کو ایمان دیدیا - کَذٰلِکَ - کما بین لکم ما ذکر
جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا - اسی طرح - یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ - اللہ تعالے تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے
تاکہ تم ہدایت پاؤ - یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو - ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ
حق تقاتہ - اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ جو عہد ہین انکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالے نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہین انکی
حفاظت کرے اور قضا و قدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ حق عز وجل کے مشاہدہ کیواسطے
حادثات و مخلوقات کو ترک کرے - اور نیز ہر گز بندہ بندون کو اپنی تعریف سے حقیقت عین قدم تک لا کر متنبہ کر دیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کر کے
حق ربوبیت کو پہچانین اور انپر لازم کر دیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہین پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اسی حال سے آؤ
کہ تم مین استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال مین کہ وفات کی جو شرطین ہین وہ تم مین پوری موجود ہون اور یہی معنی ہین قولہ
ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے - اور قاسم رح نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کر دینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور رخصت کی طرف توجہ
چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہین ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے - اور واسطی رح نے فرمایا کہ حق
تقوی یہ ہے کہ جو مواجب عبودیت ہین انمین نفس کو تلف کرنا - اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ حق تقوی یہ ہے کہ سچائی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے بحالت
ہو کہ تیرے دل مین سوائے حق عز وجل کے کچھ نہو - ابن عطا نے فرمایا کہ تقوی کی حقیقت ظاہر مین تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالی نے مقرر فرمائے
انکو نگاہ رکھے اور باطن مین یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ
حق تقوی یہ ہے کہ اللہ تعالے کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت
نہو قال المترجم - یہ الفاظ اس روایت کے ہین جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رض سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابو یزید رح نے فرمایا کہ پورا
تقوی یہ ہے کہ جب کچھ کہے تو اللہ تعالی کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالی کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالی کے واسطے اور
خود اللہ تعالے کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقوی یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح
مین حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا - فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ
قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت و ادب و حشمت اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالے نے جمہور مریدان و خلائق کے ساتھ اعتصام واجب کر دیا تاکہ اسکی
طرف پہونچ جاوین اور اس سے متفرق نہون کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ برباد ہو سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑگیا **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابو یزید** رح نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہوگیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر مائل رہے اور بدون کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے ۔ اور **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ حبل اللہ سر بندہ سے متصل ہی اور حبل اللہ یہی عہد الٰہی اور اس کی کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہوگیا اور **شیخ جنید** رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم** حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین اور ظاہر وباطن اور پوشیدہ وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو ۔ قولہ تعالیٰ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ۔ یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے ۔ قولہ اذ کنتم اعداءً ۔ یعنی بشریت کے گھٹا ٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اور اس وقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرتے تھے اور کفر کی ذلت مین پھنسے ہوے اپنے نفس کی خواہشین چاہتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سبب انمین عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالی نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عز وجل کا اثر دیکھا اور بعض ایسے بعض پر عاشق ہوئین جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم ۔ اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول وتعالی عز وجل کے کہ فرمایا ۔ فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ۔ اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالی نے تمھارے دلون مین الفت ویدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو دی اور اپنی درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا پیالہ پلا اور جمال حبیب سے خوش دل ہوگئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا عشق ایک اور مذہب ایک اور جھنڈا ایک ہوگیا اور اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کردیا تاکہ انکے اخلاق پر جو میل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہوگیا تھا اس سے پاک ہوگئے اور باہمی الفت واخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے ایسی کچھ باتین کین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا مین نے تمکو گمراہ نہین پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو باہم ملادیا الفت سے تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری وجہ سے تونگر کردیا ۔ جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالی واسکے رسول کا بہت بڑا احسان ہی مترجم کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا جانتا ہی کہ کسقدر لیا فلیتنافس فیہ اللہ تعالی نے انکو مخلوقات کے پھنساو سے چھڑا دیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کردیے پس انکو عین الجمع مین ایک کردیا گویا ایک انسان ہین پس انکے جوال نے انکو وفا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہوگئے اور محبت مین مخلص ہوگئے

اور آپس کے ساتھ ہیں انصاف سے رہنے والے ہوگئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی نیز یقین کامل ہوگیا - حاصل کلام یہان یہہ کہ برگزیدہ لوگون کے دلون میں جو الفت ہوتی ہی وہ انکے مقامات وحالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہی اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالی نے ارواح کو پیدا کرکے انکو اپنے مشاہدہ قرب میں جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام انس رو وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب میں اسی انداز پر ہی جس قدر ان کے درجون میں آپسمین نزدیکی ہی مثلاً مقام توحید و معرفت میں قربت ہی بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہی حدیث میں فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہین کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہی - پھر جانو کہ جو شخص شہد ازل میں جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگون میں سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اسنے اصول حقائق توحید کو پالیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کرلیا ہی اور جسنے تمام مقامات کو نہین پایا تو اسکا حال ایسا نہین ہوگا پس باہم الفت ہونا تو اگلون کی صفات سے ہی اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلون کا حال ہی اسواسطے کہ انکی روحین باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی ہین اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ارواح جنود مجندہ ہین پس جنہین باہم تعارف ہوا انہین باہم الفت ہوئی اور جنہین باہم شناسائی نہوئی وہ نہین پھوٹ پڑی **قال المترجم** یہ حدیث صحاح مین ہی - بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہین کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم - یا بین معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کردیے اور اس سے پھر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا - قولہ تعالی وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منہا - یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب مین ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہین کہ حقیقت مین ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضا سے تقدیر ازلی تھی کہ تمھارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی **مترجم** کہتا ہی کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہی - اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال مین رحمت ثابت کی ہی اور شیخ اکبر قدس سرہ مین سے ہین حتی کہ عذاب کفار مین بھی انھون نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہی اور یہ اللہ تعالی جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہی بلکہ منصوص ہی کہ فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ - میری رحمت ہر شی کو وسیع ہی اور شر مین سب شامل ہی ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہین مثلاً جہاد مین قتل کفار انکے حق مین دفع ارتکاب شر و فساد و کفر ہی اور مومنون کے حق مین تو ظاہر علی ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور چاہیے کہ رہین تم مین ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسند بات کو اور منع کرتی ناپسند کو

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور وہی پہونچے مراد کو اور نہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

صاف حکم اور انکو بڑا عذاب جسدن سپید ہونگے بعضے منھ اور سیاہ ہونگے بعضے منھ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

سو وہ لوگ جن کے منھ سیاہ ہوے کیا تم کافر ہوگئے ایمان مین آکر اب چکھو عذاب

بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوئے منہ انکے سو اللہ کی رحمت مین ہین وہ اسی مین

خَالِدُونَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ۝

رہ پڑے یہ حکم ہین اللہ کے ہم سناتے ہین تجکو تحقیق اور نہین چاہتا اللہ ظلم کو جہان والون پر

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

اور اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمان وزمین مین ہی اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہی

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم مین سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیۃ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہی (رواہ ابن مردویہ) وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کامون کو سکھلاوے - وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ - اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع مین بدکام ہی اس سے روکے - وَأُولَٰئِكَ الداعون الآمرون الناهون - هُمُ الْمُفْلِحُونَ - الفائزون ومن للتبعيض لان ما ذكر فرض كفاية لا يلزم كل الامة ولا يليق بكل احد كالجاهل وقيل زائدة اي لتكونوا امة - اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی مفلحون ہین ای فائز بمراد ہین ف او منکم مین من تبعیضیہ ہی کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہی کہ کل امت پر لازم نہین ہی اور ہر فرد کے لائق بھی نہین ہی جیسے جاہل اسکی لیاقت نہین رکھتا مترجم کہتا ہی کہ مفسر کی عبارت مین ظاہر یہ نکلتا ہی کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہین ہی بلکہ بعض پر ہوتا ہی اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہی کہ یہ قول مردود ہی اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہی لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہی چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انمین سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہی یعنی کہ اگر سبھون نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گنہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہی - اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہی اور معنی یہ ہین کہ چاہیے کہ ہوجاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہی کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اسوجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم ولیاقت کے ہو سکتا ہی پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیہ سے یہ ہی کہ اس امت مین سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھالے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہی جیسا کہ صحیح مسلم مین حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم مین سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع مین منکر ہی تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھون بگاڑے اور اگر ایسا نکر سکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نکر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہی اسکے بعد رائی برابر ایمان نہین ہی - اور حذیفہؓ سے مرفوعا روایت ہی کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالی تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی رواہ الترمذی وابن ماجہ - اور آیۃ مین دلیل ہی کہ امر بالمعروف ونہی منکر واجب ہی اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی مین کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہی اور کبھی مستحب ہوتا ہی جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہی اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مستحب ہی اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہی اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہی وہ حرام ہی اور سب

مفسر جلال الدین سیوطی نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہے تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یعنی اے ایمان والو تم کیون کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے ہو تو بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ اسمین اختلاف ہے اور اظہر وارجح یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتین واجب ہین ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتوی ہے - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا عن منہم وَاخْتَلَفُوا فیہ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ - وہم الیہود والنصاری - اور تم لوگ ایسے مت ہو جیسے وہ لوگ جو پھوٹ مین پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آچکی تھین ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور خلاف سے دین مین اختلاف مراد ہے اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاری ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ - ایسے بدکارون پر عذاب عظیم ہے ف اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ بدعتی مراد ہین اور حضرت ابوہریرہ رض سے مرفوعاً روایت ہے کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوے اور نصاری بہتر فرقہ پر متفرق ہوے اور میری امت تہتر فرقون پر متفرق ہوگی اور ایک روایت مین یہ زیادہ ہے کہ سب جہنم مین جاوینگے سوا ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہ ہے اور ابن عمر رض کی روایت حاکم مین مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے صحابہ آج ہین - بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہین جو شرک سے پرہیز کرکے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہین اور سب جماعت ہین تفرقہ روا نہین رکھتے ہین کیونکہ ابوذر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابوداؤد پس اسمین مسلمانون کو سخت تنبیہ ہے کہ آپس مین متفرق ہوں لیکن کبھی تو متفق ہونگے جب تک کہ راہ توحید پر قائم ہون - يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ - ای یوم القیامۃ - یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہے شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ - اہلسنت وجماعت ہین اور تسود وجوہ اہل بدعت ہین یہ ابن عباس رض کا قول ہے اور ظاہر مراد اہل بدعت سے عام ہین خواہ اس امت کے بدعقیدہ لوگ ہون یا کسی اور امت کے ہون - الحاصل جنھون نے صراط مستقیم اور آیات بینات مین اختلاف کیا اور راہ حق مین مومنون کو تکلیف دی تو آخرت مین ان مشرکون کافرون بدعتیون کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ - فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا - أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ - یوم اخذ المیثاق - چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہین جو آگ مین ڈالے جاوینگے و توبیخاً کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوے بعد ایمان لانیکے ف ازل مین عہد توحید لینے کے وقت جو سبھون نے اللہ تعالی پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہے اور درصورتیکہ اہل بدعت مراد ہون تو کوئی تردد نہین کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہے فافہم - اور حسن بصری رح سے روایت ہے کہ وہ منافق ہین اور اسمین بھی تاویل درکار ہے کیونکہ وہ ایمان نہین لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جائیگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے یعنی عہد ازل مین اللہ تعالی پر ایمان لانیکے بعد کافر ہوگئے - فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہے وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سپید ہونگے - (وہ مومنین ہین) - فَفِي

رَحْمَةِ اللّٰهِ - جنتہ - تو وہ اللہ تعالی کی رحمت میں یعنی جنت میں ہیں ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل رحمت ہی اور اسمین تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہین ہی - هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ - یہ نیک بندے جنت مین ہمیشہ رہین گے ف وہان موت نہین ہی - پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب سے روایت کی کہ ابو امامہ رضی نے درج مسجد دمشق پر کچھ سر ٹنگے دیکھے تو ابو امامہ رضی نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جس مومن کو انھون نے قتل کیا ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - آخر تک تو مین نے ابو امامہ رضی سے پوچھا کہ آپ نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کرکے کہا کہ اگر فقط سات ہی بار سنا ہوتا تو مین تم سے اسکو بیان نکرتا - قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضا مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین - الذین اسودت وجوہہم - سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین داخل ہین اور آیۃ کریمہ انپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہو گئے مین کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق کے تھا اور معالم مین محی السنۃ رحمہ اللہ نے موقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس وارد کی اور مین اسکو عرائس البیان مین لاؤنگا انشاء اللہ تعالی - تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ - یہ آیات اللہ تعالی ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ - انکو ہم تجھپر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تو ضرور یونہی ہونے والا ہی - وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ - بان یاخذہم بغیر جرم - اور اللہ تعالی کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف باین طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالی سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی پر کچھ واجب نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علے الاطلاق مالک ہی - حاصل یہ کہ اللہ عز وجل کیطرف سے ظلم تو متصور ہی نہین ہو سکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی - لایسئل عما یفعل وہم یسئلون - اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اسنے اپنے ملک مین تصرف کیا مین ظلم تو ہو نہین سکتا ہی لہذا فرمایا قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ حضرت عیسی ؑ و انکی مان و سب کچھ جو زمین مین ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون مانع ہی - اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی ہو گئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادہ الٰہی ہین اور جواب یہ کہ خلق الٰہی ہی نہ آنکہ مرضی ہی فافہم - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - ملکا وخلقا وعبیدا - اور اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہین - وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ - تصیر - الْاُمُوْرُ - اور بازگشت جمیع امور کی اللہ تعالے ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عز و جل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لایعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہو رہے تھے اور انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور قدم کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے مشرف بجلال رب کریم اور نورانی بنور قرب اور شاد و خرم بدیدار و وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہاتے ہوے اور اپنے پروردگار کیجانب فوت یا کر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ - اور جان رکھو کہ آجکے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ان اولیاء کرام کے چہرون کی ہین کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے
اسواسطے کہ وہ آئینہ حق ہین اللہ تعالی انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہے - قولہ تعالی وتسود وجوہ - یہ ان لوگون کے چہرے ہونگے جو جناب
باریتعالی مین کچھ نہین اور رہبان اپنے آپکو اللہ تعالی کا دوست قرار دیتے ہین جیسے یہود و نصاری و جہلا کا فرو مشرک و باطنیہ فرقہ و غیرہ کے لوگ کہ خلق کے
درمیان تقشف ظاہر کرکے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہین اور صادقین کی وضع مین نکلتے ہین اور خلق سے خواہش رکھتے ہین کہ انکی تعریف کرین اور
اپنے چہرے انہین مخلوق کیطرف لگا کے رہتے ہین اور جو لوگ کہ زمین مین اللہ عز و جل کے امین ہین انسے عداوت رکھتے ہین قال المترجم فرقہ خوارج کا جو
شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے مین انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہین کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس
ہے کہ مالک آسمان و زمین تو مجھکو اہل زمین پر امین کرتا ہے اور تم نہین کرتے ہو اور اسی قصہ مین ذوالخویصرہ اور خارجیون کے بے ایمان ہونے کا حال
فرمایا ہے حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ مین حقیر دیکھوگے مگر باوجود اسکے یہ خارجی لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان
سے تیر نکل جاتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے مکار مدعی لوگون کے چہرے سیاہ ہو جاینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور مین وہ لوگ
دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ - محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید
بن جبیر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے -
اور کلبی رح نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو
وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالی نے فرمایا ہے نولہ ما تولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچین گے تو
حقیقت حال دیکھکر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاری باقی رہینگے
کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا ہمین سے کسیکو نہین پہچانینگے پھر اللہ تعالی انپر آوےگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا مین اسکو سجدہ کرتا تھا
مطیع مومن ہوکر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاری اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے سے قاصر رہجاوینگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور
مسلمانون کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک
ہوجاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارے چہرے سیاہ ہین پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ
تعالی ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھون نے اپنے نفسون پر کیا جھوٹ باندھا ہے قال المترجم یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر اسانید صحیح کے
ساتھ تفسیر قولہ تعالی یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود الآیہ مین انشاء اللہ تعالی اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث مین مذکور ہے
اہل ایمان اکابر علما عارفان پاک ہے صادق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ سے جیسے علما و امت ایمان لائے ہین ایمان لایا اور اسکو
اللہ عز و جل کا فضل جانتا ہے پس عام بھائی مسلمانون کو لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاوین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و
اوہام و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھاوین وما التوفیق الا باللہ تعالی - اور جو آیہ مین مذکور ہے صریح دلالت کرتا ہے قولہ
تعالی للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا و ترہقہم ذلۃ - ولیکن چہرون کی سیاہی وغیرہ
جزاء بدکرداری و نارضامندی باریتعالے ہے اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ الذین احسنوا الحسنی و
زیادۃ - کی تفسیر مین زیادہ دیدار باری تعالی ہے اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہے اور شیخ نے جو آیت ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن
ربہم یومئذ لمحجوبون - اسمین امام مالک رح نے کہا کہ دلیل موجود ہے کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالیٰ دیدار باری تعالیٰ کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علیؒ نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولا سے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون ومنافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی قال المترجم یہ کلام عجیب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسندیدہ بات کا اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ - یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ - **خَيْرَ أُمَّةٍ** - تم (اے امت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم مین) بہتر امت تھے - **أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** - جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا وظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو - **تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ** - تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین مین جاری رہا - پس یہ بدیہی معجزہ ہے و واضح ہو کہ بیان اللہ عزوجل نے اپنا کرم وفضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا - کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوئے پر دلالت کرتا ہے تو بیضاوی نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور ما بعد مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما - اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا سکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے - پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر وموجود لوگونکو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا - اسیواسطے ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین - اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے وارد کی ہے - اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ - تو ہم سب کے سب شامل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے - اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمر رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کردی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف ونہی از منکر وایمان باللہ عزوجل قدر رواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاک سے بھی مانند قول حضرت عمرؓ کے مروی ہے اور معالم مین فرمایا کہ عکرمہ ومقاتل نے کہا کہ مالک بن الضیف ووہب بن یہودا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعودؓ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل وسالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی - پھر بر تقدیر قول عمرؓ کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کہانتک ہے تو عمران بن حصینؓ نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے - عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور ان مین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

والحديث في الصحيح وغيره من السنن - اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بدزبانی مت کرنا میرے صحاب کے حق میں کیونکہ قسم ہے
اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہیں
بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ہے رواہ البغوی وهو في الصحيح - یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہیں اور یہ قول
حضرت ابوہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے قولہ کنتم خير امة اخرجت للناس میں کہا لوگوں کے واسطے تم بہتر ہو
کہ لوگوں کو طوق و زنجیروں میں قید کر کے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام میں آجاتے ہیں - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی ابن عباس و مجاہد و عطیہ عوفی
و عکرمہ و عطاء و ربیع بن انس سے مروی ہے اور معنے یہ ہیں کہ امتوں میں سے بہتر اور لوگوں میں زیادہ نافع ہو لوگوں کے لیے اسیواسطے فرمایا تامرون
بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله - اور امام احمدؒ نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا درحالیکہ آپ
خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو ان میں سے اقرأ ہو اور اللہ تعالی کے واسطے سب سے زیادہ تقوی والا - اور معروف کا حکم
(یعنی قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا ۱۲)
کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو - ورواه النسائي وغيره ايضا - مترجم کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہیں جنسے صریح ثابت ہوتا ہے
کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتوں سے بہتر ہے اور کلام میں للناس صلہ اخرجت کا ہے اور معنی اسکے یہ ہیں ما اخرج الله للناس امة خيرا من امة محمد صلعم
یعنی نہیں نکالا اللہ تعالی نے لوگوں کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے - چنانچہ محی السنة نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی
کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالی کنتم خير امة اخرجت للناس کی تفسیر میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم تتمہ ستر امت کے ہو یعنی اگلی امتوں
کے بعد تم ہوئے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو ان میں سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو - رواہ الترمذی وحسنہ و
ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم - اور نیز ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اسنے تم
نے پورا کیا ستر امتوں کی تعداد کو جنمیں سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہے اللہ عزوجل کے یہاں - اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول بہتر ہے یا آخر - اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ میں پہلے اسمیں داخل ہوں اور سب امتوں پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمیں داخل ہو - قال المترجم
وقد رواه الدارقطني في الافراد وابن عدي والثعلبي والحديث صالح الاسناد وان كان فيه تفرد لبعض الرواة والله اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمیں سے اسی صفیں میری امت ہوگی - مترجم کہتا ہے کہ یہاں اور قوی دلائل بھی موجود ہیں
جنکو بخوف طوالت میں ترک کرتا ہوں - لنظر برین ہمارے مفسر جلالؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عزوجل کے سامنے
موجود و معدوم سب حاضر ہیں کیونکہ اسکے علم میں سب موجود ہیں اسیواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الہی میں سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور
شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتوں سے بہتر ہے ان میں سے
(یعنی قرن ۱۲)
امت محمدی اپنے درمیان ہر ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہے جنمیں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے
بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت میں فرمایا وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء
على الناس الآية - پھر شیخ ابن کثیر نے معاویہ بن حیدة القشیری کی روایت ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاذ بن جبل و ابوسعید خدری
رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے - پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتوں سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ و اکرم الرسل ہیں اور اللہ تعالی نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

رسول کو نہیں عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب وخیر کا نتیجہ دیتا ہے کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہیں دیتا ہے اور امام احمد نے باسنادہ حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ میں رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کر دی گئی اور میری امت خیر الامم کر دی گئی – تفرد به احمد من هذا الوجه وباسناد حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدرداؓ سے روایت کی کہ میں نے ابو القاسم صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل نے فرمایا اے عیسیٰ میں تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہوں کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہیں تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے ہیں تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہے اور نہ علم ہے عیسیٰؑ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ حلم ہے اور نہ علم ہے – فرمایا کہ میں اپنے حلم و علم سے انکو دونگا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں اور احادیث مناسب ہیں پھر حضرت ابو بکر الصدیقؓ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہوں کہ وہ بلا حساب جنت میں داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھویں رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر میں نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عز وجل نے مجھے ہر واحدؓ کیساتھ ستر ہزار دیے – حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس شمار میں شہر والے اور گاؤں والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کناروں کے بھی داخل ہو جاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت میں کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہے اور اسکے ساتھ دولت ہاتھ پھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہے اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہے کہ اسکا شمار نہیں معلوم ہو سکتا

قال المترجم بعید نہیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی زیادتی میں صدیقان امت کی زیادتی ہے اور حضرت عمرؓ کی روایت میں دوسری تفسیر ہے وغیرہ زیادات شہداء و صالحین کے ہے اور روایت طبرانی میں مصرح ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آبا و ابنا و عشیرہ و ازواج کے حق میں قبول فرماویگا اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادتی میں سے کردے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہے چنانچہ ضیاء مقدسی نے فرمایا کہ میں اسکی اسناد میں کوئی علت نہیں جانتا ہوں پھر شیخ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہے اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم میں ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہے اور مسلم کی روایت میں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو رقیہ نہیں کراتے ہیں اور نہ داغ دلاتے اور نہ طیرہ کرتے ہیں اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت میں مذکور ہے – اور صحیحین میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہیں ہو کہ اہل جنت میں سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہیں ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر ہمنے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ اہل جنت میں سے شطر یعنی آدھے تم ہو گے پھر شیخ ابن کثیرؒ نے طبرانی و امام احمد و بخاری وغیرہ کی روایات سے منجملہ ایکسو بیس صف اہل جنت کے اسی صفیں اس امت کی ہونا ذکر کیا مترجم کہتا ہے کہ دونوں روایتوں میں کچھ تعارض نہیں اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہیں فرمائی ہے دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سب پر بولا جاتا ہے اور سوم یہ کہ شاید اتنی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم مترجم کہتا ہے کہ میں نے تفسیر ابن کثیرؒ سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اس میں فوائد تھے ولیکن اسقدر میں بھی کفایت ہے واللہ الموفق – قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہیں بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہے حالانکہ علم الٰہی میں وہ خیر امت قرار پائے ہوئے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہیں چنانچہ حدیث صحیحین میں یہ مضمون مذکور ہے کہ ہم دنیا کی پیدایش میں پچھلے ہیں اور قیامت میں جنت میں داخل ہونے میں اگلے ہیں – قولہ

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہے جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط
مذکورہ پر ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تؤمنون باللہ متضمن ہے ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے
حکم دیا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہے سب پر ایمان لاوے اور اسکو موخر کر دیا
حالانکہ یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف و نہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسکی
تصدیق کی ہے - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہے کہ وہ جو حکم کرتے
ہیں وہ معروف شرعی ہے یا جس سے منع کرتے ہیں وہ منکر شرعی ہے اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر میں استغراق کا ہے پس اگر حاشاہم اللہ تعالیٰ
وے کسی باطل پر اجماع کریں تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب وے کسی امر پر اجماع کریں تو قطعاً وہی حق ہے اور حدیثیں میں انکے
اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہے - وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ف
یعنے اہل کتاب اپنے زعم میں تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ
عنہم ایمان لائے تھے - لَكَانَ - الایمان - خَيْرًا لَّهُمْ - تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق میں بہتر ہوتا ف اس حال سے جسپر آپ
موجود ہیں - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہے اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ
اچھا ہوتا تو جواب یہ ہے کہ یہ طریقہ فہمایش کا ہے کہ وہ اپنے زعم میں اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل میں
معنے تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور کرخی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہوتا بہ نسبت ایمان موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہے اور یہ خیر ہے پس اسم تفضیل
اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہے کہ معنی تفضیلی مراد نہیں جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ - ان میں سے مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کعبد اللہ بن سلام
و اصحابہ - اہل کتاب میں سے بعضے مومن ہیں جیسے عبداللہ بن سلام و انکے ساتھی کہ وے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ
الکافرون - اور انمیں سے بہتیرے فاسق ہیں یعنی کافر ہیں ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہے کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہے سو کافر بھی فاسق
ہے کہ ایمان سے خارج ہے اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہے کہ شرعی احکام بجا لانے میں نافرمان ہے اور یہاں چونکہ ایمان نہ لانے میں انکا حال بیان
کیا تو وہی کافر ہوے اور اسمیں اشارہ ہے کہ انکا کفر اور بد اعتقادی بد اعمالی کیساتھ ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت
للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عز وجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف و نہی منکر بجا لانے
سے اور یہ رتبہ ہے کیونکہ درجات میں سے یہ انتہائی ہے اور وہ محل تائید و تقدیس ہے جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو
لباس عظمت و کبریا کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والوں کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے
بہتر ہونے کی وجہ سے ہے اور اسوجہ سے کہ انھوں نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے
نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہے اور حال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر ہیں پس قوم آپ کی تمام امتوں سے بہتر ہے -
اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور علمائے امت عارفین ربانی انکے قدم پر ہیں فاعلم - پھر امر بالمعروف سے مراد یہ ہے کہ مریدوں
کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کر کے بلاوے اور نہی منکر یہ ہے کہ مریدوں کو انکے نفوس سے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد
کرنے سے منع کرے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندوں کے واسطے مدح ہے اور یہ نہیں ہوگا کہ اللہ عز وجل ایک قوم کی مدح کر کے
پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجا لانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہے کہ قرآن مجید و سنت

نبی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف بمعنی پسندیدہ لینا مجمل ہے مراد یہ ہے کہ جو قرآن وحدیث کے موافق ہے اسپر عمل کرے اور جس سے
قرآن وحدیث میں منع وانکار ہے اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیوں نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہے

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ط وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ
وہ تمھارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی ٹھپادی گئی ہے

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ
ایپر ذلت جہاں دیکھیے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے اور کمالائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
اللہ کا اور ٹھپادی گئی ایپر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝
اور مارڈالتے رہے ہیں نبیوں کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوے اور حد سے بڑھتے ہیں۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ - ای الیہود یا معشر المسلمین بشیء - اِلَّآ اَذًى - باللسان من سب وتہدید یعنی ہرگز نہیں ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو اے گروہ مسلمانوں کے کسی چیز کے ساتھ سواے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی و دہمکی وغیرہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی نے مومنوں کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سواے اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دہمکیاں دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہیں بلکہ اذیت ہے پس یہ استثنا مفرغ ہے۔ اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت میں عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ - منہزمین - اور اگر تمسے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہے اور یہ وعدہ دائمی ہے چنانچہ فرمایا ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ - علیکم بل لکم النصر علیہم - یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمھارے واسطے ایپر فتح ہوگی - یہ آیت معجزہ نبوت ہے آنکھوں سے دیکھ کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند نہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہاں دیکھو یہودی ذلیل ہیں اور مسلمان برابر غالب رہے اور یہود یوں پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہیں اگر کتاب اللہ وسنت رسول پر ثابت قدم ہوں ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا - حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام - یعنی ٹھپا دیدی گئی ایپر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہے جہاں کہیں پائے جاویں پس انکو کوئی عزت نہیں اور نہ اعتصام ہے) اِلَّا - کائنین بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ - المومنین وہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لاعصمۃ لہم غیر ذلک - یعنی الاکا مابعد منصوب المحل بنا برحال ہونے کے ہے اور معنی یہ ہیں کہ انکو کہیں عزت نہیں اور نہ انکے خون کی حفاظت ہے سواے اس حال کے کہ وہ ہوویں ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگوں کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی میں ہے مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہے امان کا اداء جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہیں بچاؤ ہے انکو سواے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہے تو جواب یہ کہ اللہ عز وجل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہے اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہوجاویں تو انسے یہ ذلت زائل ہو۔ وَبَآءُوْ - رجعوا - بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ - رجوع کیا انھوں نے غضب الٰہی کے

ساتھ اور مسکنت ایسی داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہیں ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ ۔ اسی سبب انہم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ ۔ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہے کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہیں مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمیں زیادہ فضیحت ہے ۔ ذٰلِكَ تاکید ۔ بِمَا عَصَوْا ۔ امر واللہ تعالیٰ ۔ وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۔ تجاوزون الحلال الی الحرام ۔ تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ انہوں نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑ کر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے ہی ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذٰلک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذٰلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور بما عصوا کی با سببیہ ہے اور ما مصدریہ یہ اسی بسبب عصیانہم امر اللہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہے اصرار کیوجہ سے موجب کفر ہوئی ۔ وکانوا یعتدون اسی تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اُس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا ۔ مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود میں سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہیں بلکہ بعضے اچھے ہیں قال تعالیٰ

لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ

وہ سب برابر نہیں ۔ اہل کتاب میں ۔ ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر ۔ پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی ۔ راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ

یقین لاتے ہیں اللہ پر ۔ اور پچھلے دن پر ۔ اور حکم کرتے ہیں ۔ پسندیدہ بات کا ۔ اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور دوڑتے ہیں

فِي الْخَيْرَاتِ ۖ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ

نیک کاموں پر ۔ اور وہ لوگ ۔ نیک بختوں میں ہیں ۔ اور جو نیک کام کرینگے ۔ وہ رد نہ ہوگا

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی

لَيْسُوا ۔ اسی اہل الکتاب ۔ سَوَاءً ۔ مستوین نہیں ہیں سب اہل کتاب یکسان ف یعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہے اور سواء مصدر بمعنی مستوی ہے اور چونکہ مصدر ہے لہذا لفظاً میں مفرد اور معنی میں جمع ہے اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سواء کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یوں مذکور ہے کہ نہیں برابر ہیں اہل کتاب اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس قول کی مؤید وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا میں تاخیر کردی پھر مسجد میں نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان ادیان میں سے کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس ساعت میں یاد کرتا ہو سوا ے تمہارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سواء من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبد اللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہیں پس قولہ لیسوا سواء اسی لیسو کلہم علی حد سواء بل منہم المؤمن

ومنهم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہین مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ الایہ - مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ - مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبداللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب مین سے ایک امت قائمہ ہے ای مستقیمۃ ثابتۃ بر حق ہے مانند عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ النفس حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے یَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ - ای فی ساعاتہ - یہ لوگ اوقات شب مین اللہ تعالے کی آیات پڑھا کرتے ہین ف آنا جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد مین مراد ہے یا نماز عشا مین اور مخصوص اسکو ذکر کیا اسلیے کہ اہل کتاب مین یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ آنا کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشا و تہجد وغیرہ اوقات شب مین تلاوت کرتے ہین - وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہین درحالیکہ سجدے کرتے ہین یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہین ف پس یسجدون کی تاویل یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب مین سے ہین جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم مین شامل ہوے تو اس شریعت حقہ کے موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت مین قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع مین بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے اور ارجح تاویل جو اہل معانی مین سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وہم یسجدون کے معنے وہم یصلون ہے یعنی حالت نماز مین تلاوت کرتے ہین یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیون نہین قرار دیا گیا حالیہ کیون قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونیکی صورت مین عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مگر تم کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے و قد حقق الجواز التفتازانی - يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لاتے ہین اللہ تعالی پر اور روز قیامت پر اور نیکیون کا حکم کرتے اور برائیون سے منع کرتے ہین اور بہتریان حاصل کرنے مین جلدی کرتے ہین - وَاُولٰٓئِكَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہین ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہین - قال المفسر ومنہم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے وصف کیے گئے ہین یہ تو صالحین سے ہین اور بعضے ان کتابوالون مین سے ایسے نہین اور نہ وہ صالحین سے ہین - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب کو ذکر کرکے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انکی ذمائم قبیح ہین - وَمَا يَفْعَلُوْا - بالتاء ایہا الامۃ وبالیاء ای الامۃ القائمۃ - یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراۃ سواے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب تمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہوے کہ اے امت محمدی جو کچھ نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یاء کے ساتھ قراۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ - بھلائی مین سے تو ضائع نہونگی ف یکفروہ یا تو بہ این ای تن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ وبالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قراءۃ ہین پس قراءت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ - اور قراءت یاء سے غیبت تو آیت مین مذکور ہے اور معنی یہ ہین کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - ای ہرگز محروم نکیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاوگے (یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی مین ہے کہ حمزہ وکسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیون نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کیا کہ اضاعت ثواب کو کفران کہا جیسے بطور پورے ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قولہ تعالی انہ شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ متضمن معنی (حرمان) ہے - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ - اور اللہ تعالے اپنے متقی بندون کو خوب جانتا ہے ف بانکے واسطے بشارت ہے اور اسمین اشعار ہے کہ تقوی مبداء خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہین اور علیم ہونیکے معنی یہ ہین کہ انکے

ثواب ضائع نہین ہو سکتے ہین - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال و متاع دنیا کے کچھ نہین تو وہ فانی ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ

جیسے تیز ہوا ہین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے رہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ - تدفع - عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر ہے ہین تو نہین بے پروا کرینگے یعنی نہین دور کر سکینگے ہرے انکے مال ونہ اولاد - مِنَ اللّٰهِ - ای عذابه - شَيْئًا - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کر کے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کار آمد نہونگے قال المفسر رح خصها بالذكر لان الانسان يدفع عن نفسه تارة بفداء المال وتارة بالاستعانة بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول ماخوذ ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وے اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للكافرين - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا موجود ہوئی ہے - هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین - مَثَلُ - صفة - مَا يُنْفِقُونَ - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور انکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے - الحاصل مثل اس نفقہ کی جو کافر خرچ کرتے ہین فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - اس دنیاوی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کچھ کار آمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلاً بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا اپنے فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا و فی هذه الحيوة الدنيا فی عداوة النبی صلعم او صدقة ونحوها - یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دیتے ہین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہے كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ - حر او برد شديد - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو بیضاوی

نے اگلے شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہے۔ اور مفسرین نے جو دو قول کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور تحقیق وہ ہی جو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صر یعنی برد شدید ہے یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہے اور عطاء نے فرمایا ہے برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہوا اور اسکا مرجع بھی اول ہی کیطرف ہے کیونکہ برد شدید خصوص جبکہ جلید ہو تو کھیتیوں و پھلوں کو جلا دیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے۔ اور بیضاوی نے کہا کہ صر در اصل صدر ہے یا صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف کیا گیا جیسے برد بارد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال ہی کہ جیسے ہوائے سرد جو کہ۔ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ بالکفر والمعصیۃ۔ ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنا اوپر وبال لیا تھا۔ فَاَهْلَكَتْهُ ۔ فلم ینتفعوا بہ فکذلک نفقاتہم فی ابتغاء لا ینتفعون بہا۔ پس اس ریح مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں اُنسے انکو کچھ نفع نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالی کے حکم سے اور قبول سے سب کو نفع ہوتا ہے اسنے انکے خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر لانے سے قبول نہ کیا اور سبیٹ دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الٰہی دفع کرنے میں نہیں مل سکتا ہے اور وہ صدقہ و نفقہ ہونے کے حکم میں بھی کارآمد نہیں ہوتے ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہے پس نفقات کی مثل ریح سے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا پالا ہو بیجا مثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ مثل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جسمیں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ جائز ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز کھیتی کی اور یہ بھی تشبیہ مرکب ہے اور مفرد تصور کرنا وہم ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ ۔ لضیاع نفقاتہم ۔ اور اللہ تعالی نے انپر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضایع کر دیا۔ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ بالکفر الموجب لضیاعہا ۔ ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف اسیواسطے کہ کفر کرتے ہیں جو ان کے نفقات ضایع ہونیکا موجب ہے حاصل آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہو کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نہ لائے جو قبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لا کر خود ضایع کیے۔ اور تقدیم انفسہم مفعول برعایت فواصل ہے تخصیص ضروری لکن بالتقدیم فاسمہ انہم لا یفید لکنہ لا یخص بالشعر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ

اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف پاؤ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہے انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہے ہم نے جتا دیے تم کو

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ

پتے اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمھارے دوست نہیں اور تم سب

بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ٻ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ

کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں

الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

دشمنی سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر تم کو ملے کچھ بھلائی

تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

بری لگے انکو اور اگر تم کو پہونچے برائی خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو نہ بگڑے گا تمھارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

انکو فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہین سب اللہ کے بس مین ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً - صفیا تطلعونہم علی سرکم - یعنی بطانہ سے مراد صفیا ہین ای ایسے برگزیدہ
دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید پر مطلع کرو - اور بطانہ دراصل مصدر ہی کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہی اور یہان جمع پر اطلاق ہی چنانچہ مفسر
نے اصفیاء سے جو جمع صفی ہی تفسیر کی اور بطن فلان بفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہوا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہین اور بطانہ وہ
ایسا شخص ہی جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے - اور اسپر اعتماد کرے - اور تشبیہا اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہی جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی
کہ فرمایا انصار شعار ہین اور دیگر لوگ دثار ہین مِّن دُونِكُمْ - ای غیرکم من الیہود والمنافقین یعنی مسلمانون کے غیر لوگون یہود و
منافقون وغیرہ مین سے - الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سوائے غیرون مین سے ولی دوست رازدار مت بناؤ سو واضح رہے کہ مخالفت وراہل
انکے دوست بنانے سے یہی مراد نہین کہ دوست نہ بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کر کے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت
ہی جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی جو مروی ہی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانون مین سے چند لوگ تھے کہ یہود سے صلہ
رکھنے سبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد وقسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت مین تھے پس اللہ تعالی نے انکے حق مین یہ آیت
نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ مین نہ پڑین اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقون سے مباطنت کو منع فرمایا
ہی اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم مین من زائدہ ہی اور معنی یہ ہین کہ ایسے لوگون سے جو تمہارے دون ہین ایمان وعمل مین انسے مباطنت نہ رکھو اور
صحیح یہ ہے کہ یہ تفسیر وہم ہی اسواسطے کہ منافقین ایمان وعمل مین انسے ادون نہین بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافرون سے زیادہ انکی مباطنت مین ضرر
تھا - اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہی وہ خوارج ہین رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی
و شیخ مفسر جلال الدین سیوطی رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہی اور ظاہر یہ ہی کہ یہ بھی ان لوگون مین داخل ہین جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول
اقرب یہ ہی کہ آیہ کریمہ مین جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہی اور اولا وہ داخل ہین جنکے حق مین نزول آیہ ہی اور ثانیا باقی سب تمام داخل ہین
اور شیخ ابن کثیر رح نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہی کہ اہل نفاق سے رازداری نہ رکھین کہ وہ مومنون کے حق مین کوئی مکروفریب اٹھا نہین رکھتے ہین
اور اپنے دین والے کے سوائے کسی سے مباطنت نہ رکھین اور ابو سعید رض سے اور ابو ہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ نہین مبعوث کیا اللہ تعالی نے کوئی اور نہین خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رہے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ
کرتا ہی اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہی اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالی نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی من غیر وجہ اور
مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ دونون وہی ہین جنکو دوسری حدیث مین لمۂ ملک اور لمۂ شیطان سے تعبیر فرمایا ہی واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب
سے کہا گیا کہ یہان ایک غلام اہل حیرہ مین سے ہوشیار کاتب ہی اگر اسکو منشی مقرر کر لیجئے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین بجز سوائے
مومنین کے دوسرون مین سے بطانہ بنا لینے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہی اور بالجملہ مذکور ہی کہ
حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی نہ لیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانون کے کام مین مدد لیتے پھر اللہ تعالی نے مومنون کو
سمجھایا کہ کافرون کو دوست بنانے مین نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا - ای لایقصرون لکم جہدہم فی الفساد
وہ لوگ تمہارے بگاڑنے مین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھینگے ف خبالا جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل مین یا دین مین یا بدن مین ہو کہتے ہین اسکو

نصب بنزع خافض ہے ای فی خبال اسواسطے کہ یالون ازالو بمعنی کمی وکوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہا کہ معنی یہ ہین ای نہ کمی کرینگے تمھارے لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے مین اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہوا جیسے عرب بولتے ہین لا آلوک نصحًا اسوجہ سے کہ متضمن معنے منع کو یا معنے نقص کو ہے۔ وَدُّوْا تمنوا۔ مَا عَنِتُّمْ۔ ای عنتکم و ہو شدۃ الضرر۔ دل سے چاہا ان کافرون نے تمھاری عنت کو یعنی سخت ضرر کو۔ قَدْ بَدَتِ۔ ظہرت۔ الْبَغْضَآءُ۔ العداوۃ لکم۔ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ بالوقیعۃ فیکم واطلاع المشرکین علی سرکم۔ ظاہر ہوگئی عداوت تمھارے ساتھ انکی منہون سے باینطور کہ تمھاری بدگوئی مین پڑے اور تمھارے بھید پر تمھارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی۔ ف بغضاء شدت بغض ہے جیسے ضرا شدت ضرر ہے۔ مراد انکو ایسا شدید بغض تمھارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا داخل کر منھ کو آگیا اور کھلگیا۔ اور محاورہ مین بولتے ہین وقع فلان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑگیا پھر اسقدر تو انکی عداوت کھل گئی۔ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ۔ من العداوۃ لکم اَكْبَرُ اور جو چھپائے ہوئے ہین سینے انکے تمھاری عداوت سے وہ بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو اُبل آیا اور نہ رکا تو یہ کچھ زہر اگلا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔ علی عداوتہم۔ تمھارے لیے انکی عداوت پر نشانیان ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فلا توالوہم۔ اگر اسکو سمجھتے ہو تو پھر ان کافرون سے موالات مت کرو۔ ف اگر کہا جاوے کہ ان حرف شک کیسا ہے۔ جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو تازہ پھر لڑنا پھر مایسین بھی ۱۲ ادگی دلائی چنانچہ فرمایا۔ هٰۤاَنْتُمْ۔ للتنبیہ۔ ای ہوشیار ہوجاؤ۔ اَنْتُمْ۔ یا۔ اُولَآءِ۔ المؤمنین۔ تمھی ہو اے ایمان والے بندو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ۔ لقرابتہم منکم وصداقتہم۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ۔ لمخالفتہم لکم فی الدین۔ تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے۔ ف بسبب انکی قرابت کے تمھارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے" اور حال یہ کہ وہ تمکو نہین چاہتے ہین بسبب اسکے کہ دین مین تم انسے مخالف ہو حالانکہ تمھین حق پر ہو۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ۔ ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم۔ اور تم کل جنس کتاب سماوی پر ایمان لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمھاری کتاب پر ایمان نہین لاتے۔ اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی ودشمنی کا جب اللہ تعالے کیواسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو شک وحیرت وشبہہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک وشبہہ حیرت مین مذبذب وکفر مین حسد کرتے ہین اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالے نے نازل فرمائین اور وہ لوگ تمھاری کتاب سے انکار کرتے ہین پس وہ جسقدر تمسے بغض رکھتے ہین اسکی بہ نسبت تمکو انسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے رواہ ابن جریر۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا۔ صلعم۔ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ۔ اطراف الاصابع یعنی انامل جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہؒ نے کہا اور ابن مسعود وسدی وربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے۔ مِنَ الْغَيْظِ۔ شدۃ الغضب لما یرون من ائتلافکم ویعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ عض۔ المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہین تو تم پر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے۔ ف یہ بیان سبب ہے یعنی تم پر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپس مین بہت میل دیکھتے ہین پس ناسف وحسرت یہ کہ تمکو کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین جل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وہ انگلیان چباتے تھے جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازا عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ۔ ای ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

۱۲۰

مرجاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن میں پڑے رہو کیونکہ ہرگز تم ایسی چیز نہ دیکھو گے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اس بدحال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا - اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ - بما فی القلوب و منہ بالبضرہ ہو لا یعنی اللہ تعالیٰ دانا ہے جو ذات صدور میں ہے یعنی جو دلوں میں ہے اور منجملہ اسکے یہ بھی ہے جو یہ لوگ اپنے دین میں عداوت اسلام و مومنین کو پوشیدہ کیے ہیں پس وہ عاقبت میں بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا - اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ یہود و منافق مرتے دم تک اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانوں کی پھوٹ اور کافروں کی شوکت کو اسیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماویں قاتلہم - اِنْ تَمْسَسْكُمْ - تصبکم - حَسَنَةٌ - نعمۃ کنصر و غنیمۃ - تَسُؤْهُمْ - تحزنہم - یعنی اگر پہونچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہے انکو ف پہونچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنۃ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمیں انکی سخت دشمنی کا اشارہ ہے یعنی ایسے سخت دشمن ہیں کہ اگر تم کو قلیل بھلائی چھو جاتی ہے تو انکو بڑا ملال ہوتا ہے پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو دیکھ کر وہ کیا کرینگے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہے ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء فللہ الحمد و المنۃ - وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ - کہزیمۃ جدب - اور اگر تم کو پہونچے کوئی برائی ف مانند شکست کے لڑائی میں یا رزق کی تنگی کے جو قحط میں ہوتی ہے - يَّفْرَحُوْا بِهَا - تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں ف یعنے آج تک انکا یہ حال رہا ہے کہ تمہاری بھلائی پر جلے اور تمہاری برائی دیکھکر خوش ہوے و جملۃ الشرطیۃ عطف علی الشرطیۃ المتصلۃ بالشرط قبل و ما بینہما اعتراض و المعنی انہم متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم - اور یہ جملہ شرطیہ علیہ منفصل ہے شرط سابق سے یعنی اذا خلوا الخ سے اور ان دونوں کے درمیان میں قل موتوا الخ جملہ معترضہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تمہاری عداوت میں وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہیں پھر تم انسے کیوں موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو آپ انسے پرہیز کرو - وَاِنْ تَصْبِرُوْا - علی اذاہم - وَتَتَّقُوْا - اللہ فی موالاتہم و غیرہا - لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا - اور اگر تم صبر کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافروں سے موالات رکھنے وغیرہ میں تو نہ ضرر دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لا یضرکم میں دو قرأتہ ہیں ابو عمرو و نافع و ابن کثیر نے لا یضرکم بکسر ضاد و سکون را پڑھا ای لا یغرکم - دھوکا نہ دیگا - اور باقیوں نے بضمہ ضاد و را و تشدید را پڑھا اور را پر ضمہ باتباع ضاد ہے ورنہ اصل فتحہ را ہے مانند قرأۃ مفضل لا یضرکم کے یعنی ضرر نہ دیگا - اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ - بالیاء و التاء - مُحِيْطٌ - عالم فیجازیہم - یعنی یعملون بیاء تحتیہ تو قرأۃ سبعہ کی متواتر ہے اور تعملون بتاء فوقیہ قرأۃ سہل کی شاذ ہے اور بنابر قرأۃ متواترہ کے معنی یہ ہیں جو وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکا محیط ہے یعنی علم الٰہی اسکو محیط یعنی دانا ہے پس انکو اسکا بدلا دیگا او کمالین میں کہا کہ بیضاوی نے کشاف کی متابعت میں عجب غریب بات کہی کہ قرأۃ بتاء فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ وہم ہوا کما ذکرہ الفاضل البیال کو فی الفاری

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ

اور جب فجر کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مومنوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سنتا جانتا ہے جب

هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

قصد کیا - دو فرقوں نے تم میں سے یہ کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کریں مسلمان

وَ - اذکر یا محمد - اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد - اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ - من المدینۃ - جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے نکلکر - جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمیں مومنین نے فتح پائی جسکا قصہ انفال میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور پھر اُحد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسمیں مسلمانوں نے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحُد کہتے ہین اس دن سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیتین نازل ہوئین جنمین اُسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست
اٹھانے والون پر عتاب ہے - پس جمہور کے نزدیک یہ آیۂ کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان مین ہے اور یہی حضرت عبدالرحمن بن عوف و ابن
مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی و بہتون کا ہے اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہے کما رواہ ابن
جریر اور یہی مقاتل و کلبی کا قول ہے اور یہ معتمد نہین اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہے بدلیل آیۂ آئندہ **قال ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال
روز سنیچر کو سنہ تین ہجری مین واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر مین جب مال تجارت بچگیا اور مشرکین مکہ کی جان بچگئی اور اکثر مارے گئے تو
مقتولون کی اولاد و باقی بچے ہوؤن نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی مین صرف کرنے کو رکھو پس انھون نے تین ہزار لشکر جمع کر کے
احد پر قریب مدینہ کے اُتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ مین پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگون سے مشورہ لیا اور عبداللہ
بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ مین ٹھہرنے کی راے دی اور یہی بعضے صحابہ کی راے ہوئی کہ قریش اگر وہان پڑے رہے تو بری جگہ
پڑے ہین اور اگر مدینہ پر چڑھین تو مرد رو برو سے مارینگے اور عورتین و لڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی راے کیطرف مائل تھے و فرمایا کہ
مین نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گائے کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی مین نے تاویل بہتر دیدی اور مین نے دیکھا کہ میری تلوار کے پیپلے مین رخنہ ہو گیا اسکی مین نے
تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور مین نے دیکھا کہ مین نے اپنے دونون ہاتھ ایک زرہ حصین مین داخل کر دیے اسکی مین نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسرون
نے جو بدر مین شریک ہوے تھے باہر نکلکر لڑنے کی راے دی اور اصرار کیا پس آپ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوے کہ آنحضرت صلعم پر
وحی آتی ہے ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہین تو ٹھہر جائین آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک
کہ اللہ تعالے حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ
حضرت صلعم نے اسکی راے کو نہین لیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ
کوئی نہ لڑے جبتک مین حکم نہ دون پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیر اندازون پر عبداللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیر انداز
تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سوارون کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہ ہون اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہم پر غلبہ ہو اور تعبیہ کیا
کر کے مصعب بن عمیر کو لوا لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سوارون کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور
میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لوا بنی عبدالدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات مین آویگا پس یہی اللہ تعالی نے ذکر فرمایا - واذ غدوت من اہلک
ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور غدو کہتے ہین صبح کے چلنے کو - یہان ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ مین بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ
ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنون کو مقاعد قتال کیواسطے ہے وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا **مترجم** کہتا ہے کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے
رکھنا اس صورت مین مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو و رواح مطلق نکلنے و آنے کے معنی ہین بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہے جیسے اضحی
بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہے - اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرۂ عائشہ رضہ سے نکلکر روانہ ہوے تھے اور اسمین حضرت عائشہ رضہ کے
اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے - **تُبَوِّئُ** - تنزل - **الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ** - تو اتارتا تھا
مومنون کو مقاعد قتال کے لیے - مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہے جہان وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنون
کو مرکز قتال پر - **وَاللَّهُ سَمِيعٌ** - لاقوالکم - اور اللہ تعالی سننے والا ہے تمھارے اقوال کا **عَلِيمٌ** - باحوالکم - جاننے والا تمھارے
احوال کا ہے - وهو يوم احد خرج صلى الله عليه وآله وسلم بالف او الا خمسين رجلا والمشركون ثلاثة آلاف ونزل بالشعب يوم السبت سابع شوال سنة ثلث

ثلث من الہجرۃ وجعل ظہرہ وعسکرہ الی احد وسوی صفوفہم واجلس جیشا من الرماۃ وامر علیہم عبداللہ بن جبیر لیسفح الخیل وقال انضحوا عنا بالنبل لا یاتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا ۔ یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایک ہزار مرد سے نکلے اور تین سے تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جا کر احد کی گھاٹی پر عدوۃ قریب پہاڑ کے بروز سنیچر ہفتم شوال (یا گیارھوین کما قال قتادہ یا پندرھوین کما قال عکرمہ) سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفیں راست کیں اور ایک لشکر تیر اندازون کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا انپر عبداللہ بن جبیرؓ کو اور بٹھایا فم جبل پر یعنی درۂ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سوارون کو تیرون سے ہمسے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہمپر نہ آنے پاوین اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہون یا فتح پا دین۔ اِذْ۔ بدل من اذ قبلہ یہ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ۔ بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ اہل لشکر کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہین جو لشکر کے دونون بازو کیے گئے تھے۔ اَنْ تَفْشَلَا۔ تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبداللہ بن ابی المنافق واصحابہ وقال علامَ نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی حاتم السلمی القائل لہ انشدکم اللہ فی نبیکم وانفسکم لو نعلم قتالا لاتبعناکم فثبتہما اللہ تعالیٰ ولم ینصرفا۔ جب تم مین سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا۔ یہ کہ نشل کر جاوین یا جی چھوڑ دین و نامردی کر جاوین لڑائی سے اور لوٹ جاوین جدہر عبداللہ بن ابی المنافق و اسکے ساتھی لوٹ گئے ہین یہ کہکر کس بات پر قتل کرین ہم اپنی جانون کو و اولاد کو اور ابو حاتم سلمیؓ سے بولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون اور خدا کا واسطہ دیتا ہون تمھارے نبی و تمھارے جانون کے حق مین تو لوٹ جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمھارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالیٰ نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہین لوٹے متنبہ ہم کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کرین تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمھارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہین دیکھتے ہین کہ تم آج لڑو۔ اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دل مین رکھتے تھے پس عبداللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھون بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو ثابت رکھا وہ نہین لوٹے وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ناصرہما۔ اور اللہ تعالیٰ ان دونون کا مددگار ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ لیثقوا بہ دون غیرہ۔ مومنون کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرین ف نہ اور کسی پر۔ اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی۔ اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونون گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ وہ نہ اتری اسواسطے کہ اس مین یہ فرمایا واللہ ولیہما رواہ البخاری و مسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگون نے حکم رسول صلعم کا خلاف کرکے غضب الٰہی کمایا اور شکست کھا گئے اور منافقون نے باتین بنائین تو انکو اپنی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسرین نے کہا کہ جب لوگون نے ہزیمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانے کے لیے نازل فرمایا قولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر مین حالانکہ تم بے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ

مسلمانون کو کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھاری مدد کرے پروردگار تمھارا تین ہزار فرشتے آتارے ہوئے سے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمھارا رب پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوے گھوڑون پر اور یہ تو اللہ نے تمھارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمھارے دلون کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہین مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافرون کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ○

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاوین نا مراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بين مكة والمدينة - بدر ایک مقام درمیان مکہ ومدینہ کے نام بدر بن النضر یا بدر بن انا ر بن
یا چاہ بدر مشہور ہوا اور یہ لڑائی بروز جمعہ ۱۷ ہفدہم شعبان سنہ ۲ دو ہجری ابتدا دون بیان کے اتفاقی واقع ہوگئی جسمین اللہ تعالی نے مومنون کو فتح دی اور ابوجہل
وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نوسو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے
یہی فرمایا - ولقد نصركم الله ببدر - وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - بقلة العدد والسلاح - اذلۃ جمع ذلیل یعنی ذلت بسبب قلت تعداد وسامان جنگ کے
ہی حال المعنی اللہ تعالی نے تم کو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد وسامان سے نہین ہے اور عیاض
اشعری سے روایت ہے کہ مین فتح ملک شام کے واقعہ یرموک مین موجود تھا اور ہمپر ابو عبیدہ ویزید بن ابی سفیان وابن حسنہ وخالد بن الولید و
عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تمسب کا سردار ابو عبیدہ ہے - پھر ہمنے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمکو موت
نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمھارا خط آیا تم ہمسے مدد مانگتے ہوین تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہون کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت
سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہے یعنی اللہ عز وجل سے کہ اُسنے محمد صلعم کو تمھاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم اُسنے
لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو - عیاض کہتے ہین کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالی کی مدد سے
ہمنے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس دین - اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہؓ
نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ مین بشرطیکہ آپ غصہ نہون - کہا کہ پھر وہ آگے ہوگیا پس مین نے گیسوے ابو عبیدہؓ اور ڈٹنے
دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر بیٹھے رواہ احمد واسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ - فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتون کا - پھر جب احد مین مسلمانون نے گریز کیا تو اللہ تعالے نے یاد دلایا کہ کیا موت سے
ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالے کی جوار رحمت مین تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالے تمھارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالی ہو وہ
قلیل یا ذلیل نہین ہے اور جسکی طرف اللہ تعالی کی نصرت نہو وہ کرورون ہون تو خوار وذلیل ہین پس فرمایا - اِذْ - ظرف لنصرکم - یہ نصرکم کا ظرف
زمان ہے - تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - توعدہم تطمینا لقلوبہم - جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا - اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ
اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ
منزلین سے مدد فرماوے - ف یعنی تم کو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالی کی نصرت کافی ہے - یہ تو عام دلون کے اطمینان کیلیئے ہے اور مفسر نے
اذ کو نصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اُس طرف گئے ہین اور صحیح قول
اول ہے اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ مسلمانون کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس انپر یہ گران گذرا تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین۔ پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہونچی اسنے مشرکون کی مدد نکی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دی گئی ہزار لین۔ بالتخفیف و التشدید بتخفیف زا معجمہ اکثر کی قراءۃ
ہی اور تشدید زا معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہی جو تکثیر کے معنی مین ہی یا تدریج کے معنی مین ہی درجہ بدرجہ کرکے اترین۔ بلی۔ یکفیکم تو کافی کیون نہین
یعنی تمکو ضرور مدد کافی ہی قال المفسر فی الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالی۔ ان تصبروا۔ علی
لقاء العدو۔ اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوئے پھر
پانچہزار ہوے اور یہی قول ربیع بن انس رض سے مروی ہی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے مین۔ وتتقوا۔ اللہ
فی المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالی سے خلاف کرنے مین۔ ویاتوکم۔ ای المشرکون من فورہم۔ وقتہم۔ ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ
الاف من الملئکۃ مسومین۔ بکسر الواو و فتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر و
بعض ارسلوہا بین اکتافہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمہارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے۔ فا مسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
و ابن کثیر کی ہی اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہی اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے انکے
اور دوسرے قراءۃ کیموافق بفتح لام ہی۔ اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالی نے وعدہ پورا کر دیا بایطور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور انپر زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباس رض سے روایت ہی قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہی کہ یہ وعدہ متعلق
بقولہ و اذ غدوت من اہلک ہی پس یہ بروز احد ہو گا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و ضحاک و زہری و موسی بن عقبہ وغیرہم کا ہی لیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نملی کیونکہ صبر و تقوی کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگے اور صبر نکیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی۔ اور فورہم بمعنی وقتہم مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا بمعنی وجہہم یعنی اسی راہ سے ہی قالہ الحسن و قتادہ
و ربیع و سدی۔ اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے۔ قالہ العوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور بمعنی جوش و غضب ہی ای من غضبہم ہذا۔ اپنے جوش غضب
مین قالہ المجاہد و عکرمہ و ابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم و وجہہم قالہ الضحاک۔ پھر مسومین بمعنے معلمین لیا ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہی کہ بدر کے روز سیمار ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ و زرد و عمامہ سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہی۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بلکہ سامان و ذخیرہ کے طور پر رہتے
تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو مٹا سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رض کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان و جاؤ کے لشکر کے مددی رہین اور یہ عادت ان اسباب کی ہی جو اللہ
تعالی نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہی۔ اور عمامہ باندھنا سیمار ملائکہ ہی عمامہ کا سر لٹکانا چاہیے اور حدیثون مین پس پشت دونون مونڈھون کے
درمیان مذکور ہی اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہین۔ وما جعلہ اللہ۔ ای الامداد۔ الا بشری
لکم۔ بالنصر۔ ولتطمئن۔ تسکن۔ قلوبکم بہ۔ فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم۔ اور نہین قرار دیا اللہ تعالی نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشری (خوشخبری) واسطے تمہارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمہارے اسکے ساتھ فلا یعنی جزع نکرین تمہارے
دل دشمنون کی کثرت اور تمہاری قلت سے۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور نصرت نہین مگر اللہ تعالی
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہی۔ یوتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہی اور لشکر کی کثرت پر نہین ہی لہذا وجود تمہاری

قلت شدید کے تم کو بدر میں نصرت دیدی ۔ لِيَقْطَعَ متعلق بنصرکم ای لیہلک یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہے اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی تاکہ ہلاک کرے ۔ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ بالقتل والاسر ۔ ایک طرف کو کافروں سے قتل و قید کیسا تھہ طرف یا تو بمعنے طائفہ وجماعت ہے یا بمعنے شرفا ہے کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہے اور بدر میں یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکوں کے مُڈ تھے مارے گئے اور بہت سے قید ہوگئے کہ باقیوں کی قوت کم ہوگئی ۔ پھر مفسر رح نے قتل و قید کیسا تھہ " جو کہا تو یہ کسیقدر فعل سابق سے نامناسب ہے کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک سے کی اور قید ہونے میں ہلاکت نہیں اور نیز وہ لوگ جو قید ہوئے تھے فدیہ دیکر رہا ہوگئے تھے چنانچہ آویگا ۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم

قولہ ۔ أَوْ يَكْبِتَهُمْ ۔ یذلہم بالہزیمۃ ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے ۔ فَيَنقَلِبُوا ۔ یرجعوا ۔ خَائِبِينَ لم ینالوا ما راموہ ۔ پس لوٹیں نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھوں نے نہ پایا ف واضح ہو کہ غزوۂ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ قریش کی خبر سنگائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۳ آدمیوں سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور باقیوں کو نہیں بلایا جتنے کہ بہتوں کو خبر نہوئی ۔ اور وہ قافلہ والوں نے خبر پائی گٹھلیوں سے پہچانا کہ راہ میں کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل سمندر کی طرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر میں پہونچے تو مقابلہ ہوگیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجائب آیات سے کفار مقتول و اسیر ہوئے حالانکہ بڑے بہادر تھے ۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگوں نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدا سے جنگ میں حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب و اسد اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے بسط لشکر میں لوٹ میں مشغول ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیا کہ تم لوگ یہاں سے ہلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاویں یا فتح پا دیں لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والوں نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑ دی ہر چند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہے نہ مانا سوائے دس آدمیوں کے باقی سب لوٹ میں آکر مشغول ہوئے یہ دیکھکر مشرکین سواروں نے گھاٹی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھاکر شہید ہوئے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ کیا اور پھر کر مسلمانوں کی جماعت آخر کار سخت پریشان کر دی اور ہوا جو ہوا اگرچہ سولہ یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک و اگلے رباعیہ دانت شہید ہوئے ۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر اقرب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اسمیں ستر اشراف قریش مارے گئے اور ستر قید ہوئے تھے ۔ اور آیہ کریمہ میں اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھا کر مسبب الاسباب پر نظر رکھیں اسواسطے مدد ملائکہ سے تسکین دیکر فرمایا ۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ف۲ عرائس البیان میں ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ ۔ اذلہ کی لفظ میں علو مرتبہ کا اشارہ ہے یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہے جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنے انوار کبریا و عظمت ایسے ظاہر ہوئے کہ انکے مواجہہ میں اسکا نفس سخت ذلیل ہوگیا تو وہ تمام مخلوق میں نہایت عظیم و با ہیبت ہوتا ہے اور تائید ازلی سے منصور اور ہر متکبر اسکے سامنے خوار ہوتا ہے اسواسطے کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہے جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رض اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سایہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر میں کہا ہے کہ بسبب تمہارے ضعف کے اور تمہارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمہارے منقطع ہوجانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے　یا انکو توبہ دیوے　یا انکو عذاب کرے　کہ وہ ناحق پر ہیں　اور اللہ کا مال ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو کچھ آسمان میں　اور جو زمین میں ہے　بخشے　جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے　اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم ۔ اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک پچ کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسی کے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس رض سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اے اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اے اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اے اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیہ پھر اللہ تعالی نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بددعا کرتے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا ۔ اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ کو آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلۂ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کی جس میں ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روندھ دے مضر کو اور یہ روندنا ایسے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر ہوے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلاں و فلاں کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیۃ ۔ **قال المترجم** ان روایتوں میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ اصحاب بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بددعا فرماتے یہانتک کہ نازل ہوئی آیت ۔ اسمیں بھی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام بیان دراز ہے گنجایش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اصح یہی ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہے اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ۔ بل الامر للہ فاصبر ۔ یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالے ہی کو ہے تو صبر کر ۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ او بمعنے الی ان ۔ ای الی ان یتوب علیہم بالاسلام ۔ یہانتک کہ اللہ تعالے انکی توبہ قبول کرے بایں طور کہ اسلام دیدے ۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ بالکفر ۔ یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ اور لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالی ہی کا ہے ۔ پھر جو معنے مفسر نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہے او یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم ۔ ان چاروں وجہوں سے انکے حال کا استیفا کیا اور پوشیدہ نہیں کہ یہ معنی بعید ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاوی نے اسطرف میلان فرمایا ہے فقال ۔ وَلِلّٰهِ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - ملکا و خلقا و عبیدا - یعنی ہر طرح سب اللہ تعالی ہی کا ہے از راہ ملک و از راہ خلق اور بندے ہونے کے - يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ - المغفرۃ لہ - اللہ تعالی مغفرت فرماتا ہے جسکے لیے مغفرت منظور ہو - وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ - تعذیبہ - اور عذاب فرماتا ہے جسکے اوپر عذاب منظور ہو - وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ - لاولیائہ - رَّحِيْمٌ - باہل طاعتہ یعنی اللہ تعالی اپنے اولیا مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والون کے واسطے رحیم ہے ف فی العرائس قولہ تعالی لیس لک من الامر شیٔ سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین و کافرین جو ایسی باتین شرک و کفر کی کہتے ہین جو لائق جلال الٰہی عزوجل نہین ہین اُن سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ چاہنا حضرت رب العزۃ عزوجل کے جلال پاک پر غیرت کھا کر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو یہ لحاظ نہین بھی رہتا ہے کہ امر قدم ایسے لوگون کے حق مین مستور در حجاب ہین مجوب ہین امتحان کے پردون کے ساتھ کیونکہ جاری ہوا ہے لہذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ این تو کہان ہے تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہین کیا کہ ان لوگون کے حق مین کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل مین غور سے نظر کر یہ لوگ تو میرے پہلے سے میرے خود منتگزار بندے ہین اگر تو اس غیرت سے منھ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو ہرگز بددعا کرنے سے بے پروا ہوگا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہے کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم - مترجم کہتا ہے کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ اہل امانت ہین بعد چند روز کے تو دیکھے گا کہ انسے جو اللہ تعالی کی راہ مین جان بازیان ہونگی تیکے مقابلہ مین تو اپنے اعمال کو حقیر جانیگا اور وہ واقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام و ملک مغرب مین انسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہین - اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کھا کر بددعا فرمائی فافہم واللہ اعلم - شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے یہان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثری تک صاحب کرم و رحمت ہین چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین - یعنی تو جس حال پر ہے اپنی امت پر رحم کر اور انپر بددعا لفرما - دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ تعالی عزوجل کی خلق و صفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء و مرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہین سے مخصوص ابراہیم و عیسی علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم - اور عیسیٰ نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ج

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پہ دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمھارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ج وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ج

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافرون کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ لا

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جس کا پھیلاؤ ہے آسمان و زمین تیار ہوئی ہے پرہیزگارون کے لیے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط

جو خرچ کرتے ہین آسانی مین اور تکلیف مین اور دباتے ہین غصہ اور معاف کرتے ہین لوگون کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ج

اور اللہ تعالی چاہتا ہے احسان کرنے والون کو

أَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً - بالف ودو بهايان تزيدوا في المال عند حلول الاجل وتوخروا الطلب يعني اكثر كي قراءة مضاعفة بالف از باب
مفاعلہ ہے اور نافع و ابن عامر و يعقوب كي قراءة بدون الف از باب تفعيل ہے اور معني يہ كہ مت كھاؤ سود اضعاف مضاعفہ بايں طور كہ ادا كرنے كي
ميعاد آنے پر مال ميں بڑھا دو اور مطالبہ ميں مهلت و تاخير ديدو - جاننا چاہيے كہ بعض نے كہا كہ يہ كلام مذكور بالا ترغيب و ترہيب كے واسطے معترضہ ہے
اور بعض نے كہا كہ قصہ احد كے درميان كلام معترضہ ہے پھر مضاعفہ كي قيد اسواسطے نہيں كہ سود كھانا اس قيد كے ساتھ كہ مضاعفہ ہو تب حرام ہے
ورنہ نہيں كيونكہ پہلے معلوم ہو چكا كہ سود مطلقاً حرام ہے پس يہ قيد يہاں اہل عرب كي عادت كے موافق ہے كہ وہ ايام ن كے واسطے قرض ديتے تھے اور سود
مقرر كرنے پھر ميعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ كرتا تو باہمي رضامندي سے كسيقدر مال اصل ميں بڑھا كر پھر ميعاد مقرر كر ديتے يہانتك كہ قرضخواہ اكثر اپني
اصل سے كئي گونہ مال آخر كو لے ليتا اور بعض نے كہا كہ اضعاف جمع ضعف كي ہے چونكہ جمع قلت ہے اور مراد كثرت ہے لہذا مضاعفہ كي قيد بڑھا دي - وَاتَّقُوا
اللّٰهَ - تنبيہ يعني سودخواري چھوڑنے كے ساتھ تقوى كرو اور مترجم كے نزديك ظاہر يہ كہ اللہ تعالى كا تقوى كرو ہر بات ميں از انجملہ يہ بھي ہے كيونكہ
فرمايا - لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - تفوزون - فوز و سعادت دارين حاصل كرو - يہ امر پورے تقوى پر حاصل ہوگا اور يہ دليل ہے كہ سودخواري كبيرہ
گناہ ہے اور اسكو حلال جاننا كفر ہے اور آگے فرمايا - وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ - ان تعذبوا بها يعني دوزخ سے بچو يعني
بچو اس بات سے كہ دوزخ سے عذاب كيے جاؤ اور ابن عباس نے فرمايا كہ اسميں مسلمانوں كو تہديد ہے كہ ربوا وغيرہ جو اللہ تعالى نے حرام كيا ہے اسپر آگ
كي عقوبت ركھي ہے كہ مرتكب ہوں اور مدارك ميں كہا كہ ابو حنيفہ فرماتے كہ بڑي خوفناك آيت ہے كہ اللہ تعالى نے اسميں مومنوں كو اس آگ كي وعيد كي جو
كافروں كے واسطے مہيا ہے بشرطيكہ تقوى نہ كريں اور حرام سے اجتناب نہ كريں اور تيسير مدارك ميں كہا كہ اسميں مرجيہ فرقہ كا رد ہے جو كہتے ہيں كہ ايمان كے بعد
كوئي گناہ ضرر نہيں كرتا اور ہمارے نزديك كافروں كے سوائے گناہگار مومن دوزخ ميں جائيگا مگر آخر اسكو جنت ہي مليگي مترجم كہتا ہے كہ غنيۃ الطالبين
وغيرہ سے جو لوگ نقل كرتے ہيں كہ امام ابو حنيفہ مرجيہ مذہب تھے يہ سب بہتان ہے - وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ - اطاعت كرو اللہ و رسول
كي ف محمد بن اسحاق نے كہا كہ اسميں ان لوگوں كو عتاب ہے جنہوں نے احد كے روز حكم حضرت صلعم كي نافرماني كي لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ - يعني اطاعت كرو
بامید رحمت الہي عز و جل - كذا قيل - وَسَارِعُوا - اور جلدي كرو ف اكثر كي قراءة وسارعوا بواو عطف برماقبل ہے اور نافع و ابن عامر كي
قراءة بدون واو جملہ مستانفہ ہے - اور عطاء بن ابي رباح نے مرسلا روايت كي كہ مسلمانوں نے حضرت صلعم سے كہا كہ يا رسول اللہ كيا بني اسرائيل ہماري
نسبت اللہ تعالى كے نزديك بزرگ تھے كہ جب انميں كوئي گناہ كرتا تو صبح كو اسكے دروازہ پہ كفارہ لكھا ہوتا كہ ناك كاٹ كان كاٹ يہ كر وہ كر پس
نبي صلي اللہ عليہ وسلم خاموش رہے پس يہ آيت اتري وسارعوا الى مغفرة من ربكم الآية - اخرجه عبد بن حميد وغيره اور حاصل جواب يہ كہ تم لوگوں كو كرامت
ہے كہ اللہ عز و جل نے تمہارے واسطے نيك كام ايسے مقرر فرمائے ہيں جو ثواب كے ساتھ كفارہ گناہ بھي ہيں كما في قوله ان الحسنات يذهبن السيئات
يہ نيكياں دور كرتي ہيں گناہوں كو - إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ - ابن عباس سے ايك روايت ميں اسلام كي طرف اور دوسري ميں اي توبہ
كي طرف و از علي كرم اللہ وجہہ ادائے فرائض كي طرف و از انس و سعيد بن جبير نماز جماعت كي تكبير اولى كي طرف اور بعض نے اخلاص و بعض نے جہاد
فرمايا اور ظاہر معنے يہ ہيں كہ ايسي چيز كي طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس يہ سب امور اسميں شامل ہيں لہذا كہا گيا كہ اعمال صالحہ كي طرف
وَجَنَّةٍ - يعنے سارعوا الى جنة پہلے گناہوں سے پاك كرنے كو مغفرت كي طرف دوڑايا پھر ثواب حاصل كرنے كو جنت و رضامندي كي
طرف راہ دي - عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ - اي كعرضهما لو وصلت احديهما بالاخرى والعرض السعة - يعني ايسي جنت كيطرف
جس كا پھيلاؤ آسمان و زمين ہے اي مانند پھيلاؤ ان دونوں كے ہے اگر ايك دوسرے سے ملائے جاديں اور عرض معني وسعت ہے كہ تفسير ابن عباس

سے مروی ہی اور کاف سے اشارہ ہی کہ تمثیل منظور ہی یہ نہین کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہی اور عرض بمعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہین لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر مین بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کر کے اسکو موجہ کیا ہی اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہی تو طول کا کیا ٹھکانا ہی کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کیموافق تصویر ہی تحقیقی حد عرض کی بیان نہین ہی - اور حضرت
انس رض سے پوچھا کہ جنت آسمان مین ہی یا زمین مین فرمایا کہ کون زمین اور کون آسمان ہی جسمین جنت سماوے گی وہ آسمانون سے اوپر زیر عرش ہی اور قتادہ
سے روایت ہی کہ صحابہ جنت کو آسمانون کے اوپر اور دوزخ کو زمینون کے نیچے جانتے تھے - اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہین جسکا عرض آسمان و زمین ہی تو دوزخ کہان رہی آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب رات آئی
تو دن کہان رہا - اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمرؓ و ابن عباسؓ سے یہود کے جواب مین روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہی یہ
انکا عناد تھا اور معنی یہ ہین کہ جہان اللہ چاہتا ہی رکھتا ہی بندے کا علم اسکی خلقت کو کہان حاوی ہی کیا اسکی خلقت بس اسقدر مین منحصر ہی - اسی
سے آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہی وہ اللہ تعالیٰ کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کرین - أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ - اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی - یعنی مہیا کی ہوئی ہی ایسے بندون کے واسطے جو تقویٰ کرتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداریان کرکے اور نافرمانیان چھوڑ کر
اس مین دلیل ہی کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہی جیسے دوزخ اور اسمین معتزلہ کا رد ہی جو اسکے خلاف کہتے ہین اور نیچر فرقہ کا مرتکب رد ہی جو جنت و دوزخ کے
قائل نہین ہین اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیہ - یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہی پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہین تو کافر ہین اور تاویل وہ مقبول ہی جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہین کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح
خبر دی ہی وہ سب خدا کی قدرت مین ہی جیسی مخلوق چاہے پیدا کرے - الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ - فی طاعة اللہ یعنی جو خرچ کرنے والون کی
تعریف کی وہ وہ ہین جو اللہ تعالیٰ کی طاعت مین خرچ کرتے ہین اور طاعت مین تمام ان وجوہ پر خرچ کرنا داخل ہی جنمین شرع مین ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہی حتی کہ اپنی و اپنی اولاد وعیال پر بنیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دینا بھی داخل ہی اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو - اگر کہا جاوے
کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ بندہ کہتا ہی میرا مال میرا مال - اسکا مال کچھ نہین مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہی کہ مقصود حدیث سے مال کا کارآمد ہونے کا بیان ہی وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہی ہان اسمین تعریض ہی کہ اولیٰ مرتبہ حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنیٰ مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے مین جو اسوجہ سے ثواب ہی وہی اوسط و اعلیٰ مرتبہ حاجت تک اسراف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمین زیادہ ثواب ہی - فِي السَّرَّاۤءِ وَالضَّرَّاۤءِ - ای الیسر والعسر یعنی راہ الٰہی مین خرچ کرتے ہین حالت فراخ دستی
مین اور تنگدستی مین پس سراء کی تفسیر یسر اور ضراء کی عسر سے کی ہی اور حاصل اسکا سخاوت ہی پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہین جسکی تعریف مین بخل
کی مذمت کی احادیث صحاح مین وارد ہی - وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ - الکافین عن امضائه مع القدرة کف تشدید فاء بمعنے روکنا و نہا یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہین - کیونکہ تعریف یہی ہی کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہین سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جائیگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال علم کا بیان ہی - اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہین جو دوسرون کو پچھاڑے بلکہ وہ ہی جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری و مسلم - اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہی کہ رسول اللہ
(یعنی اپنے آپ مین سے ۱۲ - غصہ)
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہی تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکو مجمع خلائق کے روبرو بلا کر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کر لے رواہ الترمذی و ابو داود اور یہ کمال رضامندی کا بیان ہی - وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

ممن ظلمهم ای الناركين عقوبتهم۔ عفو كرنے والے لوگون كو يعني ان لوگون كو جنھون نے انپر ظلم كيا ہوا درحاصل يہ كہ انكو سزا دينے سے چھوڑنے والے اور حاصل يہ كہ كسی نے انپر ايسا ظلم كيا كہ شرع كے حكم سے اسپر مواخذہ عائد ہوا پس انھون نے اپنے عفو كی صفت سے اسكو معاف كرديا بدلا نہين ليا خواہ برا كرنے والا كوئی ہوا انكا مملوك ہو يا نہو۔ اور يہ عفو ايك احسان ہے۔ اور حديث مين ہے كہ جو تجھسے ميل كو توڑدے تو اس سے مل اور جو تجھپر ظلم كرے يعني ايسی بات كرے جو نہ كرنی چاہيے تھی تو اسكو معاف كردے اور جو تجھسے برائی كرے تو اس سے بھلائی كر۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ - بہذہ الافعال ای يثيبهم۔ اور اللہ دوست ركھتا ہے محسنين كو جو ان افعال كے ساتھ بھلائی كرتے ہين اور دوست ركھتا يہ كہ ان كو ثواب جميل ديگا۔ پس المحسنين كا الف لام عہد كا ٹھہرا كہ اس سے يہی مذكورين مراد ہين اور بعض نے كہا كہ جنس كا بھی ہوسكتا ہے كہ جنس احسان جس سے صادر ہو اسكو دوست ركھتا ہے اور شايد كہ محسنين سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام و ايمان سے اعلیٰ مرتبہ احسان پر فائز ہون واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہيے كہ جنگ احد مين حضرت حمزہ رضا شہيد ہوے كافرون نے انكے بند بند كاٹ كر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غضبناك ہوكر فرمايا كہ مين قابو پاؤنگا تو انمين سے ستر كو مثلہ كرونگا۔ ان آيات مين عفو و احسان سے تسكين دينا نكلتا ہے ف۔ شيخ نے عرائس البيان مين كہا كہ قولہ تعالیٰ واتقوا النار التی اعدت للكافرين۔ اس آيت كريمہ مين عجيب لطيف اشارہ ہے اور وہ ظاہر بيان ہے كہ دوزخ كو اللہ تعالیٰ نے مومنون كے واسطے مہيا نہين فرمايا ہے اور انكے واسطے مخلوق نہين كيا كيونكہ اعدت للكافرين فرمايا پس جب كافرون كے واسطے ہوئی تو مومنون كے واسطے مخلوق نہوئی ليكن مومنون كو اس سے زجر و نصيحت كے طور پر خوف دلايا جيسے مہربان باپ اپنے فرزند كو تلوار و شير سے ڈراتا ہے اگرچہ اسكو تلوار سے نہين ماريگا اور نہ شير كے آگے ڈاليگا پس باقی رہا يہ امر كہ يہ آيت اپنے سچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہے اور اس سے زيادہ عجيب يہ بات ہے كہ اللہ تعالیٰ نے انكو دوزخ سے ڈرايا حالانكہ دوزخ دشمن كے واسطے مخلوق ہے اور مقصود تجلی قہر كی عظمت دوزخ سے ہے اور دوزخ كی عظمت اسكی عظمت كی تجلی سے ہے يعنی دوزخ كے معاملہ مين تم مجھسے تقویٰ كرو كيونكہ مين آگ كو جلانا اور اپنے سے اسكو عذاب دينا ہون اور يہ عين الجمع كے مقام كا بھيد ہے۔ شيخ ابن عطا نے فرمايا كہ عوام كے حق مين آگ مين ڈالنے كا حكم ديا كيونكہ اس سے ڈرتے ہين اور اسی خوف سے معاصی ترك كرتے ہين اور خاص بندون كو اپنے سے تقویٰ كا حكم كيا اور فرمايا كہ ميرے ہی طرف ديكھو كسی غير كی طرف نظر مت كرو چنانچہ فرمايا واتقون يا اولی الالباب۔ يعنی اے خاص بندو۔ قولہ تعالیٰ وسارعوا الی مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموٰت والارض الآية حق عزوجل اپنے مخلوق كے حال كو جانتا ہے كہ جس طرح اسنے پيدا فرمايا ہے اور وہ اپنے نفس كی خواہشون كی طرف جھكتے ہين پس دو علتون سے اپنی فرمانبرداری كی طرف انكو بلايا ايك مغفرت دوم جنت اور خاص بندون كو بدون علت كے اپنی ذات پاك كی طرف بلايا چنانچہ فرمايا ففروا الی اللہ الآية۔ پھر آگاہ فرمايا كہ سب كے سب عوام ہون يا خواص ہون ادراك امتحان مين مجرم ہين اور آيہ كريمہ سے سبھون كا مجرم ہونا ثابت فرمايا اسواسطے كہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہين پر يہ انكا گناہ كيسا ہے كہ قدر حق عزوجل سے آگاہ نہين يعنی اسكی قدر كمال كو نہين پہچانتے ہين جيسا كہ آنحضرت عليہ السلام نے فرمايا كہ اللہ تعالیٰ اگر ملائكہ كو عذاب كرے تو بجا ہے۔ عرض كيا گيا كہ وہ تو معصوم ہين فرمايا كہ حق عزوجل كو كمتر پہچانتے ہين۔ اسيواسطے بندون كو علی العموم مغفرت كی طرف بلايا۔ قال المترجم شيخ كی مراد قدر حق عزوجل سے وہ قدر ہے جو اسكی عظمت و جلال ذات پاك كے ساتھ ہے اور يہ ممكن نہين كسی كو ميسر آوے اسواسطے كہ بندہ كيسا ہی خاص ہو ذات باری تعالیٰ كو ادراك نہين كرسكتا يعنی محيط نہين ہوسكتا۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

اور وہ لوگ جو كر بيٹھين كچھ كھلا گناہ يا برا كرين اپنے حق مين تو ياد كرين اللہ كو سو بخشش مانگين

لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ

اپنے گناہون كی اور كون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ كے اور نہ اڑے رہين اپنے كيے پر جانتے

يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن

جو جانتے — انہوں کی جزا ہے — بخشش — انکے رب کی — اور باغ — جنکے نیچے بہتی

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

نہریں — رہ پڑے — انمیں — اور بھلی مزدوری ہے کام کرنے والوں کی

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً - ذنبا قبیحا کالزنا۔ یعنی فاحشہ صفت محذوف ہے ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہر حیثیت کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہے مگر بقرینہ مابعد بیان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہے اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا میں ہے وارجح وہ ہے جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہے اسلیے کہ اصل میں فحش بمعنے قبیح وخروج از حد ہے یعنی ایسے بندے جنھوں نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا۔ اَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ - بما دونہ کالقبلۃ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہے۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہے (یہ بھی اسی کے مساوی ہے) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہو۔ ذَكَرُوا اللَّهَ - ای عیدہ۔ تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید الٰہی کو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہے وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موید ہے جو صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہوکر عرض کرنے لگا کہ ای پروردگار میرے میں نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشدیتا ہے اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عزوجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضاً اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ یہی خاص بندے کا حال ہے اور امام احمد نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہیں اور ہم آخرت کے لوگوں میں سے ہو جاتے ہیں پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہے اور ہم عورتوں واولاد کی خوشبو سونگھتے ہیں تو ہمارے دل غافل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس رہتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھوں تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھروں میں تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (ورواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم النفس صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ - پس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہے کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسکو بخشدیتا ہے رواہ احمد والترمذی واہل السنن وابن حبان والبزار والدارقطنی قال ابن کثیر وہو حدیث حسن جدا۔ وَمَن - ای لا احد - يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ - اور کون ہے کوئی ایسا جو بخشے گناہوں کو سوائے اللہ کے۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہے مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عزوجل ہی سے مخصوص ہے اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہے اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی و نکرہ تحت میں نفی کے تمام کو

مستغرق ہوتا ہے اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہیں ہے اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں کہ جو پورا وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ - مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جاوینگے جس دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگوں سے کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے جنمیں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری ومسلم) وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا - بل اقلعوا عنہ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھوں نے استغفار کیا یہی سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشنے والا ہے) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہو گئے) یہ یقین کر کے کہ جو انھوں نے کیا وہ برا فعل نافرمانی کا تھا ف جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت رکھی کہ پھر اسکو کرونگا ورنہ توبہ نہوگی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل میں گناہ کا مزا بھرا ہوا ہے تو توبہ کے معنی تو اس سے بالکل منھ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا - پھر یہ اصرار نہ کرنا اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہیں کہ مثلاً روسیاہ ہوا تو زناکاری چھوڑ دی بلکہ مرد خدا و خاصان حق وہی ہیں جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہیں اور شیطان کے بندے نہیں بنتے ہیں اگرچہ بمقتضائے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن میں ستر بار ایسے گناہ سرزد ہوگا جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوئے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور اصرار یہ ہے کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہیں ہے - اسلیواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہے - اور ابو سعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری میں کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہے کہ میں برابر آدم کی اولاد کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے جسموں میں رہینگی پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھ سے بخشش مانگتے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت ابو بکر الصدیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ ابو یعلی والترمذی وابو داؤد والبزار و قال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمرو میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنی بدکرداری پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں (رواہ احمد) پھر فقط آیۂ کریمہ یہ ہے کہ آدمی سے گناہ بعید نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو استغفار پسند ہے اور اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہے اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہے اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکر و فریب سے بہکاتا ہے ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہیں کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہے بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ میں ایک آیۃ اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر انسے بیان کیا تب وہ بولے کہ ہم آپ آدم کی اولاد کے واسطے ہوا و ہوس کے دروازے کھول دینگے کہ وے توبہ ہی نکرینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی جانتے رہینگے کہ ہم ٹھیک چال چلتے ہیں - مترجم کہتا ہے کہ حق عز وجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا - وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون - توبہ کرو اللہ تعالیٰ سے سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندوں توبہ کرنے والوں فرمانبرداروں پر انعام ذکر فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - ایسے بندوں کے واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عز وجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہے اور باغات جنت ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں درحالیکہ وہ انمیں ہمیشہ رہینگے ف جب سے داخل ہوں یعنی انکے واسطے مقدر ہے کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہیں - وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ - بالطاعۃ ہذا الاجر - اور بھلا اجر ہے طاعت کے ساتھ عمل کرنے والوں کا یہ اجر مذکور ہے ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہے ف فی اشارات العرائس قولہ الذین اذا فعلوا فاحشۃ [illegible]

ہن خلاد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہے تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا یہی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اچھا کلام ہے قائل۔اور
شیخ محمد بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہیں تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا یہی فاحشہ ہے اور پھر قولہ او
ظلموا انفسہم میں کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہے۔ پھر قولہ ذکروا اللہ میں کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عزوجل کی طرف سے
انکو عصمت حاصل ہوئی۔ پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم میں کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھوں نے استغفار کیا۔ پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ میں
کہا کہ انھوں نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف پہونچنا ممکن نہیں ہے مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبہ رضا میں پہونچ ہو سکتی ہے۔ اور
استاد رحمہ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہے اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسطرح متفاوت ہے اور اکابر
کے دلوں میں مخالفت حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہے جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع میں آنا۔ اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہو جانے
کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نور میں تاریکیاں ہیں۔ قولہ تعالیٰ اولئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و
نعم اجر العاملین۔ جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہے اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی ہر خلقیوں سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے
آپ میں تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے میں تحمل رہا اور محبت و معرفت میں اخلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان میں اپنے
دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہو کر استغفار کرتا رہا تو حق عزوجل اسکو اونچے مقام میں پہونچا تا ہے کہ اسکو اپنے مشاہدہ عزت تک واصل کرتا ہے
اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

ہو چکے ہیں تم سے آگے دستور سو پھرو زمین میں تو دیکھو کہ کیسا انجام کار ہوا جھٹلانے والوں کا

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ

یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈروالوں کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَ

غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہے اسکی مثل اور

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ

یہ دن ہیں کہ گھماتے ہیں ہم انکو لوگوں میں اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ

اور اللہ نہیں چاہتا ناحق والوں کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دے کافروں کو

جب جنگ احد میں مسلمانوں نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سنن جمع سنت
بمعنے طریقہ ہے اور مراد وہ وقائع ہیں جو اللہ تعالے نے گذری امتوں میں حادث کیے اور معنی یہ کہ تمسے پہلے اگلی امتوں کے کافروں و رسولوں
کے جھٹلانے والوں کے طریقے گذر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک وقت تک کافروں کو استدراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا
اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافروں کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ان واقعہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنوں کو کافروں کے
ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتوں میں بھی ہوتا رہا ہے یعنی تھا کہ مومنین ہی غالب ہوتے ہوں اور کافرین ایذا دے سکتے ہوں ہاں انجام کار مومنوں کے

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنہوں نے دنیا کے مال و متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس ساز و عمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب مواخذہ الٰہی میں ہلاک ہوجاتے تھے اسواسطے فرمایا- فَسِيْرُوْا - ایہا المومنون - فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ الرسل ای آخر امرہم من الہلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم - سو پھرو (ای مومنو) زمین میں اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والوں کا ف جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ای آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکوں کے غلبہ سے کہ میں انکو ڈھیل دیتا ہوں انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنوں کو ہے اور شاید کہ تخفیف کی چنداں ضرورت نہیں یعنی مومن کافر سب کو ارشاد ہے پس مومنوں کو صبر دلانا اور کافروں کا زعم توڑ دینا دونوں اسمیں حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہیں ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل و نشان پڑے ہیں چنانچہ ایک مقام پر فرمایا - تلک عاد جحدوا بایات ربہم یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈروں و نشانوں کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت مومنوں کو بیان الٰہی سے جو قرآن میں مذکور ہے یقیناً سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت - وہ حاصل ہوگئی بدون پھرے اور کافروں کو کچھ بھی نافع نہیں خواہ پھریں یا نہ پھریں اسواسطے آگے فرمایا - هٰذَا - القرآن - بَيَانٌ لِّلنَّاسِ - کلہم - وَهُدًى - من الضلالۃ - وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ - منہم - یہ قرآن بیان ہے آدمیوں کے لیے ای سب آدمیوں کے لیے خواہ کافر ہوں یا مومن ہوں اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان لوگوں کے لیے ہے جو ان میں سے متقی ہیں ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلوں کا ہے جو اللہ تعالےٰ نے تمام لوگوں کی عبرت و ہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انہیں کو ہے جو شرک سے بچے ہوئے مومن ہیں کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران میں سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس الآیہ ہے پھر بقیہ بعد احد کو نازل ہوا - یہ روایت تفسیر مذکور کو مؤید ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے - اور یہی صحیح ہے لیکن جنہوں نے نہیں سمجھا اسنے کہا کہ یہ معنی بعید ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے - اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا - یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے مفہوم کی طرف ای باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والوں کے لیے ہے متقیوں کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو بین و تائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت میں قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ رکیک باتیں تکلف کی البتہ بعید ہیں - وَلَا تَهِنُوْا - تضعفوا - عن قتال الکفار ضعیف نہ ہو کافروں کے ساتھ لڑنے سے - وَلَا تَحْزَنُوْا - علی ما اصابکم باحد - اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن - کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین میں سے دار انجملہ سید الشہداء حمزہؓ و مصعب بن عمیرؓ ہیں) اور ستر انصار میں سے شہید ہوئے تھے - وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ - بالغلبۃ علیہم - اور تمہیں رہیگے ہو بذریعہ غلبہ کیساتھ ف یعنی آخر تمہیں کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہیں ہو - جملہ اسمیہ فرمایا - اور یہ بشارت ہے - یا یہ مطلب کہ غلبہ تمہیں کو اس معنے کر ہے کہ بدر میں تمنے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی - یا غلبہ اینر ازراہ شان ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ میں دوزخی ہیں والاول ارجح - اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - حقا و جوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ - اگر تم مومنین ہو ف یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف ہے جسپر مجموع ماقبل دلالت کرتا ہے - یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا - پھر حرف ان تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمیں شک ہو تو جواب یہ کہ محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم - اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لا تہنوا یا انتم الاعلون سے ہے کا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی بسبب یہ کہ تم مومن ہو - کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم و صحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہیں ہوسکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو - اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہیں جیسے بیضاوی وغیرہ نے یون تفسیر کی ہی لاتهنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان ہنتم حقا - تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ او تعالے دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہی کہ جواب کہ حرف ان بمعنے شک نہین ہی صحیح ہی و لیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی پس نظر اسکی یہ کہ زید کو معلوم ہو بکر مرگیا اسنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرالاوے تو قبول ہی اسمین کوئی لاعلمی نہین فافہم - اِن یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ یصیبکم یا جدہ قرح بفتح القاف وضمہا جہد من جرح ونحوہ - اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے - فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ الکفار قَرْحٌ مِّثْلُہٗ - ببدر سو پہونچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولا تہنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح مثلہ وقد قاتلوکم ولم یہنوا یعنی اگر تم کو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو اے اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوئے بلکہ دوبارہ تمسے لڑنے آئے - پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قراءت ہی اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابوبکر کی قراءۃ ہی اور دونون کے معنی واحد ہین وقیل بالفتح الجرح وبالضم المہ - اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مساس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہی ای ان کان ہی ای ان کان یمسسکم - اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور اسیقدر کے قریب مجروح ہوے - اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسانے اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتولون کا دلاتی تھین پھر مسلمانون کے تیر اندازون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا وہ لشکر کا نیزہ تھا تب رسول اللہ صلعم خوش ہوے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوا صبا چل رہی تھی پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ سکتے کی سی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صواب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہند بنت عتبہ وغیرہ بیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہو گئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور چوپاتے لے لیتے مگر امیر عبد اللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہے اور کہا کہ حکم رسول خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے مڑکر دیکھا کہ پہاڑ کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیر اندازون پر حملہ کرکے

لے خالد بن الولید [illegible] وقت تک مسلمان نہین ہوئے [illegible]

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور چکی گھومی اور ہوا ہے دگر چلنے لگی اور اہل اسلام آپس میں مل گئے
کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع
چودہ آدمیوں کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار میں سے ستر شہید ہوئے اور مشرکوں نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے انکو محروم
کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دو دانت ٹوٹے اور چہرہ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخرکار
حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ رض
نے جو جانبازی کی وہ مشہور ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہاں جو صحابہ منتشر بیٹھے تھے یکلخت دیکھتے ہی خوفزدہ
ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آ گئے اور بہتیرے تو مدینہ میں بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکوں
نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ آسکیں اور باقیوں کو مت ہلاک کر کہ یہی توحید کی عبادت کرتے ہیں پس مشرکین کو رعب
چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم میں محمد ہیں اور تم میں ابوبکر ہیں اور تم میں عمر ہیں اور حضرت صلعم
نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمر رض اپنے کو تھام نہ سکے
اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہیں پھر ابوسفیان نے کہنا شروع کیا اُعْلُ ہُبَل اُعْلُ ہُبَل تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ جواب نہیں دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہیں۔ فرمایا کہو اللہ اعلیٰ و اجل۔ ابوسفیان بولا کہ ہمارا عُزّیٰ ہے تمہارا عزیٰ نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہو
اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔ ابوسفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمر رض نے رد کر دیا کہ نہیں تمہارے مقتول دوزخ میں اور
ہمارے مقتول جنت میں ہیں۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہم پر اور کبھی ہمارا داؤں اور کبھی ہم پر پڑا اور تم مقتولوں میں ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوئے ہیں میں نے
انکے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور مجھے برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر میں نے بخاری و معالم وغیرہ سے
تلخیص کیا ہے۔ سبحانہ اللہ عز و جل نے مومنوں کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام و بلندی حاصل
کرنے کو نہیں ہے اگر احد کی لڑائی میں تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پر ہو کر اور ثواب پا کر دنیا کی
نظر سے کیوں سست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہیں اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھوں نے بدر میں ایسا زخم تمہارے ہاتھوں اٹھایا مگر بے صبر نہیں
ہوئے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۔ یوما لفرقۃ و یوما لاخری لیتعظوا ۔ اور یہ ایام ہیں کہ انکو ہم گردش
دیتے ہیں لوگوں کے درمیان ف کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور ایام ہماری نعمتیں
ہیں چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑیں مترجم کہتا ہے کہ لیتعظوا مقدر کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ و
لِيَعْلَمَ اللَّهُ ۔ علم ظہور ۔ الَّذِينَ آمَنُوا ۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم ۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالیٰ بعلم ظہور کے ساتھ ان لوگوں کو
جو ایمان لائے یعنی ایمان میں مخلص ہوئے ہیں غیر مخلصوں سے ف مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیۃ کریمہ سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان
ایام کی مداولت لوگوں میں اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالیٰ تمام حوادث
و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے قد قال و لا یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ۔ اور پوشیدہ نہیں
تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین میں اور اسپر اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اس میں تغیر محال ہے اور امام ازہری وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات
میں ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ۔ اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین

اور قوله لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا - اور قوله ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم - اور قوله الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه اور قوله لیبلوکم ایکم
احسن عملا - پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعاً غلط ہے او تعالی ان کے
وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہے جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکسان ہے پس جواب متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہین کہ او تعالی
حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم مین محال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہین
کہ یہ علم فلان ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلان یعنے مقدور فلان مجازاً کہا جاتا ہے پس جہان علم کے نئے پیدا ہوتے کا علم ہوتا
ہے وہان معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیۂ کریمہ مین چند وجوہ کا احتمال ہے اول آنکہ لیعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تمیز
ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بحذف مضاف ہے ای لیعلم اولیاء اللہ یعنی تا جان لے وہ شخص جو اللہ تعالے کا ولی ہے ولیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی
طرف نسبت فرمایا - سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم
واقعاً کما کان یعلم انه سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض علوم پر نہین
بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام بیضاوی کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود
ہونے کے ساتھ ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسرؒ نے کہا ولیکن پوشیدہ نہین کہ علم الٰہی جسکے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے
چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم الٰہی پر ہر شی کی حالت وجود اور غیر وجود مین یکسان ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم مین کوئی فرق
نہین ہوا اخا فہم اسی سے بیضاوی نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور وجوہ دیگر بنا کر کیا ہے کہ غرض اس سے معلوم کا
اثبات ہے بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم الٰہی مین ثابت ہے یعنی معلوم الٰہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسرؒ کے بھی یہی معنی ہون لیکن خلاف
اصطلاح ہے اور یہ کلام مجید پاکیزہ ہے اور جو اسمیت ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ نے اس آیۂ و اسکے مانند مین کہا ای لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء
تاکہ ہم دیکھیں جو صبر کرتا ہے دشمنان حق کے قتال مین - اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے بندون سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام
فرمایا اور اس مین مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہین استعمال فرمایا پس یہ کلام بسبیل تمثیل ہے ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی
جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمایش و جانچنے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا - وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ای یکرمهم بالشهادة تاکہ تم مین
سے بعض کو درجۂ شہادت کرامت فرماوے - وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ - الکافرین ای لیعاقبهم و ماینعم به علیهم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان
ہے کہ تم مین سے بعض کو کرامت دے جو ثواب جزیل ہے اور اللہ تعالے کافرون کو نہین چاہتا، یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر مین
بہتر فتح معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق مین استدراج ہے اور رفتہ رفتہ انکو ہلاکت مین بڑھا دیا کہ ہبل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے اور اللہ تعالی کے ساتھ
شرک بڑھایا - وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا - لیطهرهم من الذنوب بما یصیبهم پھر جو شہید نہین ہوے انپر فضل بیان کیا تاکہ پاک
کرے ایمان والون کو گناہون سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہین کسی شی کو اسکے میل کچیل سے پاک کرنا پس مومن
کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہین اگر ہون ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہین اور ظاہر ایمان ہی خیر ہوتا
ہے - وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ - ای یہلک - یعنی تاکہ کافرون کو ہلاک کرے - مدارک مین کہا یعنی اگر کافرون پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہون اور
مترجم کہتا ہے کہ مومنین مین سے شہدا لیے انکے مقابلہ مین کافرون کو نا پسند رکھا اور مومنین مین سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت
کا فضل دیا انکے مقابلہ مین زندہ بچے ہوے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہووے اور شکست ہووے اسلیے کہ دونون طرح جو موت پا گناہ ہوگی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس حق سبحانہ وتعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو
امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لایق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس
مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف وکوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری
تو حق عز وجل اپنے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور براہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانہ قدم کی
کنجی ہی جو انکے ساتھ موافق رہا اسکو پردہ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور سر مراد کو پہونچتے ہین قال المترجم اسمین اشارہ ہی کہ حروف
قایم نہین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ مین ہین جنکا یہی قول ہی پھر جاننا چاہیے کہ بعضے
اکابر نے تصریح کردی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو رب سے قاری ہمکلام ہوتا ہی چاہے اور یہ بات
ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت بنائے ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منہ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین یا وہی حق کو
اگرچہ وہ بڑے انکار کیا کرین - اللہم اغفرلی واہدنی احسن الہدایہ - امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے بندون کے واسطے قرآن
مین تجلی فرماتا ہی اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے الہیت صفت حاصل ہی اسی کو کشف جلال باری تعالی کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہی جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی
کہ حضرت صدیق اکبر رضی کی صفت مین آیا ہی کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا - پس
یہ ایسی بات ہی کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی
اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت ومعرفت وانس سے سنتی ہی اور کوئی قوم
اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف وبیان سنتی ہی اور یہ اسرار ووقائع منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو
شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسما وصفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو تمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ
جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدہ قرآن وملاحظہ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عز وجل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ وہ آدمیون
کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہمنے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے
حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا - وہدی وموعظۃ للمتقین حضرت جعفر رض نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کردیا لیکن اسسے
مستفید کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا ہدی
وموعظۃ للمتقین - آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عز وجل کے
سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے
ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح
کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جسپر بین نے بارہا تنبیہ کردی ہی قولہ تعالے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون - اللہ عز وجل نے انکو حقائق
ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عز وجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو
عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہی اور یہ مہمل کلام ہی آنجناب مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے
نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام مین ہی کچھ تعلق نہین ہی اور مین نے بعض مقام پر بیان کردیا -

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض وہی ہی تو نہیں دیکھا کہ بو علی سینا لیس الاکذا کو شفا میں اذعان کہتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہیں جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الاکذا کا قائل ہی حالانکہ دونوں متناقضین جمع نہیں ہو سکتی ایک قطعاً غلط ہی پھر لیس الاکذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے - ای اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہون دیکھو تصدیق ایمانی والون میں سے وہ ہین جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ میں جلالے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر بخشے فافہم واللہ الہادی ہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال - اس آیت میں اللہ تعالی نے بیان کر دیا کہ جب تم معالج ایمان و تصدیق میں ہوے تو تمھارے دشمن پر تمھاری فتح و تمھارا غلبہ جاری ہی پھر غمنا کی و ضعف کے کیا معنی ہین کیونکہ جسنے حقیقت حال معاینہ کیا اسکا لیقین وہی یقین قوی ہی اور اس سے سب اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سزاوار اندوہ وہ ہی جو شاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اس کی روح کو کشادگی ہوتی ہی - اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی - فرمایا کہ عذر لے ارواح پردہ پڑ جانے اور تجلی ہونے میں بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کے وقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ میں مہجور رہا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق میں ہو گیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی معلوم نہین کر دیے اللہ نے جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہین اور معلوم کرے

الصَّابِرِينَ ○ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنْظُرُونَ ○ ع

دیکھتے ہو

أَمْ - بل حَسِبْتُمْ - مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی (بلکہ تم نے خیال کیا) ای الیا منت خیال کرو - أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا - لم - يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ - علم ظہور - کہ داخل ہو جاؤ تم جنت میں اور نہین معلوم کیا اللہ نے ان لوگون کو جنھون نے جہاد کیا تم میں سے علم ظہور کرکے ف مفسر نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ یہ دونوں معنے واحد ہین جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم و لما میں فرق یہ ہی کہ لما میں نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی ای نہین صادر ہوا جہاد تم سے ماضی میں لیکن آیندہ متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنی لما کے امام النحاۃ سیبویہ نے ذکر کیے ہین مگر ابو حیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہون بلکہ انھون نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا زمانہ متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید منکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فتامل - وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ فی الشدائد اور نہین جانا ثابتون میں صبر کرنے والون کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہین ہوے جو بجا ہر صابر ہین اور جو جھوٹے منافق

ہیں حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق میں ہوا جسکا بیان احزاب میں
ہے۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون۔ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ
حیث قلتم لیت لنا یوما کیوم بدر لننال ما نال شہداءہ - اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو ف
کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو - ایسا ہی ابن عباس رض سے
مومنوں کا دعا کرنا مروی ہوا ہے - اگر کہا جاوے کہ تمنے موت تو منع ہے قرطبی رح نے جواب دیا کہ مسلمانوں سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو
جہاد میں صبر و ثبات پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالیں اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہے جو نہیں جائز ہے پس درخواست شہادت کی تھی اگرچہ
مودی بقتل ہو مترجم کہتا ہے کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقا موت کی تمنا ممنوع نہیں بدلیل
آنکہ اللہ تعالے نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اور حضرت یوسف عہ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس مآل ممانعت
کا جزع و فزع دنیاوی محنت پر ہے اور یہاں شہادت کی امید پر ہے جو قطعاً خیر ہے اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی - اور یہی اثر ابن
عباس رض میں مصرح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہیں ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ اسمیں غلبۂ کفار کی دعا ہے کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہونا
شہادت ہے تو یہ وہم ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ بدر میں باوجود غلبۂ مومنین کے بھی شہید ہوے تھے - فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ - سو تم نے موت کو دیکھ
لیا ف ای سببہ وهو الحرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انہوں نے نہیں دیکھا تھا - وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ - ای بصراء تتاملون الحال فلم انهزمتم - بصراء بضم اول جمع بصیر ہے پس معنے آنکھ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ ہو
حالت میں تامل کی نگاہ کرسکتے ہو کہ کیونکر ہے پھر تم کیوں بھاگے - اصل سوال یہ کہ فقد رایتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہیں
پس مفسر رح کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ میں کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہے اور یہ اخفش رح کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ اسمیں گونہ توبیخ ہے کہ
کہ انھوں نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور بہتر تو یہ تھا یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا و
امتحان کی تمنا کرنا نہیں چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہیں ہے وہ خود امتحان میں لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہے اور اسیکے
موید ہے جو صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تم سے
دشمن سے مقابلہ پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ
اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ
الٹے پاؤں اور جو اپنے الٹے پاؤں پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشّٰكِرِيْنَ ۞ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ
بھلا ماننے والوں کو اور کسی جان کو یہ نہیں کہ مر جاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہے گا

الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ۞
دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمیں سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والوں کو

ونزل في ہزیمتہم لما اشیع ان النبي صلعم قتل قال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب علی معرکہ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالے ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ یعنی محمد مگر رسول ۔ یہ ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہے اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت ہے یعنی کہ اسکے سوا سے یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باری تعالی ہے اور بات یہ ہوئی تھی کہ ہر وزا حد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ ادھر میری طرف آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا ایلچی مل جاتا جو عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس مدینہ جاتا تاکہ وہ ابو سفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوے تو جیسے ہی تھے تم اپنے پہلے دین پر آؤ اور قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمہارے بھائی ہیں پس انس بن النضر رض نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا وہ کعب بن مالک ہیں پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے مان باپ آپ پر قربان ہم کو جب یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوے تو ہمارے دل رعب میں آگئے ہم اُسلیٹے پانون بھاگے پس اللہ عز وجل نے یہ آیت اُتاری ۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگتے میں گذرا اور پوچھا کہ بھلا تم کو معلوم ہے کہ محمد صلعم قتل ہوے تو انصاری نے جو اپنے خون میں لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوے ہون تو وہ دین کو پہونچا چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ ۔ رواہ البیہقی ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ ہر رسول کہ تم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انہیں رسولون کی طرح عنقریب گذر جاویگا ۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کعیرہ ۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ما کان معبودا فتر جعوا ۔ کیا اگر مرا یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (ای لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہے یعنی وہ معبود نہیں تھا کہ اسکی موت و قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو ۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیر رض کی زبان پر اتری کہ جو احد کے روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے تو مصعب رض نے اس ملعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعد رح نے طبقات میں بطریق واقدی روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین ہاتھ میں لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب نشان پر جھک رہے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوے تب نشان گر پڑا ۔ محمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہین کہ سوقت یہ آیۃ ما محمد الا رسول نہین اُتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہے اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہے بحرف او اور یہ جناب باری تعالیٰ سے محال ہے جواب یہ کہ او مساوات حکم کے لیے ہے یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اُٹھانے کا مستوجب نہین ہے اور یہان تو درحقیقت دونون مین سے کچھ بھی نہین واقع ہوا ۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی نے بہت سی آیات مین بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم قتل نہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون ۔ اور واللہ یعصمک من الناس ۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا ۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر وہ نہیں پھرے اور نصاریٰ نے اپنے زعم یا اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوئے مگر نہیں پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا - وانما یضر نفسہ - اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر اوہ اللہ تعالےٰ کا کچھ نہ ضرر کریگا ف بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچاویگا کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا - وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ - نعمہ بالثبات اور اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماویگا شاکرون کو یعنی ان لوگون کو جو شکر کرتے ہین اسکی نعمتون کا ساتھ ثبات کے - یعنی قائم رہتے ہین اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری پر اور اسکے دین کے واسطے لڑتے ہین اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہون یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہین - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کی زندگی مین کہا کرتے کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مر گئے یا قتل ہوئے تو ضرور مین اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤن - رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات مین ہے کہ ابوبکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (سبب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منھ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا - اللہ تعالیٰ دو موتین آپ پر جمع نہ کریگا - ابن عباس نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگون سے باتین کہتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا مین قتل کرونگا) عمر رضہ سے کہا کہ بیٹھو اے عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالےٰ کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہین - اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین - ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگون کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکر نے پڑھی پھر سب کوئی بشر نہین تھا مگر اسکی زبان پر یہی آیت تھی - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین اے وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور صحابہ رضہ ہین پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکر رضہ شاکرون کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گذار اور اللہ تعالےٰ کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بقضائہ كِتٰبًا مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا مُّؤَجَّلًا موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ - یعنی نہین سزاوار ہے کسی نفس کو کہ مرجاوے مگر باذن اللہ (یعنی بقضاء الٰہی) لکھدیا اللہ تعالیٰ نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہوسکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیون بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہین کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ مین ثابت رہنا زندگی کو نہین کاٹتا اگر وقت نہین آیا ہے - نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہین ہے مجازاً ہے اور اس مین نامردون کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قدم کرنا اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہین آہین گھسنا عمر کو کاٹتا نہین ہے اور نہ اللہ تعالےٰ کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہے جیسا کہ اعمش رحہ نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت مین دریائے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدی ہین کہ تم کو کون چیز ان دشمنون کی طرف عبور کرنے سے روکے ہے یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دیگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے - ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا - یہ کہکر دجلہ مین اپنا گھوڑا ڈال دیا انکے پیچھے مسلمانون نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیون نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان مین ایک دوسرے سے کہا دیوان اند - یہ لوگ دیوین اور خوفناک ہوکر بھاگے - رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ - کذا ذکرہ ابن کثیر - وَمَنْ يُّرِدْ بعملہ ثَوَابَ الدُّنْيَا - ای جزاؤہ فیہا - نُؤْتِهٖ مِنْهَا - ماقسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنے اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا اے اپنے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ا ثواب
دنیا فتح و غنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آئندہ اور آگے کے کلام سے جو
بر سبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی ۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۔ ای من ثوابہا ۔ اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہی ۔ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۔ اور قریب ہم جزا دینگے شکر گزارون کو ۔ یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ
انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی ۔ اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا مین نے
اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا ۔ یعنے
حواس و عقل سب سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عز و جل ہی ۔ اور آیت مین تو لیض ہی ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے ۔ اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہنے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق
فقط ایک نیت کا ہی اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص
کے لیے وہی ہی جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری و مسلم و اہل السنن و المسانید و غیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف[۲] عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔ اللہ عز و جل نے اس خطاب مین سب کو عتاب
کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہنچوا دیے کہ بلا واسطہ جتنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تنزل کیا اور حالت فرقت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و اخلاص سے مضطرب
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمہارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عز و جل کو مشاہدہ و معاینہ کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم
ہوتی ہی قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالی ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کی وجہ
سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت و بندگی محض ذات باری تعالی عز و جل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیا و اولیا پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین و آگاہ کرین کہ او تعالی نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کردین ۔ پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا (اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو) کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رض نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالی کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہو گا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق وانکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا نچاہیے کہ انکے مراتب مین نقصان ہے بلکہ یون سمجھو کہ یہ انہین کا مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہے بخلاف اُن احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر رہے اُنکو غضب ولعنت کے ساتھ ہے اور بعض اُنکو جو آئندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہے فہا کیش ملا ہوا فافہم ۔ قولہ تعالیٰ افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا ۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبر واس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ الشاکرین ۔ یعنی ابوبکرؓ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان ویقین رکھنے مین یہ مزید جزاء شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور انکا شکر یہ ہے کہ پروردگار کے معاملہ وولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزاء کے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا ۔ **واسطی** رح نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند ہوگئین سوائے ایک مرد کے جس نے ان سب پر فضل ظاہر کیا اسوجہ سے کہ انپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے عاجز رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکر کی فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا **قال المترجم** اس قول کے معنے یہ ہین کہ اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی واضطراب وشک وبدگمانی کیا ہے تم تو اللہ عزوجل کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہے اب بھی اسی کی عبادت کرو اور حضرت صلعم کی تجہیز وتکفین کرو اور اسمین اشارات وحقائق ہین کہ مین گنجائش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہو **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہے کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد انکہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک کہ مرجاؤن واللہ مین انکا بھائی دولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہے رواہ الطبرانی تو جواب یہ ہے کہ کمال صدق ایمان ہے اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت مین مصرح ہے اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی اور اس واسطہ سے راہ بند ہوکر تاریکی ہوئی تو حیرانی وحیرانی سب پر چھاگئی سوائے اس کے جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری ہے یہانتک کہ ابوبکر رضہ نے اسپر پڑھ دی پھر انہین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ اسی آیت کو پڑھتا تھا ۔ اور سعید بن المسیب نے عمر رضہ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہوگئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث البخاری مطولا ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکر رضہ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکرؓ وانکے صحاب ہین اور کہا کہ ابوبکر ہی سب سے زیادہ شاکر اور سب سے زیادہ محبوب نکلے اللہ تعالیٰ کی طرف ۔ اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابوبکرؓ افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور مومنین سوائے ابوبکرؓ کے دوسرے کو ۔ یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی ارادہ الٰہی عزوجل جاری ہے کہ او تعالیٰ ابوبکرؓ ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہے اور اسی کے ارادہ سے مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحیٰی منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہیں جب تک ابوبکرؓ کے افضل ہونے کا قائل ہو اور مترجم کہتا ہے کہ بعض کہا کا قول ہے کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہو گا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس میں اہل حق وجنکو نور ایمان حاصل ہے کسی نے خلاف نہیں کیا سوا ے انکے جو اپنی ہوا ے نفس کے پابند ہیں۔ قال الشیخ ابو الشیخ حسین نے فرمایا کہ رسول کے واسطے نہیں مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا اپر کشف کیا گیا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے اُنسے پوچھا گیا کہ کس چیز میں ملاء اعلیٰ ایک دوسرے پر پیش قدمی چاہتے ہیں یعنی انھون نے کوئی حس نہیں پتا اور نہ جانا پھر جبکہ انسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت سے واقع ہوئی اور انھون نے شہود حق عز و جل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ ضعیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھون نے تمام علوم کو بیان فرمایا قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت میں دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں خدمت میں حاضر ہون فرمایا کہ کس بات میں ملاء اعلیٰ یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیشقدمی کرتے ہیں تا آخر حدیث رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیون پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام علوم کا جہانتک امکان بشری ہے انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالیٰ مخلوق میں قدیم ہو جانا محال ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہے کہ زندہ کو موت دیتا ہے کہ اعظم از ایجاد زندہ ہے اور عجیب از ابقاء زندہ ہے اسواسطے کہ موجود میں تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہے بخلاف معدوم کے کہ اسمین کچھ قدرت نہیں ہے۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف اشارہ ہے کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہیں ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد و مناجات کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہے اور واسطی رح نے فرمایا کہ کوئی نفس نہیں کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہے قولہ تعالیٰ ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہے اور ثواب آخرت مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مشاہدہ سے دیدار باقی مراد ہے۔ قال اور نیز ثواب دنیا محبت ہے اور ثواب آخرت قربت ہے اور نیز ثواب دنیا تو صحبت اولیا ہے اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہے اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجا لانے کا الہام ہے اور ثواب آخرت جنت و اسکی نعمتیں ہیں قال المترجم یہ تفسیر اشیہ نظاہر ہے در حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ لَا مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

اور بہت نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہیں تکلیف پہونچنے سے اللہ کی راہ میں

مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

نہ سست ہوے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والون کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ

کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے نہ یادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ع ۱۵

قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

وَكَاَيِّنْ ۔ کم ۔ یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہے ای بہتیرے ۔ پس مفسرین کے نزدیک احتمال ہے کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہے کہ مرکب

ہو جیسا کہ خلیل و سیبویہ نے کہا کہ ای اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت
نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے۔ مِنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۔ وفی روایۃ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قتل بروزن مجہول ابو عمرو
و ابن کثیر و نافع کی قراءۃ ہے اور ایک قراءۃ میں قاتل از مفاعلت آیا ہے یہ باقیون کی قراءۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے مَعَهٗ خبر
مبتدارہ ۔ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۔ جمع کثیرہ یعنے معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر موخر ہے ف مفسرین کے اسمین کئی قول ہیں اول
قُتِلَ مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیون کو اس سے کبھی کچھ ضعف ایمان
لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر و حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مارا نہیں گیا۔ مترجم
کہتا ہے کہ آیۃ کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ بمعنے جہاد ہونا ضرور نہیں ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی
القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے۔ بالجملہ قُتِلَ میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہوگی (دوم) بہت سے نبی قتل ہوا ہے ایک کہ جسکے ساتھ بہت
سی باقی جماعتیں ہے دوم آنکہ قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی میں ربیون
کثیر مارے گئے اور اسی کو زمخشری نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وہنوا۔ پھر وہ لوگ سست نہوتے، البتہ مقتول ہونے کے کیونکر
کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود رہتا ہے۔ اسی واسطے ابو عبید نے قاتل کی قراءۃ اختیار کی کیونکہ آیتون کے معنے مستقیم
رہتے ہیں اور اسوجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہوگی تو مقتول کی مدح بدرجہ اولی ہوگی بخلاف اسکے عکس کیا اور یہی وجہ سوم ہے۔ چہارم آنکہ
کلام میں حذف ہے تقدیر یہ کہ وکاین من نبی قتل ومعہ ربیون کثیر۔ یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پر وہ بعد نبی کے مقتول ہونے
کے ضعیف و سست نہ ہوئے۔ اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم میں مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ
اس صورت میں بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے ای درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھا اور یہ جو وجہ ہے اور اسکو محمد
بن اسحق نے ذکر کیا اور سہیلی نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے ان آیات میں اور آیات
سابقہ میں ان مسلمانون پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالی نے اسمین
ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا اور حالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوئے تم کیون بھاگے کیا نبی کے مقتول
ہونے سے کوئی اللہ تعالی کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے قال المترجم لیکن قول حسن و سعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسر
نے ذکر کیے ہیں ابن کثیر نے ابن عباس و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطاء سے ذکر کیے ہیں اور حسن نے کہا علماء کثیر ہیں اور ابن مسعود
سے ربیون ای ہزارون۔ اور کلبی سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب پھر کسرہ اول بسبب تغیر نسبتی کے
جیسے بصرہ و بصری بکسر اول۔ اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے۔ فَمَا وَهَنُوْا ۔ جبنوا پھر یہ لوگ نامرد نہوئے۔ لِمَا
اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ من الجراح وقتل انبیائہم واصحابہم۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انپر راہ الہی میں ہوئی ف کہ زخمی
ہوئے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے۔ وَمَا ضَعُفُوْا ۔ عن الجہاد۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوئے۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا ۔
خضعوا العدوہم کما فعلتم حین قتل النبی صلعم۔ خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہیں پڑ گئے ف کہ جو جیسے کہ جیسے
تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ میں گذرا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش
سے امان مانگیں اور ڈھیلے ہو گئے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۔ علی البلاء ای یثیبہم۔ بلا و جہاد پر صبر کرنے والون کو اللہ تعالی

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہیں نکلتا تھا سوا اسکے کہ اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا الحد۔ فِيْٓ اَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وھضما لانفسہم۔ انھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخش دے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون میں ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے برے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علی الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت و غنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ تفاسیر موجودہ مین فتح و غنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ سہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق مین کسی پر حلال نہین ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیرؒ نے فتح و عافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اسواسطے کر دی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت و تقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکارون کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا تو تم کو پھیر دینگے اُلٹے پانون پھر جا پڑوگے

خٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ○ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

نقصان مین بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ○

اور بڑی بستی ہے بے انصافون کے لیے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر بنے ہین اطاعت کرلو ف جیسی کا تم کو حکم کرتے ہین یعنی رائے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ الی الکفر۔ تم کو یہ کفار تمھارے الٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بناوینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمھارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم کافرون کی بات مانوگے تو الٹے پانون کافر ہو جاؤگے۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ تو دنیا و آخرت دونون مین خوار ہو جاؤگے

ف اسطرح کہ دشمن کی اطاعت ذلت وخواری ہی اور آخر کفر کی طرف موودی ہوکر عاقبت کا عذاب ہی- بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ناصرکم
یعنے مولی بمعنے ناصر- ای فتح دینے والا ہی اور بعض قراءۃ بین- اَللّٰهَ- بنصب ہی پس بل اطیعوا اللہ- بلکہ اللہ تعالے ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ- فاطیعوہ دونہم پس اسکی طاعت کرو نہ کافرون کی- سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ- بسکون العین وضمہا الخوف وقد عزموا بعد ارتحالہم من احد علی العود واستیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا اکثر کی
قراءۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر وکسائی کی قراءۃ بضم عین ہی اور معنی اس کے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہووے
تو راہ میں کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے سے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کہ ان کو جڑ سے کھود دین پس
انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللہ تعالی نے فرمایا- المعنے عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے- یہ اکثر مفسرین کا قول ہی
اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہونچکر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آوین پس ابوسفیان ومشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان نے
پہاڑی کے کونے پر آکر باتین کین اور کہا کہ ای محمد ہمارا تمہارا وعدہ سال آیندہ مین بدر کا مقام ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے
اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ سنلقی مین استقبال کا ہی پس یہ زمانہ احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہی کہ مطلقا رعب ڈالنے کے وعدے پر
اسواسطے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب وخاسر واپس گئے مین کہتا ہون کہ
سخت خوفناک ہوکر واپس ہوے تھے جیسا کہ غزوۂ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہی واللہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی- بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ- ای بسبب اشراکہم باللہ- مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
حجۃ علے عبادتہ وہو الاصنام- یعنی ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللہ تعالی کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو
کہ نہین اتاری اللہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر- اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی راے سے اللہ تعالی کا شریک
بنایا تو اللہ تعالی انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تفسیر انکی موافقت سے ہی ورنہ سواے حق عز وجل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اتاری ہی- وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ- اور آخرت مین ان مشرکون کا
ٹھکانا جہنم ہی- وَبِئْسَ مَثْوَى- ماوی- الظّٰلِمِيْنَ- الکافرین ہی- یعنی برا ٹھکانا ہی ظالمون کا یعنی کافرون کا یعنی آگ-
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہی اور ظلم سے شرک وکفر مراد ہی کیونکہ شرک ظلم عظیم ہی ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
مین سے ہی چنانچہ ابو امامہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مجھے انبیاء پر فضیلت دی چار باتون سے- اسمین یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہی میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور ومسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکڑے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالی نے اسکے
دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ- رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے بھی وہی ہونگے کہ راہ مین سے
اور دوہر قصد نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللہ مولاکم- یعنی محبت ازلی کیساتھ تمہارا صاحب ہی اور تمہارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہی اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمہارا نگہبان ہی اور تمہارا ناصر ہی اسوقت مین کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اٹھاؤ
اگرچہ تمہارے نفس اسکے اٹھانے سے انکار کرین- اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو اوامر و نواہی بجالانے و بازرہنے کا تمکو حکم دیا ہی انکی

برداشت میں تمہارا معین ہے۔ اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت میں تمہارے امور کا متولی ہے اور ابن عطاءؒ نے خیر الناصرین میں کہا یعنی تمہارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہے قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد میں جہاد نفس بھی داخل ہے

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکوں کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰٮكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۗ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر میں اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکوں سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو۔ اور اللہ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○

فضل فرماتا ہے مومنوں پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ - ایاکم بالنصر یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے سچا کردیا۔ معالم میں مذکور ہے کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہے کہ جب اُحد سے واپس ہو کر مسلمان مدینہ میں آئے تو بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کہاں سے پہونچی حالانکہ حق تعالیٰ نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدہ نصرت ہے یا وعدۂ انزال ملائکہ ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہیں سے ایک قول ہے کہ قولہ تعالیٰ ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین۔ بروز احد واقع ہوا ہے۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروۃ بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو صبر و تقویٰ پر پانچ ہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانوں میں سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اُٹھالی گئی۔ بہرحال صدق وعدہ سے ابتدائے روز میں فتح دنیا مراد ہے چنانچہ فرمایا۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ ۔ تقتلونہم ۔ بِاِذْنِهٖ ۔ بارادتہ۔ جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنی انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنی بارادۂ الٰہی۔ اور قاموس میں ہے کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہاں معنی اول ہیں کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہیں ہوئے اور صحاح میں ہے کہ حسہ ابطل حسہ۔ اسکی جنبش مٹادی۔ الحاصل اللہ تعالیٰ نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا ۔ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ ۔ جبنتم عن القتال ۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہوئے جہاد سے ف ۔ یعنی جہاد سے نظر اٹھا کر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہے۔ وَتَنَازَعْتُمْ ۔ اختلفتم ۔ فِى الْاَمْرِ ۔ ای امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذہب فقد نصر اصحابنا و بعضکم لا تخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اختلاف کیا تم نے حکم معلوم میں ای حکم نبی صلعم میں کہ سفح جبل میں ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یوں اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگوں کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کریں گے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر یہ اختلاف ہے پس واو عطف

تفسیری کا ہے اور الامر کا الف لام عہد ہے۔ اور اختلاف در اصل انھین لوگون نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھون نے جو وہین کھڑے رہنے پر جمے
تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونون کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اختلاف
کرنے والون مین سے جو قول صواب پر ہین وہ خدا اور رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والون سے مخالف ہوتے ہین لہذا بیان کر دیا کہ خلاف
صواب پر کون تھے بقولہ۔ وَعَصَيْتُمْ۔ امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ۔ اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی ف پس تم نے مرکز چھوڑ دیا
بغرض غنیمت چاہنے کے۔ مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم۔ اللہ۔ بعد از آنکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالی نے۔ مَّا تُحِبُّونَ جسکو تم چاہتے
تھے ف یعنی فتح کو و جواب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ۔ اور جواب اذا کا محذوف ہے اسپر ما قبل دلالت کرتا ہے یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم
نصرہ۔ جب تم نے ایسا ویسا کیا تو اللہ تعالے نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالی نے اپنا وعدہ نصرت تم پر سچا کر دیا
کہ تم نے اپنی فتح و قتل کفار کو دیکھ لیا یہان کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
مین باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالی نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھون
دیکھ چکے تھے۔ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا۔ فترک المرکز لاجل الغنیمۃ۔ بعض تم مین سے دنیا چاہتا تھا پس اسنے مرکز کو دنیاوی
مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا۔ وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ۔ فثبت بہ حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر واصحابہ اور
بعض تم مین سے آخرت کا طالب تھا پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سوارون نے انکو شہید کر ڈالا مانند
عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیون کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا
مین شامل ہوئے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی مین ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع مین تھی دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اذ تحسونہم
باذنہ۔ تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالی کے حکم سے کمافی روایۃ احمد عنہ مرسلاً۔ اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر مین قسم کھاتا کہ ہم مین سے
کوئی دنیا نہین چاہتا تھا تو امیدوار ہوتا کہ مین سچا ہون یہانتک کہ اللہ تعالی نے نازل فرمایا منکم من یرید الدنیا۔ بالجملہ پہاڑ کی جماعت مین
سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داود سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالے کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنا پر ہوتا ہے پس یہان
بھی اکثرون کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا۔ ثُمَّ صَرَفَكُمْ۔ اے ردکم بالہزیمۃ عَنْهُمْ۔ ای الکفار۔ پھر پھیر دیا تم کو بھگا کر
انسے یعنی کافرون سے۔ یعنی بھاگنے سے تمہارے منہ کافرون سے پھر گئے۔ بعض نے کہا کہ بھید یہ ہے کہ جب انھون نے دنیا کی طلب مین
کافرون کی شرکت کی تو اس جہت مین انکے مانند ہوئے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالی
و رفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو۔ اور نیز آیت مین یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے
تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عموماً شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتون کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہے اور
یہ حدیث صحیح مین بھی آیا ہے۔ بالجملہ تمہارے معصیت وغیرہ پر کافرون سے تمہارا منہ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ
لیمتحنکم۔ فیظہر المخلص من غیرہ۔ یعنے کافرون سے تمہارے منہ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و
غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ او تعالے دانا تر ہے۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ۔ ما ارتکبتموہ۔ اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا اور یہ
نص ہے کہ اللہ عز و جل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ معفو ہوتا ہے برخلاف قول خوارج کے جو
کہ وہ نہین مانتے ہین قاتلہم اللہ تعالی اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم بمعنے استبقاکم ہے اور تم کو باقی رکھا مٹا نہین دیا اور یہ تفسیر باطل ہے کیونکہ یہ وجہ

عدول از ظاہر ہے - وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ - بالعفو - اور اللہ فضل والا ہے مومنون پر ساتھ عفو کے - اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہے پس رد ہوگیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہین کہ وہ مومن ہوتا ہے نہ کافر بیچ مین لٹکا رہتا ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہے - قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ جاننا چاہیے کہ جہان اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو در واقع ازل مین اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیرامت و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین تھی بخلاف کافرون و مشرکون کے کہ وہ اس راہ مین آنے ہی نہین پائے ہین انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و بادیہ ضلالت مین ہے پس گویا دونون لغزشون مین اس راہ سے بالکل تباین و جدائی ہے اور آسمان و زمین کا فرق ہے جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارات کو راہ مستقیم والون کے حق مین ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم مین سے بعض وہ شخص ہے کہ قدیمی غناء سے متصف ہوگیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت مین شکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم مین سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدیس کی صفت مین آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا ایسے بندے خلعت فقر کے ساتھ آراستہ ہوتے ہین کہ توحید مین تجرید کرتے ہین اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ ان کتابون مین معروف بحدیث ہے اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہان بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہین ہے شاید شیخ رح نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم - اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ و اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمھاری ہمت بھی حوادث و مخلوقات دارین مین ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ولایت مین لیا اور تمھاری صفات سے تمکو خالی کر دیا اور تمھارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور انکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہین (ف) واضح ہو کہ ابتدائے جنگ احد مین اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا رستہ لیا چنانچہ آیندہ آیات مین فرمایا بقولہ تعالےٰ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی مین پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمھارے تنگ کرنیکا

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ　ثُمَّ اَنْزَلَ

تاکہ تم غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمھارے کام کی پھر تم پر اتارا

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم مین بعضون کو اور بعضون کو فکر پڑی تھی اپنے

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلون کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہے

مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہین اپنے جی مین جو تجھ سے ظاہر نہین کرتے کہتے ہین

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ

اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ

جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا

مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ

جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن

الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ

بھڑ ہی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ انکو عفو کر چکا

عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝

نصف ، ع

اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

اذکروا۔ اِذْ تُصْعِدُونَ ۔ یتعدون فی الارض ہاربین ۔ یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنی زمین میں بھاگے ہوئے ۔ پس کلمہ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم یا عنا عنکم یا لیبتلیکم سے متعلق ہے اور عکبری نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہو پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر رح ہے ۔ پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منھ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد بھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے ۔ اسیواسطے مفسر رح نے یتعدون فی الارض کہا ۔ پھر یہاں شبہہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب دیا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین وادی کے چڑھے پس اصعد لائق ہے اور مفضل رح نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہے ۔ پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی کر کے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پا کر خالد بن الولید کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہ رض کے والد کو قتل کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہ رض نے معاف کر دیا مگر ایسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے تھے کہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیر رض نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے اُحد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہگئے اور صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ درحقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیل ع و میکائیل ع حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص ۔ اور طلحہ بن عبید اللہ نے اُسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسّی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابوبکر رض فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا ۔ اور جو لوگ

بھاگے اُنہیں کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا اذ تصعدون - ابن کثیر نے کہا ہو فی الجبل ہاربین من اعدائکم یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے تھے یعنی اپنے دشمنوں سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون عَلٰۤی اَحَدٍ - اور نہیں اقامت کرتے تھے تم کسی پر بسبب خوف و دہشت کے - وَّالرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ فِیۡۤ اُخۡرٰىکُمۡ - ای من ورائکم یقول الی عباد اللہ الی عباد اللہ یعنی رسول پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو - فَاَثَابَکُمۡ فجازاکم غَمًّۢا - بالھزیمۃ - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفۃ وقیل الباء بمعنی علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمۃ یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازاً ہو یعنے بدلہ جزا دی تم کو غم بذریعۂ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے یعنی تمنے رسول کو غم دیا اس کی نافرمانی کرکے بہنے تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ بغم کی با رسببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہو ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل آنحضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہو جو انس بن النضر رضی نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوئے تو جی کر کیا کروگے اسی راہ پر مرو پھر مسلمانون کی ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کرکے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہو مین تو جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس مشرکون سے سخت لڑائی لڑکر شہید ہوئے کما فی الصحاح - لِّکَیۡلَا تَحۡزَنُوۡا متعلق بعفا او باثابکم فلا زائدۃ - یعنی تم کو عفو کیا تاکہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہو اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہو لہذا مفسر نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہو مگر اسوقت مین لا زائدہ ہوگا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تاکہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ من الغنیمۃ یعنی چیز پر جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَاۤ اَصَابَکُمۡ من القتل والھزیمۃ - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ہکذا قال ابن عباس وعبد الرحمن بن عوف والحسن وقتادۃ والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تاکہ غم سہنے کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے کہ اللہ عز و جل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ - تم جو کرتے ہو اللہ تعالے اس سے خبردار ہو - ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَۃً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنۃ مفعول اور نعاسًا اسکا بدل ہو ای امن وہی کہ جو نعاس ہو اور بعض نے کہا امنۃ حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون ہو نعاسا ذا امنۃ اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہو - یَّغۡشٰی - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءۃ بالیاء التحتیۃ ہو اور حمزہ و کسائی کے نزدیک بتاء فوقیہ ہو بنا بر اینکہ ضمیر راجع بامنۃ ہو - طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالی نے تم پر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وھم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منھم - یہ گروہ مومنین سے تھے پس ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَآئِفَۃٌ منکم - قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ - ای حملتہم علی الھم فلا رغبۃ لھم الا نجاتہا دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم ینا موا وھم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے انکو غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوائے جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین تھے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہو کہ ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالی کی طرف سے امن ہو اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہو روا ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہ رض سے روایت ہو کہ مین نے بروز احد

اپنا سر اٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور ان میں سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور
بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا میں بھی ان لوگوں میں تھا جنکو نعاس نے گھیر لیا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور میں اٹھا لیتا
پھر گر پڑتی پھر اٹھاتا کئی بار گر پڑی - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اہل ایمان و ثبات و توکل و یقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک
و ریب تھا یعنی منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے
کہ اسلام کا فیصلہ ہو گیا چنانچہ دوسری آیت میں کہا - بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اہلیہم ابدا - بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول و مومنین
اپنے لوگوں کی طرف اب کبھی پھر کر نہ جاوینگے - یہاں فرمایا - يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ - ظنا - غَيْرَ - ظن - الْحَقِّ ظَنَّ - ای ظن - الْجَاهِلِيَّةِ
حیث ظنوا ان النبی قتل ولا ینصر - گمان کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہے مانند گمان جاہلیت کے ف
کیونکہ ان منافقوں نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول ہو گئے ہیں یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا
کہ میں نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر اونگھ بھیجی سو کوئی ہم میں سے
نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ میں لگا تھا - اور کہا کہ واللہ میں معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہوں کہ وہ کہتا تھا
لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ہہنا - پس میں نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا
يَقُولُونَ هَلْ - ا - لَنَا مِنَ الْأَمْرِ - ای النصر الذی وعدناہ - مِنْ - زائدۃ - شَيْءٍ - یہ منافقین کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے
لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی - قُلْ - لہم - إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ - بالنصب توکیدا والرفع مبتدا خبرہ -
لِلّٰهِ - ای القضاء للہ یفعل ما یشاء - کہدے ان منافقوں سے کام سب کا سب - حاصل ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنی حکم قضا
سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے - پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہے تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ میں کلہ کو
رفع ہے پس یہ مبتدا اور - لِلّٰهِ - خبر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان ہے - يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ - یظہرون - لَكَ - اپنے
دلوں میں وہ چیز چھپاتے ہیں جو تجھے نہیں ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کر دیا کہ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا
مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا - ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا - منافقین کہتے ہیں کہ اگر
اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہ ہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے - قُلْ - لہم - کہدے انکو کہ - لَوْ كُنْتُمْ
فِي بُيُوتِكُمْ - اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے - وفیکم من کتب علیہ القتل - اور تم میں ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہے - لَبَرَزَ -
خرج - الَّذِينَ كُتِبَ - قضی - عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ - منکم - إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ - مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم
لان قضاء اللہ کائن لا محالۃ - تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی میں لکھا گیا انپر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہوں کے
ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضاء الٰہی تو لا محالہ ہونے والی ہوتی ہے - حاصل آنکہ تم میں سے جنپر حکم
ازلی ہو چکا ہے کہ فلاں جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر میں بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہیں پہونچتے جہاں انکے
قتل کی جگہ لکھی گئی ہے کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہے ف فقہ آیہ میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و
سبب ظاہری و جگہ کا ناسب مقدر کیا ہے اور قضاء و قدر پر ایمان واجب ہے اور جو واقع ہوتا ہے وہ تقدیر ہے تدبیر جو کچھ چیز نہیں پھر لائے تدبیر کو
جو درست کہتے ہیں تو یہی جو قضاء و قدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہے جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہے اور مجازا جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

اسکولوگ رہت کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری ہتی علی ہذا القیاس اور جسنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر یہی پس واقع ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہی اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہی افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان ایسے گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہی کہ تدبیر سے بادشاہ کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر ہوگئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہی مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر اپنی عقل پر بھروسا کرکے کہے جاتے ہین کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لیجاتی ہی جو بات عقل مین نہ آوے وہ غلط ہی حالانکہ خود ہی اقرار کیے جاتے ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزہ خبر غیب ہی کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس مین کہتے تھے اسکو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ وَ - فعل فاعل باحد - لِيَبْتَلِيَ - یختبر - اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ - قلوبکم - اور یہ کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالیٰ جو تمہارے سینون مین یعنے دلون مین ہی - مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ علت فعل مقدر کی ہی یعنی جو کچھ احد مین اللہ تعالیٰ نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمہارے سینون مین ہی یعنی اخلاص یا نفاق - اور یہ کلام خوب مربوط ہی کہ پہلے ذکر کردیا کہ ان مین نفاق والے ایسے ویسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے احد مین یہ مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونگھ انھین کو آئی جو مخلص تھے اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے - وَلِيُمَحِّصَ - یمیز - مَا فِي قُلُوبِكُمْ - اور تاکہ خالص و تمیز کردے جو تمہارے دلون مین ہی - اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہی چنانچہ فرمایا - وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ - بما فی القلوب لایخفی علیہ شیٔ وانما یبتلی لیظہر للناس - حال یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا ہی ذات الصدور کے ساتھ یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہی اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر ہوجاوے - یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہوجاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہوے ہین دردمند نے اسمین حکمت کو دخل دیا تو اسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہوگیا - پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش صادر ہوئی تھی پس فرمایا - إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا - عن القتال - مِنْكُمْ - تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری - یعنی لڑائی سے يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ - جس دن کہ بھڑین دو جماعتین - جمع المسلمین وجمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوائے بارہ آدمیون کے إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ - ای ازلہم الشیطان - بوسوستہ سوائے اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسے - بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا - من الذنوب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی تھی انھون نے یعنی بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہی کہ استزل بمعنے ازل لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہین بلکہ تعدیہ کے واسطے ہی اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور اسپر آمادہ کیا - اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا - وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ - اور البتہ عفو کیا اللہ تعالیٰ نے انکا یہ گناہ یعنے مٹ دیا - إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ - للمومنین - اللہ تعالیٰ غفور ہی یعنی مومنون کے واسطے نہ کافرون کے واسطے - حَلِيمٌ - حلم والا ہی - یعنی گناہگارون کو جلدی نہین پکڑ لیتا ہی بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہی اور عصاۃ جمع عاصی

مانند وحاۃ وولاۃ جمع داعی وبادی ووالی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ۱۲ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور صحیح میں تیرہ۱۳ آدمی بیان کیے جنمیں سے چھ آدمی مہاجرین سے باین نام لکھے کہ ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور بعض اہل سیر نے تینتیس۳۳ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہیں ظاہرا حادیث میں حصر مقصود نہیں ہے پس بنابر شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو آدمیوں کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ احمد اور دوسری روایت احمد میں براء بن عازبؓ سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد و رواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث جابرؓ میں گیارہ۱۱ مرد انصاری اور بارھویں طلحہ بن عبیداللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ اور حدیث بخاری میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں - اور ثابت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو قسم ولائی کہ تم اسمیں شریک نہو - اور مصعب بن عمیرؓ حضرت کے آڑے آ گئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر ہے کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافرون نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران و متحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو سنکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اسواسطے کہ نو آدمیوں والی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی پر جاتے جاتے وہ سب شہید ہو گئے حالانکہ قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ میں قسم کھایا کرتا تھا کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل زرہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہان ذراسی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حرث بن صمہؓ سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لڑکھڑا کر زمین میں گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو اٹھا لے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا - اسکی قوم نے کہا کہ تجھپر کوئی خوف نہیں یہ تو چھیل سا گیا ہے وہ کہتا تھا کہ ہائے اگر یہ زخم تمام ربیعہ و مضر دونوں گروہ پر ہوتا تو مر جاتے میں نہ بچونگا تم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا - آخر وہ مردود بطن رابغ میں ہو کر مر گیا اور واقدیؒ نے محمد بن اسحٰق کے واسطہ سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن رابغ میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمیں سے ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہے اسکے ساتھ ایک شخص ہے وہ فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے ذکر کے لکھا کہ صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب شدید اُسپر ہے جنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اسپر جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا - وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً پھر زخمی کرنے والوں پر سال نہ گزرا کہ وہ کافر ہلاک ہوے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے - بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسلا روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر چلتے چلتے پہونچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبیداللہ کے پاس جو مہاجرین و انصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ رسول اللہ صلعم قتل ہوے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہکر کیا کروگے مشرکون سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکون کی طرف چلے راہ میں سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہان جاتے ہو - میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہون یہ کہکر رواں ہوے اور لڑکر شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ - یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود بیان کیا لوبکرؓ کا

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہوگئے تو مسلمانون مین ایک دوسرے کو خبر نہوئی متفرق ہوگئے چنانچہ ابو داؤد طیالسی کی روایت مین صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے مین نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونون سعد کے بیچ مین ظاہر ہوئے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ مین تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد و الحاکم و ابن ابی حاتم و البیہقی مترجم کہتا ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ[۱۲] آدمی پر محمول کرکے یہ وہم کا نہ کھاوین کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہوکر متحیر و متردد ہوتے ہین فافہم ۔ ہان حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والون مین تھے اور عبدالرحمن بن عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ مین روز احد مین بھاگا و تھا ۔ جسکے جواب مین حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے کیون عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالی نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ مین اس طریقہ کو بجا لانے کی طاقت نہین رکھتا ہون اور تمسے بھی اوہنین ہوسکتا ہے کما فی روایۃ احمد ۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا کہ قریش ہین بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ مین آپ سے ایک سوال کرنے والا ہون آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ مین آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہون کہ آپ جانتے ہین کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہان ۔ بولا آپ جانتے ہین کہ بدر مین شریک نہ تھے فرمایا ہان ۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان مین شریک نہ تھے فرمایا ہان ۔ یہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہان آ کہ مین تجھے خبر دون اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان کر دون عثمان کا بروز احد بھاگنا ۔ سو مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کر دیا ۔ اور رہا بدر سے غائب ہوتا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت مین حضرت صلعم کی دختر تھین جو مریضہ تھین انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر مین حاضر ہوا اور عثمان کے حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان مین موجود نہوتا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ مین کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجائے عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالی و اسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس رسول اللہ صلعم نے اپنے بائین ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ مین مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب ان جوابون کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ بالجملہ اسمین کوئی شک نہین کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگون کو جو فرار کر گئے تھے معاف کر دیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانون کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد مین بتلا در بسامان تھے واللہ اعلم اور سراج مین کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا مقتضی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ

اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوے اور کہا اپنے بھائیون کو جب سفر کو نکلے ملک مین

أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ

یا ہوے جہاد مین کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کردے اللہ تعالی یہ بات حسرت انکے دلون مین

وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ ۹

اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالے تمھارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالی کی راہ مین یا مر گئے تو بخشش

لہ ؛ عثمان و رقیہ سے اولاد سے ۱۲

مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ○ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ○
اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہین اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہوگے
یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا - ای المنافقین - اے ایمان والو تم کافرون کے مانند نہو جیو ف
یعنی منافقین کے مانند نہو جیو - جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہوتے
تو نہ مرتے - اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا
اور دوم - وَقَالُوْا لِاِخْوَانِہِمْ - ای فی شانہم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا - حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی
شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا - اور بھائیون سے یا تو اعتقاد ونفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ
جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپس مین بھائی ہین اور اول اظہر ہے - اِذَا ضَرَبُوْا - سافروا جب
انکے بھائیون نے سفر کیا - فِی الْاَرْضِ - فماتوا - ملک مین پھر سفر مین مر گئے - اَوْ کَانُوْا غُزًّی - جمع غاز فقتلوا - یا انکے بھائی جہاد کرنے
نکلے تھے پھر مارے گئے کہ - لَوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا - اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے
ف یہ اُن کافرون ومنافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع
کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسر نے کہے - ای لا تقولوا کقولہم - یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہو اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجیو جیسے منافقون کا حال ہے
کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لاعلاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ
تعالی نے ان دنیاوی ذلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا - لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ - القول فی عاقبۃ امرہم تاکرے اللہ تعالی یہ قول انکے انجام
کار کے حق مین - حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِہِمْ - حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے
گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا اور لیجعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول انپر حسرت ووبال ہو جائیگا - اور بعض مفسرین نے کہا کہ در
صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا انپر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت وقتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرت مین نہین پڑتے کیونکہ
انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تا کہ یہ قول فقط
انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے - پھر برہان کے طور پر یہ سمجھایا کہ - وَاللّٰہُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ - اور اللہ تعالی ہی زندگی دیتا اور موت دیتا
ہے ف فلا یمنع عن الموت قعود - پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے - مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی
قطع ہو جاتی ہے اور حاصل رد یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالی کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالی اکثر مسافرون ومقاتلون کو ثواب وغنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور
بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے - وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء التحتیۃ ابن کثیر
وحمزہ وکسائی کی قراءۃ ہے بنا برینکہ وعید کافرون کو ہے - بَصِیْرٌ - فیجازیکم - اور اللہ تعالی جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر ومنافق کرتے ہین)
خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا - وَلَئِنْ - لام قسم - یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط - قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
ای الجہاد - یعنی جہاد مین - اَوْ مُتُّمْ - بضم المیم وکسرہا من مات یموت ویمات ای اتاکم الموت فیہ - یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات
یموت اور نافع وحمزہ وکسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات ہے اسمین خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ یکسان ہین یعنی
راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوئے یا مرے تو - لَمَغْفِرَۃٌ - کائنۃ مِّنَ اللّٰہِ لذنوبکم - وَرَحْمَۃٌ منہ لکم علی ذلک

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - من الدنيا بالتمار والبيا والبيت وه مغفرت جو حاصل ہو اللہ تعالیٰ کیطرف سے تمھارے گناہوں کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر - یہ بہتر ہو اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (در صورتیکہ تجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہو یا جمع کرتے ہیں کفار در صورتیکہ قراءۃ بیا تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہے) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمۃ مبتدا ہو اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہو اور یہ جملہ جواب قسم ہو اور لمغفرۃ موضع فعل میں ہو پھر جواب شرط محذوف ہو کیونکہ جواب قسم ہو اس کے قائم مقام کافی ہو - لمغفرۃ و رحمۃ کی تنوین اولیٰ یہ ہو کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت و رحمت بھی اس تمام سے کہیں بہتر ہو جو وہ جمع کرتے ہیں اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی بہتر نہیں ہو جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کرلیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح میں ہو کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہو قالہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ ہیچ لوکہ تم جا ہو کسی طرح مرو خواہ مرو خواہ مرو گے اور جب مرو گے تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منھ لیکر جانا بہتر ہو - وَلَئِنْ - لام قسم - مُّتُّمْ بالوجہین - یعنی بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہو - أَوْ قُتِلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد میں یا کسی اور طرح مرو - لَإِلَى اللَّهِ - لا الی غیرہ - تُحْشَرُونَ - فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ
سو کچھ اللہ کی مہر ہو کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ○
اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلوں کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ - ما زائدۃ - یعنی ما زائدہ ہو جیسا کہ قتادہ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہو عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے لاتے ہیں جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم - اور نکرہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللَّهِ لِنتَ - یا محمد لَهُمْ - ای سہلت اخلاقک لہم اذ خالفوک - یعنی پس اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے رحمت ہو کہ تو نرم ہوا اے محمد انکے واسطے یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھوں نے تیری مخالفت کی اور حسن بصری رح سے روایت ہو کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلی رض سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مومنوں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہو رواہ احمد - اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو سمجھایا سختی سے ملامت نہیں کی - وَلَوْ كُنتَ فَظًّا - سیئ الخلق - اور اگر تو بد خلق ہوتا - غَلِيظَ الْقَلْبِ - جافیا فاغلظت لہم - سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانفَضُّوا - تفرقوا - مِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج میں کہا کہ قفال رح نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمیں اور انمیں طمع کرے - فَاعْفُ - تجاوز - عَنْهُمْ - ما اتوہ - تجاوز کر انسے جو انھوں نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذنوبہم حتی اغفر لہم - اور مغفرت مانگ انکے گناہوں کی تاکہ میں انکو بخشدوں - یہاں کمال خلق بیان فرمایا کہ برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے۔ وہ فظ ہونگے نہ غلیظ القلب اور نہ بازاروں میں بک بک کرنیوالے اور نہ بدلا دینگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کردیا پھر یہاں کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ میں بخشدوں جواب یہ ہے کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا یہاں مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہوں کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردوں۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہاں باقیوں کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا **وَشَاوِرْهُمْ** ۔ استخرج ارائہم ۔ **فِي الْأَمْرِ** ۔ اے شانک من الحرب وغیرہ تطییبا لقلوبہم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم ۔ اور انکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ میں انکے دلوں کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہوجاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگوں سے بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آپکے رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ آیا یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ اسمیں فقہا کے دونوں قول موجود ہیں۔ اور سراج میں ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمیں رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے باطل ہوگئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ و اسکا رسول اس سے بے پروا ہیں ولیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو میری امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسنے میری امت میں سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو نہ چھوڑیگا اور قرطبی رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمیں خلاف نہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سرداروں میں سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول کرنا روا ہے پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ وشاورہم فی الامر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم ۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رض کی شان میں اتری یہ دونوں بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپکے وزیر اور مومنوں کے باپ تھے۔ اور عبدالرحمن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ میں تم دونوں اتفاق کرو میں اسمیں تم سے مخالفت نہ کرونگا مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونوں وزیر جبرئیل و میکائیل ع ہیں اور زمین کے ابوبکر و عمر رض ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ حضرت صلعم کے دائیں وزیر ابوبکر رض اور بائیں عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے دائیں حضرت عمر اور بائیں عثمان ہوئے علی ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ اسرار اسلام میں جاری ہے اور مدارک میں مذکور ہے کہ اسمیں دلالت ہے کہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس حجت ہے فافہم ۔ **فَإِذَا عَزَمْتَ** ۔ علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ ۔ پھر جب تو نے عزم کر لیا اس چیز کے عمل میں لانے کا جو بعد مشاورت کے ٹھہری ہے ۔ **فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** ۔ ثق بہ لا بالمشاورۃ ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالیٰ پر نہ اس مشاورت پر **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ** ۔ علیہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو توکل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر ۔ ف ۔ یہ اصل میں توکل کے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہوا اور یہی مدارک میں کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالیٰ پر اور اسی کے سپرد کردینا اور شیخ **ذوالنون مصری** رح نے فرمایا کہ خلع ارباب و قطع اسباب یعنی سوائے خدائے تعالیٰ کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہیں اور گمان وہم اپنے بھروسا کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے میں دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہیں سب کی جڑ کاٹ

دنیا قال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رای سے مشورت لے کر اس کی پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی - حالانکہ یہ وہم و غلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہی کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر مین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھ کر بجا لاوے اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالی ہی کے پسر د ہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے تہ دل سے پورے کرنے کی طرف اسطرح دل لگا وے کہ انکے نہ پورے ہونے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہوجائیگا کیونکہ یہ حماقت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور جب سمجھو جو مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا نہوگی تہین بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالی ہی پر اعتماد کرو یہان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سواے فقیرون کے کون کرسکتا ہی یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی فبما رحمة من اللہ لنت لہم - اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن و امید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم انبساط و سرور و نور مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے کمال حکمت و لطف مین سے ہمیر یہ ہی کہ حضرت صلعم کو خلق لبسط و روح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موفقت حاصل ہوئی اور درمیان مین مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح و اشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہوگئے اسکی تصدیق کلام باری تعالی مین موجود ہی قولہ تعالی ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک - اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنے فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بتکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالی ہی کی طرف سے لطف و کرم پر پیدا ہوے تھے - اسمین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنے نبی صلعم اگر ابتدا احکام حقائق کے اندر انکا وقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہوجاتے اور راہ کے آداب حقیقی کو برداشت نہین کرسکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے مین مسامحہ کیا اور حقایق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو درحقیقت ابتر واجب ہین اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالی کے کلام مین ہی قولہ تعالی فاعف عنہم واستغفر لہم - پس عفو و استغفار تو انکے واسطے اللہ تعالی کا مسامحہ ہی پس اُنسے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین - انکا تو یہ حال ہی کہ وہ صف محبت و ارادہ مین ہین اور تو محل توحید و مشاہدہ ازل و ابد مین ہی - اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمة من اللہ لنت لہم - اے تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجہر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق سے اعلی تھا تو اسپر مؤنت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی و عفو و استغفار کا حکم دیا حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمة من اللہ لنت لہم - حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی و مدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات ہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی صلعم کو نرمی و شفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم یہ با ین معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہوا اور تو مخلوق سے بالکلیہ
مہجور ہے **قال المترجم** مراد یہ ہے کہ لنت لہم۔ تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام
سے نہیں بلکہ وصف الٰہی ہے۔ فافہم۔ کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عز و جل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگوں کے ساتھ
رہنے پر قوی کیا اور ادائے رسالت پر صبر دیا ایسے لوگوں کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجودیکہ غلبہ سلطان کا تھا کہ جس میں سراپا
غرق تھے اور تمام اوقات میں آپ پر مستیلا دحق تھا پس اگر ایسی قوت الٰہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالے نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہاں ان لوگوں کے ساتھ
رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسی علیہ السلام کو نہیں دیکھتا کہ کلام الٰہی سنے ہوے چونکہ دیر ہوئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے میں صبر نہ کیا اور بال
پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر یعنی جسوقت کہ محل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل میں آئے انکو اللہ عز و جل نے حکم کیا کہ
صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہیں اور جو وقائع کہ تقدیر الٰہی عز و جل آیندہ ہونے والے ہیں انہیں ایسے مشورے ہیں کہ کیونکہ انکو اپنے عقلوں
اور قلوب سے قبول کرتے ہیں فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام میں صبر کرتے ہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہروں سے پانی
پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت میں تھے اور یہ دونوں
مقام اس معاملہ میں عین الجمع کے اندر ایک ہیں وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت و رسالت کے دیکھتے تھے اور
آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت میں اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہ دین میں آپ کی مدد کریں۔ پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت میں ہوے اور تفرقہ سے
مقام جمع کو پہونچے تو وہاں اللہ عز و جل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالے کے واسطے جو سیر کہ اللہ تعالی کی طرف
ہے اسمیں مجرد اللہ تعالی کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ کیونکہ جو کچھ اس سے چاہیے اسمیں وہی تجکو کافی ہے (عس) بالجملہ
اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسہ کا حکم دیا اور فرمایا

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ
اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تمپر غالب نہیں اور اگر وہ تمکو چھوڑدے تو کون تمہاری مدد کریگا اس کے
بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ○ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ
بعد اور اللہ تعالے پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہیں کہ کچھ چھپار کھے اور جو شخص کچھ چھپا دیگا وہ لاویگا
بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○
اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ۔ لینکم علی عدوکم کیوم بدر۔ اگر اللہ تعالی تمہاری نصرت کرے ف تمہارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے
روز فرمایا تھا۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ۔ تو تمپر کوئی غالب نہیں ف اسمیں جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہے۔ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ بترک
نصرکم کیوم احد۔ اور اگر وہ تمہاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا۔ اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا فَمَنْ ذَا الَّذِي
يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ۔ بعد خذلانہ ای لا ناصر لکم۔ تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمہاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمہارا کوئی مددگار
نہیں ہے۔ اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرماتے ہیں مومنون پر لطف و رحمت کا اشارہ ہے مع اسکے کہ اول میں فلا غالب لکم کی صریح
نفی کر دی فافہم۔ وَعَلَى اللّٰهِ۔ لاغیرہ۔ فَلْيَتَوَكَّلِ لیثق۔ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو۔ اللہ تعالے ہی پر نہ

دوسرے پر یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرین۔ اور متوکلین کی تعریف مین بہت سی احادیث صحیح
وارد ہین اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار مین سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت مین داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسر نے ابنیۃ آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
مین سے ایک سرخ مخطط کملی گم ہوئی پس بعض لوگون (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
وحسنہ وابو داود وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رض اور ابن جریر کی روایت مین مصرح ہے کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل اس امر مذکور
مین نازل ہوئی کہ بعض لوگون نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب مین بہت گفتگو کی۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہد رح نے ابن عباس
سے روایت کی ایک چیز غنیمت مین سے گم گئی منافقون نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہین اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہین کہہ سکتا ہے قال تعالیٰ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
اَنْ يَّغُلَّ۔ یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذالک۔ یعنی نہین شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت مین پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و حسن وبہتیرون نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق و امانت پر ہے جسکو اللہ تعالیٰ
نے ایمان کھیا ہے خیانت اسکی شان نہین ہے اور عموم کا ہر نبی کی برارت کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہین تو بھلا خاتم النبیین افضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان مین یہ گمان محض کفر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے وتطہیر کے شان
نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل۔ یعنے
یون غلول نہین کرسکتا کہ لشکر مین سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاک رح کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے وہین جو محی السنۃ
نے معالم مین مقاتل رح سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ مین نازل ہوئی بایں معنے کہ تیراندازون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدین کہ جو شخص جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم ہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہین ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا مین نے تمسے عہد نہین لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو تمنے
یہ سمجھے اپنے باقی ساتھیون کو وہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بلکہ تمھارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمھارا حصہ نہ
لگا دینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسر رح نے کہا کہ ایک قرارت مین بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہین کہ نبی کی نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ۔ یعنی صحیح نہین کہ کسی نبی کے اصحاب مین سے کوئی اسکی خیانت
کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ حاملا لہ علی عنقہ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو
لاویگا ف یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوے ہوگا جیسا کہ احادیث مین آیا ہے سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے
اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ یعنی اموال زکوٰۃ آتش جہنم مین گرم کر کے
اس سے ان لوگون کے جبہہ و پہلو و پشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوٰۃ نہ دینے والون کے ایسی ہی اس آیت مین ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت
کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ نچاہیے کہ کوئی تم مین سے مجھے اس حال مین ملے کہ قیامت مین اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے
لادے ہو جو بھاتی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ اے محمد اے محمد پس مین اس سے کہدون کہ مین تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہین ہون مین تجھے پہونچا چکا تھا۔ محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلم رح نے کہا کہ ظاہر مقصود نہین بلکہ

تشدید و وعید بے نظیر اسکی قولہ تعالیٰ انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
دانہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ میں پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسکو قیامت میں لاویگا۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہیں
ایسے ہی یہاں غرض ہے کہ ہر غلول کو اللہ تعالیٰ نے مقرر رکھا ہے جسکی وہ سزا دیا جائیگا۔ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ۔ شیئا۔ پھر پھر پورا دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اس چیز کا جو اسنے کمایا یعنے
فعل کیا ہے اور حال یہ کہ وہ ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت میں بہت احادیث وارد ہیں شیخ ابن کثیر نے کلام وراثے
انکو نقل کیا مگر میں بہت ملخص لاتا ہوں کہ ابو رافع کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہے جسکو میں نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال میں ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہے رواہ احمد اور عمر بن الخطابؓ سے
ہے کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میں نے اسکو آگ میں دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگوں میں پکار دے کہ نہیں داخل ہوگا کوئی جنت میں مگر مومنین رواہ احمد و مسلم والترمذی و سالم بن عبد اللہ
سے روایت ہے کہ وہ مسلمہ بن عبد الملک کے ساتھ ارض روم میں تھے وہاں کسی شخص کے اسباب میں غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب میں ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالم سے فتویٰ لیا انہوں نے بواسطہ عبد اللہ بن عمر اپنے باپ کے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع میں تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو۔ رواہ احمد والترمذی
وابوداود۔ علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ فقط سالم کا فتویٰ ہے اور ایسی ہی
سزا حسنؓ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور مقتضاے حدیث مذکور مذہب امام احمدؒ ہے اور امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و جمہور نے
اسمیں خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب نہیں جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیجاویگی اور بخاریؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہیں جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم۔ جدال میں سے ایک جدال النفس مع شیطان ہے وعلی ہذا نصرت الٰہی سے مراد وہ سکینت ہے جو عارفوں کے دلوں میں حق سبحانہ کی تجلی
سے واقع ہوتی ہے جسکی وہ اس حادث مخلوقات سب سے اپنا منہ پھیر کر جلال باری تعالیٰ عز وجل کی طرف توجہ لاتے ہیں اور اسکی عظمت و کبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہیں پھر جب نور بسط و رجا کے ساتھ اسکو انس غیب سے ملبس ہوتا ہے تو اس سے اشباح کو تقویت ہو جاتی ہے پس انکو حول
وقوت ازلی سے تائید دیجاتی ہے پس اسوقت میں لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہیں بسبب سطوات ہیبت کے بقولہ سبقت
رحمتی علی غضبی۔ اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیے ہیں اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدہ میں
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک۔ پناہ مانگتا ہوں میں تیری خوشنودی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھ سے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مریدوں میں تو یہ
ہے کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین میں یہ کہ گویا مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے تو یقین کو
بڑھا دے اور عارفوں میں اسکی نصرت یہ ہے کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہیں بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو دیجاتی ہے
جو اپنے حول وقوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب میں اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا۔ تو وہ مردود
ہے اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہے وہ اشباح کو ہوتی ہے پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہے اور کہا

جاتا ہے کہ بندہ کو یعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تمکو مدد دے - اور کہا گیا کہ مددگاری و فتح تو دشمن پر ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر تیرا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلو کے بیچ میں ہے - اور نصرت الٰہی سے جو چیزیں فتنہ پرواز ہیں بھاگتی ہیں اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہو جاتے ہیں یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہیں پس محض ولایت رہجاتی ہے جو شبہات سے خالص ہے یعنے وہاں اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشوں کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہیں کچھ دخل نہیں رہتا ہے - قولہ تعالیٰ وما کان لنبی ان یغل اللہ عز وجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے میں وہ امین ہیں انکے دل پر شریعت وطریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و وضیع کو دیکھکر نہیں جاری ہوئی اور انھوں نے حق عز وجل اسکے بندوں سے پوشیدہ نہیں کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہیں اٹھایا - اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہیں روا ہے کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم میں اپنے پیروی والوں کو یکساں نہ رکھے اور یحییٰ علوی نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہیں ہے کہ امتیوں کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا برابر ہے اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ لوٹنے کی ہے وے

دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجہ کے ہیں اللہ کے یہاں اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا

فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

ان میں رسول انھیں میں کا پڑھتا ہے انپر آیتیں اسکی اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب و کام کی بات

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

اور وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی میں تھے

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ - فاطاع ولم یغل - کیا بھلا جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ف یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَنْۢ بَآءَ رجع - بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ - بمعصیتہ وغلولہ - کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے معصیت الٰہی و غلول میں رجوع کیا - یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی کا پیرو ہوا باین طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہیں کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے غضب الٰہی میں ٹھکانا لیا باین طور کہ اسکی نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہے پس مفسر نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضب سے غلول کرنیوالا مراد لیا بقرینہ ذکر سابق اور اسکو معالم میں کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین رض اور دوم منافقین ہیں یعنی مہاجرین مخلصین نہیں ہو سکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہیں اور دوم کافرین ہیں - اقول یہ عام ہے یعنی عام مومنین بمنزلہ کفار نہیں ہو سکتے ہیں اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہیں لیکن انھیں پر لفظ کو مقصور کرنا روا نہیں ہے بلکہ خبر کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - المرجع ہی لا - یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہے اور یہی مخصوص بالذم راجع بجہنم ہے اور یہ لاجواب استفہام ہے یعنے دونوں یکساں نہیں ہیں - اور مصیر و مرجع میں فرق یہ ہے کہ اول میں تو حالت بدلنا ضرور ہے جیسے یہاں کفار گویا بہشت سے جہنم میں گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہیں کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہے مثلاً زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہیں رہتا ہے - اور یہ آیت

کمن باء الخ کا بیان ہی یعنی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہی اور وہ مرجع بہت برا ہی۔ ھُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہین۔ ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہی چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہین۔ عِنْدَ اللّٰهِ۔ ای مختلفوا المنازل فلمن اتبع رضوانہ الثواب ولمن باء بسخطہ العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنی انکے درجہ مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہو ثواب ہی اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی مین رجوع کیا ہی عذاب ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی نے مانند کشاف کے ھم درجٰت عند اللہ مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسی کو راجح قرار دیا کہ ہم درجات بر سبیل مبالغہ ہی بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی آپکے انمین بڑا تفاوت ہی موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہی اور ایسا ہی حسنؒ و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر والشر درجات متفاوتون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ فیجازیھم بہ اور اللہ تعالی خوب دیکھتا ہی جو یہ لوگ کرتے ہین ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ای عربیا مثلھم لیفھموا عنہ ویشرفوا بہ لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالی نے مومنون پر جبکہ انھین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہی تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا۔ عجم نام وہ ملک جو سوا ے عرب کے ہی پس یہ اللہ تعالی کا احسان ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہی مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود و محروم رہے جیسے قولہ تعالی ہُدًی للمتقین مین متقیون کی خصوصیت انکے نفع مند ہونے کی وجہ سے ہی۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیھم دلالت کرتا ہی کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہی اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہ بھی فضیل شریف انکو اور اہل عرب کو ہی باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہی اور باوجودیکہ بعثت عام ہی پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہی تو صحیح یہ ہی کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہی کما فی الدر وغیرہ پھر جانو کہ انفسھم مین انفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہی اور شاذ قراءۃ مین انفس بصیغہ اسم التفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہی کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابو طالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس ان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ وھو واللہ لہ نبا عظیم وخطب جلیل۔ حالانکہ اس نکاح مین سب رؤسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ اس مین مومنین پر احسان یہ ہی کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسا شخص ابنہ بنی کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت مین انکو تامل نہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہی لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہی اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہی لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ وسلم۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہی وَيُزَكِّيْهِمْ۔ یطہرھم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتا ہی یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہی یعنی ایمان تو حید لاکر کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہوئے

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلیٰ تھی آپ نے تو کبھی بتون کی طرف رخ بھی نہین فرمایا آپ کے صحاب مین سے حضرت ابوبکر نے بھی کبھی بت نہین پوجا تھا اور حضرت عمر رضہ ہمیشہ بت پوجنے والون سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہین پوجا بلکہ صغر سنی مین ہی مسلمان ہوے اور بقول اصح دس برس کے تھے اور ہمارا نہ ٹھی اور سیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور رباب کا تھوک نہ چوسا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک انکے منھ مین دیا تھا جیسا کہ سیر مین مفصل مذکور ہے ۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ۔ اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرماتا ہے کتاب یعنی القرآن وَالْحِكْمَةَ ۔ یعنی لسنت ۔ وَاِنْ كَانُوْا ۔ مخففہ ای انہم ۔ یعنی ان شرطیہ نہین اور نافیہ بھی نہین ہے کیونکہ نفی مین لام سے فرق ہوگیا درمیان محققہ و نافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہین قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول نہین ہے جیسا کہ ابوحیان نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم کانوا مِنْ قَبْلُ ۔ ای قبل بعثہ ۔ اور یہ لوگ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے ۔ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ بین ۔ کھلی کھلی گمراہی مین پڑے تھے ف عرب زمانہ جہالت مین بے علم و بے عقل و محض خانہ بدوشی و کشت و خون و فسق و فجور و بت پرست و بھوت پریت ماننے مین سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت نہایت اعلیٰ یہ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عز وجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین و صدیقین کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رانی فقد رای الحق ۔ یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علماے ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جسنے مجھے خواب مین دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح مین مصرح موجود ہے ہان اسمین اشارہ ہوسکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجنے سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عز وجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندون پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت عظمت مین جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس اس بات کی تھی کہ آنکھون والون کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کر دیا قال المترجم کوئی شک نہین کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگون کو جنکی ارواح اللہ عز وجل نے پاک رکھی تھین ایک لحظہ مین جو کچھ حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی و قطب کو تمام عمر بلکہ لاکھون برس عمر ہو تو بھی میسر نہین آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لاویگا اور جو روحین نور سے محروم رہی تھین وہ اسقدر جلتی تھین جس قدر نورانی روحین آپکو محبوب رکھتی تھین اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم پھر مومنون پر کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ عز وجل کے اسماء و صفات و نعوت پہچنواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہون سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہین بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان مین واسطہ کر دیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہونچ جاوین اور اگر اپنی صفات مین سے کوئی ذرہ انپر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہوجاتے اور راہ سے گمراہ ہوجاتے سواے ان بعض کے جو ازل مین معصوم رکھے گئے تھے قال المترجم یہان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باریتعالی کیونکر حاصل ہوتی ہے اور مترجم نے جو جابجا لکھا ہے کہ بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہوگا اگرچہ زبان و عقل سے یہ کہے جاوے کہ مین اللہ تعالیٰ کو وحدہ جانتا ہون اسواسطے کہ صفات حق عز وجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہین پاسکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باریتعالی ظاہر و باہر ہے اس مقام مین خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی بیجا ہے ۔ پھر واضح ہو کہ جب غزوہ احد مین صحابہ مین سے قریب ستر کے شہید

ہوئے حالانکہ ایک سال پہلے غزوہ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہے کیونکہ وہی ہمارا عین مقصود ہے پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو یہ مصیبت کہان سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۗ

کیا جسوقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دوبرابر کہتے ہو یہ کہان سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور سو جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تا کہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ

مومنون کو اور تا کہ معلوم کرے منافقون کو اور منافقون سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ

بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمھارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ الَّذِينَ

کہتے ہین اپنے منھ سے جو نہین ہے انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اگر تم سچے ہو

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ - باحد بقتل سبعين منكم - کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنی احد مین بایطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوئے - قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا - ببدر بقتل سبعين واسر سبعين منهم - حالانکہ تم اس سے دوچند مصیبت پہونچا چکے تھے - یعنی بدر مین اس طور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے - قُلْتُمْ - متعجبين - تو اب تم نے تعجب کرتے ہوئے کہا - أَنَّىٰ - من اين لنا - هَٰذَا - الخذلان ونحن مسلمون ورسول الله فينا - والجملة الاخيرة في محل الاستفهام الانكاري کہان سے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین - اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہے یعنی انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہے - قُلْ - لهم - هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ - لانكم تركتم المركز فخذلتم - کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی - کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا - یہی قول محمد بن اسحاق وربیع بن انس وسدی کا ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا - اور کمالین مین کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا - مترجم کہتا ہے کہ یہ قول واہی ہے قابل ذکر نہین ہے - ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم - اسوجہ سے کہ تم نے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا - اور یہ قصہ یون ہے کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابوبکرؓ کی رائے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمرؓ نے انکے قتل کی رائے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابوبکرؓ کا دل نرم مانند قلب

ابراہیمؑ کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا - پس یہ عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ ای محمد صلعم جو تمہاری قوم نے قیدیوں کے حق میں کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کرین ایک یہ کہ قیدیوں کو پیش کرین کہ انکی گردنین ماری جاوین یا انکا فدیہ لیکر چھوڑین اس شرط پر کہ مسلمانوں میں سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہین شہید ہو نگے پس حضرت صلعم نے لوگون کو بلاکر اسنے اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی بند ہین کیا ہم ان سے فدیہ نہین لین کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھین کی تعداد ہم مین سے شہید ہوجاوینگے کیونکہ اسمین تو کوئی مکروہ بات نہین ہی - فرمایا کہ پھر انہین سے احد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی پس یہان جو فرمایا قل ہو من عند انفسکم - اسکے یہی معنے ہین کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئندہ مین احد کا روز ہوا تو عذاب دیے گئے جیسا انھون نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انمین سے ستر آدمی قتل ہوے اور رسول اللہ صلعم کو چھوڑکر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوے اور خود سے سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر خون بہنے لگا پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا - اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا - قل ہو من عند انفسکم - کیونکہ تم نے فدیہ لے لیا رواہ ابن ابی حاتم وکذا احمد - ولکن اطول منہ اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الہی عز وجل ہی تاکہ مبہم طریقہ سے کافرون و مومنون کی آزمائش فرماوے - اور اگر وہ چاہتا تو دم مین سب کافر فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے - اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ - اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے ف اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی - وَمَاۤ اَصَابَکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ - باجملہ اور جو کچھ تمکو اسدن پہونچا جس دن دونون جماعتین مومنین و کافرین مقابل ہو کر مل گئین یعنے مقام احد مین فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ - باراد تہ - وہ اللہ کے ارادہ سے تھا - وَلِیَعۡلَمَ - الدعلم ظہور اور تاکہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا - الۡمُؤۡمِنِیۡنَ - حقا - ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین تحقیقا یعنی سب پر ظاہر کردے کہ یہ سچے مومن ہین - وَلِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا - اور تاکہ ان لوگون کو جان لے یعنی متمیز کردے جنھون نے نفاق کیا - وَقِیۡلَ لَہُمۡ ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ - تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ - اور تاکہ ان منافقون کو جان لے جن سے کہا گیا تھا جب احد مین جانے سے پھر چلے تھے کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ مین لڑو - یعنی اللہ تعالے کی راہ مین اسکے دشمنون سے لڑو - اَوِ ادۡفَعُوۡا - عنا القوم بتکثیر سواد کم ان لم تقاتلوا یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو باینطور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگر تم نہ لڑو حاصل انکہ کثرت لشکر بھی باعث ہو جاتا ہی کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد مین نکلنے سے لوٹ چلے اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق مین یہ قصہ گذر چکا ہی - حاصل آنکہ اس معاملہ مین اللہ تعالے کی یہ بھی حکمت تھی کہ ان منافقون کو رسوا کرے جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو - قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعۡنٰکُمۡ - بولے اگر ہم اچھی طرح جانتے قتال کو تو تمھارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم تو بھی لڑائی ہی نہین جانتے ہین کیا تمھارے ساتھ آوین یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہین ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقون کا نفاق ظاہر کیا بقولہ تعالی ہُمۡ لِلۡکُفۡرِ یَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡہُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ - آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہین ف بسبب اس کے کہ انھون نے کھلے کھلے مسلمانون کی مددگاری چھوڑدی پس انکا منافق ہونا معلوم ہوگیا - اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے پھر یہان کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا و کانوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

اقرب تھے اگرچہ باطن میں تو اب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے ۔ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۔ ولو علموا قتالا لا تبعناكم ۔ اپنے مونھوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں ہے اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے اگرچہ منھ سے کہتے ہیں کہ لو نعلم قتالا لاتبعناكم ۔ اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا ۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ من النفاق ۔ اور جو نفاق چھپاتے ہیں اس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہے یعنے انکو سزا سخت دیگا ۔ پھر انھین کی مذمت میں فرمایا ۔ الَّذِينَ ۔ بدل من الذين قبلہ او نعت یعنی یہ الذین ۔ یا تو پہلے الذین نافقوا ۔ کا بدل ہے یا اسکی صفت ہے اور آل واحد ہے ۔ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ ۔ فی الدین ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں اپنے بھائیوں کے حق میں یعنی دینی بھائیوں سے جو انکے مانند منافق ہیں یوں کہتے ہیں ۔ وَ ۔ قد ۔ قَعَدُوا ۔ عن الجهاد و حال انکہ خود جہاد سے بیٹھ رہے ہیں ۔ لَوْ أَطَاعُونَا ۔ ای شہداء احد او اخواننا فی القعود ۔ اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے ۔ اس امر میں کہ بیٹھ رہتے تو ۔ مَا قُتِلُوا ۔ قتل ہوتے ۔ قُلْ ۔ لهم ۔ تو انسے کہدے ۔ فَادْرَءُوا ۔ او فعوا ۔ عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فی ان القعود ینجی ۔ تو اب دفع کر بیٹھو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہے ۔ حاصل یہ کہ موت و قتل ہر ایک مقدر ہے اپنے وقت سے پہلے نہیں آ سکتا ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ جس دن ان منافقوں نے یہ بات کہی تھی کہ اگر ہماری کہا مانتے تو نہ مرتے اس دن قضاء الہی سے ستر منافق مرے اور تفسیر سراج میں ہے کہ قولہ فادرؤا عن انفسکم الموت خطاب ہے منافقوں سے استہزا ہے یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کر لو تاکہ تم کو موت ہی نہ آوے ۔ اور جس دن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہیں سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہیں پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہے بلکہ ہرگاہ کر نفاق میں کُتے کی موت ہے اور جہاد میں شہادت ہے قال تعالے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا

خوشی کرتے ہیں جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو ابھی نہیں پہونچے انہیں پیچھے سے

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ کہ نہ ڈر ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہیں خوشوقتی چاہتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

نہیں ضائع کرتا مزدوری ایمان والوں کی

مترجم کہتا ہے کہ دوسری آیت میں تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہے جو اسکا وقت ہے ٹلتا نہیں ہے پھر جہاد سے بیٹھ رہنا اور دیگر نافرمانیاں کرنا بیکار محض ہے اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہیں اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہے سیوطی نے کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی ۔ اور حضرت انس رض سے طول قصہ کے ساتھ ہے کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوے تو آنحضرت صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق میں قرآن اترا ۔ بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ ۔ یعنے اسکو ایک مدت تک پڑھا پھر اللہ تعالی نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

۱۷
ع ۱۷
۸

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہداء کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالی نے شہداء احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت کرتا ہی اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمھارے بھائی شہید ہوے تو اللہ عزوجل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے اپنا کھانا پینا اور رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ کرم کیا تاکہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچاتا ہون پس اللہ عزوجل نے یہ آیات اُتارین۔ ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابوداؤد والحاکم و صححہ و ابن حمید و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضؓ و انکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی۔ قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور مسنے یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع و ضحاک کا ہی کہ شہداء احد کے حق مین اُتری اور جابر رضؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین۔ فرمایا کہ تجھکو خوشخبری دون کہ اللہ عزوجل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تاکہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے پیچھے والونکو خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ والبیہقی۔ بالجملہ یہ صحیح ہی کہ آیت خصوص شہداء احد کے حق مین اور عموم سب شہداء کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون پھر مراد مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی کہ یا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب انصار مین سے تھے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا۔ بالتخفیف والتشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا از قتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتّلوا از تقتیل ہی بنظر کثرت شہداء کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ای لاعلاء دینہ یعنی اللہ تعالے کے دین بلند ہونے کی راہ مین۔ کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو۔ اَمْوَاتًا۔ یہ دوسرا مفعول ہی حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ بَلْ۔ ہم۔ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی حدیث۔ بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی۔ یہانسے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل ستارونکے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے البتہ یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی و لیکن انبیاء و صدیقین کا اسپر قیاس نہین ہوسکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمثالی ہی اور یہ غلط ہی پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباس رضؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

نہر پہ دروازہ جنت پر سبز قبہ مین ہین انکے واسطے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہی رواہ احمد و تفرد بہ اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہی چونکہ
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث مین تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہی تو شیخ ابن کثیر رح نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہی کہ شہیدون کے اقسام
مین ایک قسم وہ کہ جو جنت مین انکی ارواح سیر کرتی ہین اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہین جو دروازہ جنت پہ ہی اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ
سب جنت کے اندر ہیون ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہی اور یہان جمع ہوتے ہین واللہ اعلم ۔ یُرْزَقُوْنَ ۔ یاکلون
من ثمار الجنۃ ۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہین اور صحیح یہ ہی کہ یہ رزق تحقیقی ہی جیسا کہ جمہور کا قول ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا جمیل ہی
اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہی جیسے کفار فلاسفہ قائل ہین کہ جنت فقط علمی صورتین خوب ہین اور جہنم نادانی کا الم ہی اور عجب کہ اس زمانہ مین بعضے
مفسد پیدا ہوئے ہین جو مسلمانون کے بھیس مین عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنیوالون کو سکھلاتے ہین کہ اسلام مین بھی یہی معنی مراد ہین اور تم کو
ہر چیز شراب وغیرہ روا ہی جو فطرت کی راہ سے اچھی ہی یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہی ۔ فَرِحِیْنَ ۔ حال من ضمیر یرزقون ۔ یعنی فرحین کو نصب اسواسطے
کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہی یعنے رزق دیے جاتے ہین شہید بندے درحالیکہ خوش ہین ۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ اس
نعمت سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی ۔ وَ ۔ ہم ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ یفرحون ۔ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ
مِّنْ خَلْفِهِمْ ۔ من اخوانہم المومنین ۔ اور انکو خواہش فرحت ہی اپنے پچھلون سے جو ابھی تک ان تک نہین پہونچے ف ان کے
مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مسند امام احمد مین ایک حدیث روایت ہی جسمین ہر مومن کے واسطے بشارت ہی کہ اسکی روح
جنت مین جہان چاہے چرتی ہی اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی و سرور و کرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہی چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد
بن ادریس ای الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالک رض کہا کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہی جو جنت کے درختون سے کھاتی رہتی ہی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی روح کو حشر کے روز
اسکے جسم مین واپس فرماوے ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ شہدا سے فرق یہ ہی کہ عام مومنون کی روحون کی نسبت شہیدون کی روحین مثل ستارون کے روشن ہوتی
ہین پھر شیخ ابن کثیر رح نے دعا مانگی کہ اللہ عز و جل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے مجکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہی آمین و صلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین و الحمد للہ رب العالمین ۔ پھر جاننا کہ محمد بن اسحاق و سدی نے یستبشرون کی تفسیر
بیرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہین ۔ اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوے اور اللہ تعالیٰ کے یہان جو کرامات
شہیدون کے واسطے رکھی تھین وہ دیکھین تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا مین ہین جانتے کہ ہم کس کرامت و بزرگی مین ہین تاکہ جب
جہاد مین حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور
پروردگار عز و جل نے شہیدون کو آگاہ فرمایا کہ مین نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوئے پس یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و
یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ۔ اَنْ ۔ یہ بدل من الذین ۔ یہ بدل اشتمال ہی الذین سے ای بان ۔ لَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ ۔ ای الذین
لم یلحقوا بہم ۔ باین طور کہ نہین خوف انپر ای ان لوگون پر جو ابتک لاحق نہین ہوے ۔ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ فی الآخرۃ یعنی
یفرحون بامنہم و فرحہم ۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت مین اور معنے یہ ہین کہ فرحناک ہوتے ہین انکی امن و فرح سے ۔ اور مترجم کے نزدیک
سوافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہین کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیون کے حق مین چاہتے ہین کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ
ایسی حالت مین ہین کہ ہمپر خوف و غم کسی طرح نہین ہی ۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ ۔ ثواب ۔ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۔ زیادۃ علیہ یعنی افضال

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے۔ المعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور اس پر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں
وَاَنَّ - بالفتح عطفا علی نعمة والکسر استینافا - یعنے اَن بالفتح کی قراءة میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہو کر لفظ نعمت پر - اور اِن
بالکسر کی قراءة پر جملہ مستانفہ ہے۔ اللّٰہ لا یضیع اجر المؤمنین - بل یاجرہم - اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا
بلکہ انکو جزائے جمیل عطا فرماتا ہے۔ اور قرأت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت و فضل و وفائے وعدہ پر مسرور ہیں - بالفتح قراءة پر محمد بن اسحق نے کہا
کہ خوش ہوئے جب انھوں نے دیکھا کہ جو ان سے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پایا گیا - اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس
آیہ کریمہ میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہوں یا کوئی اور ہوں۔ اور کثر اللہ تعالیٰ نے کہ کی فضل ذکر کیا جو شہیدوں کو دیا اور ثواب جو انکو دیا مگر انکے ساتھ
سمجھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے۔ عرائس البیان میں ہے قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا - ایمان تنبیہ کی
کہ جو شخص راہ حق میں قتل ہوا وہ حدوث کی حد سے نکلکر مقام نور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ سے
میں واصل ہیں اور جمع و تفرقہ سے خارج ہیں انکا فیض افعال میں اسمار کے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت میں انکا اہل وحدت کے واسطے جمع ہے اور تجلی وصل
ذریعت بھی ہو۔ اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد پھر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہو گا چنانچہ پھر موت
وفنا کچھ جاری نہ ہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی
حق عزوجل کی ابدی ہے کہ اس پر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ مرتبہ اسکے فیض مشاہدہ و عندیت سے ہے اسواسطے کہ جو
شخص راہ حق میں مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عندیت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت میں ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ وہ شہود حق میں رکھا
گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بنور قربت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ نور مشاہدہ میں باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا
وہ انس وصال میں باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی
ہوا و ہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت میں کہا کہ تو ایسے لوگوں کو جو راہ ارادت میں اسکے وصال کی آرزو میں ہلاک ہوئے
ہیں ہرگز مت خیال کر کہ اپنے مقامات میں مردہ ہیں بلکہ وہ اپنی مراد اعلیٰ میں پہونچ گئے۔ ابن عطاء نے کہا کہ اگر تم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی
نعمت فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح میں حضرت جابر کے والد کے ساتھ جو انا کلام کرنا منصوص ہے فافہم۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھاؤ ہونا جو ان میں نیک ہیں

وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگوں نے کہ ان لوگوں نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم ان سے ڈرو

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ

سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالیٰ کے احسان سے اور فضل سے

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ

کچھ نہیں پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطان ہے

يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستوں کا سو تم انکا خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

الَّذِیْنَ - مبتدا ہے یعنی یہاں سے کلام جدید شروع ہے اور یہ الذین مبتدا ہے اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہے کہ غزوۂ احد کے بعد ہی واقع ہوا ہے
الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر یہی جملہ ہے وہ للذین احسنوا ہے جیسا کہ آتا ہے - اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ
الرَّسُوْلِ - دعاء و بالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان و اصحابه العود و تواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی
حکم مانا واسطے اللہ و رسول کے - یعنی بلانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان و اسکے ساتھیوں نے لوٹنے کا
ارادہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمہارا سال آئندہ میں بازار بدر ہے - مترجم
کہتا ہے کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بیان یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانوں میں سے شہید و مجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے
دیار کو لوٹے تو راہ میں اپنے چلے آنے پر نادم ہوئے کہ ہم نے کیوں نہیں مدینہ پر حملہ کر کے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ
صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانوں کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکوں کے پیچھے چلو تاکہ مشرکوں کو رعب ہو اور جانیں کہ ان میں قوت و دلیری
پایدار ہے اور فقط انہیں لوگوں کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہیں سے سب کو چلنے کو کہا سوا جابر کے کہ انکو اجازت
دیدی تھی پس مسلمانوں نے باوجود زخموں سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا - پس آپ مسلمانوں کو لیکر روانہ ہوئے یہاں تک کہ حمراء الاسد
تک پہونچے تو ابوسفیان رعب میں آگیا اور مشرکوں نے کہا کہ آئندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ دوسری ایک غزوہ شمار
ہوا اور اللہ تعالی نے یہ نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ و ابن مردویہ من طریقہ عن ابن عباس رض اور حضرت
عائشہ رض سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بہن کے بیٹے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونوں باپ یعنی زبیر و ابوبکر بھی ان لوگوں میں تھے جنکی نسبت
اللہ تعالی نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیۃ - کہا عائشہ رض نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو کچھ پہونچا اور مشرکین لوٹ
گئے اور پھر مشرکوں کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہے پس انہیں سے ستر آدمیوں نے قبول کیا جنمیں ابوبکر رض و زبیر رض
بھی تھے رواہ البخاری والحاکم اور نیز معالم وغیرہ میں بھی مذکور ہے کہ آپ کے ان ساتھیوں میں بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور
لادکر لیجاتا پھر وہ اسکو لادکر لیجاتا اسطرح انھوں نے اپنی جانوں پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ والرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا گوارا
نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس میں ہے کہ ستر آدمیوں قبول کرنے والوں میں حضرت صدیق رض و عمر رض و عثمان رض و علی رض و زبیر رض و سعد و طلحہ
و عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و ابوعبیدہ بن الجراح بھی تھے اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے اور
محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہمسوگند تھا مکہ میں جاکر مشرکوں کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ
بڑا لشکر ہے تم نکلے اور مارے گئے پس ابوسفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ مدینہ آنے والے ملے ان کو
ابوسفیان نے کچھ دیا کہا کہ محمد و انکے ساتھیوں سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہے تاکہ وہی موسم بدر میں نہ آویں اور اسوقت واپس جاویں پھر ہم کو
وہاں یہ وعدہ ادا کرینگے - ان لوگوں نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد میں پاکر پیغام مذکور پہونچایا پس یہ سب بولے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل
اور ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان
ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو انپر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل نابود ہو جاتے اور بامسند روایت محمد بن اسحاق کے حسن رح و عکرمہ و قتادہ وغیرہم سے
مروی ہے کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ میں ہے - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر
کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتوں کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمہارا وعدہ گاہ بدر صغری ہے اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہاں انشاء اللہ تعالی

پس یہ آیت اسکے بیان مین ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہو کہ غزوۂ حمراء الاسد مین ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول
وہ نیک بندے جنھون نے اللہ تعالیٰ و رسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ بعد اسکے کہ پہونچی تھی
انکو قرح یعنی زخم وجراحت جس کا درد والم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ۔ تو ان نیکون مین سے جنھے
مرتبہ احسان کا کام کیا ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوْا۔ مخالفۃ۔ اور اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول
کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہو وہ جنت ہو۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہو اور
فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ و ثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ
تعالیٰ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ
النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ۔ تمھارے لیے جماعت جمع کی ہو لوگون نے ف ابوسفیان و اسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمھارے
مقابلہ کے لیے جمع کیا ہو۔ فَاخْشَوْهُمْ۔ سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ق
پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ
اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کافی ہو اور وہی اچھا وکیل ہو ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے ان کو
نعمت دنیا و آخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہو کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلکر مرالظہران پر اترا پھر اللہ
تعالیٰ نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا
پھر غزوۂ خندق مین مسلمان ہوا ہو پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہو ہمکو سال فراخ چاہیے ہو کہ ہمین دودھ
ملین اور یہ چرا وین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہو کہ وہ آوین اور
مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ تو انکو ڈرا کر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل
بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہو اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین
اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہو بولا کہ تمھاری راے بہت بری ہو وہ تمھارے
یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھسنے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہو واللہ تم مین سے کوئی
بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہو پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤنگا
اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے
قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہو کہ ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہو فقط ثعلبی نے نقل کیا ہو اور
سہیلی اسی طرف گیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اسپر وارد ہوتا ہو کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہو لہذا
اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہو کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہو۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہو اور جیسے قولہ
تعالیٰ ام یحسدون الناس ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے
مراد گروہ عبدالقیس ہو جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہو مگر اسمین انقطاع و ابہام ہو
اور الناس گروہ عبدالقیس ہو قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان و اسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہو

تمھارے واسطے لشکرون کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردین قولہ فاخشوہم پس انسے ڈرو - مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ - سو واسطے
کہ بہکانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانون کو مدینہ کے اندر روکے - قولہ فزادہم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھا دیا قولہ ایمانا
تصدیقاً باللہ ویقیناً - اللہ تعالی کے ساتھ تصدیق ویقین کو اور مراد یہ ہے کہ انھون نے یہ قول سنکر بزدلی نہین کی اور نہ اسپر کچھ التفات کیا بلکہ
اللہ تعالی پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جہت سے
اسکی طرف نسبت کردی ہے واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوے ہین - حدیث مین ہے کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف
ہوا ور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرے تو اللہ تعالی اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہے - (اسنادہ حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے مفسر نے لکھا - وخرج مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب
ابی سفیان واصحابہ (ھ) یہ برکت ہے جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی بہت تعریف ہے چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اس
کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ مین ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگون نے
انسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہین کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل ہر خائف کے لیے امان ہے رواہ ابونعیم - اور روایت ہے کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالی اس خوف سے اس کو
نجات دیتا ہے (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرج مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ
الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یاتوا وکان معہم تجارات فباعوا وربحوا - یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر مین پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دلمین و اسکے ساتھیون کے دل مین اللہ تعالی نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ
مقابلہ مین نہین آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مین اموال تجارت تھے جنکو انھون نے فروخت کرکے نفع کمایا (دو چند نفع اور آٹھ
روز تک وہان ٹھہرے) قال تعالی - فَانْقَلَبُوْا - رجعوا من بدر - بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ - بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوْٓءٌ - من قتل او جرح - پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی و نفع کے ساتھ)
نہین چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل وجراحت وغیرہ انکو کچھ نہین پہونچی) وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ - بطاعتہ ورسولہ فی الخروج - اور
انھون نے پیروی کی رضوان اللہ تعالی کی (باین طور کہ جہاد کے لیے جانے مین اللہ تعالی اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی) مترجم کہتا ہے
کہ قولہ ورسولہ اصل مین لطاعتہ وطاعۃ رسولہ - تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہے ولیکن مفسر نے مسامحہ کیا - وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ - علی اہل طاعتہ
اللہ بڑے فضل والا ہے فرمانبردارون پر فضل عظیم فرماتا ہے جسکو لوگ نعمت سمجھتے ہین مترجم کہتا ہے کہ مفسر نے اس فاصلہ کا ربط بتلا دیا
اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی کا نفع وغیرہ دینے مین تو فضل بسیط اور عام ہے کافرون و مومنون سب کو شامل ہے جواب یہ ہے کہ فضل بنظر حقیقت
و انجام ہے اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہے اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت مین مومن وکافر سب شامل ہین فرق یہ ہے کہ مومنون کے واسطے کرامت
ہوتا ہے اور کافرون کے لیے استدراج ہے یعنی وہ اپنی گمراہی مین اور زیادہ پانون پھیلاتے ہین نظیر اسکی لڑائی کی فتح و شکست ہے چنانچہ بدر مین معجزہ کے طور
پر کافرون کو سخت شکست دی پھر احد مین باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول مین فتح و نصرت عظیم تھی حتی کہ کافرون نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا
لیکن اہل ایمان کو آزمایش مین ڈالا تاکہ صدق پر ظاہر ہون اور کافرون کا غرور بڑھا اور سمجھے کہ یون ہی ہوا کرتا ہے اور ہمارے بتون نے ہماری
مدد کی - اور اہل ایمان کو مکرر آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیغام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار بہت کثرت جمع ہین

یعنے تمام کام کا انجام انہین کے اختیار پر ہے اور قبضۂ قدرت موثر حقیقی نہین ہے تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو دکر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ تعالی چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین - اللہ تعالی نے فرمایا - اِنَّمَا ذٰلِکُمُ القائل لکم ان الناس الخ - یعنی جسنے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ - لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جتھا کیا ہے - تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ الشَّیْطٰنُ - شیطان ہے کہ - یُخَوِّفُ - کم - اَوْلِیَآئَهٗ - الکفار - ڈراتا ہے (تمکو) اپنے دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہے کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہے چنانچہ مجاہدین کا فرون کی کثرت و غلبہ کا خوف دلاتا ہے اور زکوۃ دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما مر اور مجاہدین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا - الحاصل یہ شیطان ہے کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے ڈراتا ہے - فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ - فی ترک امری - پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہے حرف خافون در اصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہے اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالی کی محبت لازم ہے اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع در اصل محبت کا لازمہ ہے - پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالی - اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ - حقا - اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو - یہ جزا محذوف ہے ما قبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو اور اللہ تعالی نے یہی مقام امتحان رکھا ہے اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہے کہ تصرف کر سکے ولیکن اللہ تعالی نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہے پس شیطان و اسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہے اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے بلکہ جہنم ہی سے منکر ہو کر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالی نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہے اور دنیا مین جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہے انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے دار جنت تم کو دیدیا ہے تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف کر لو اور دنیا کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و ما فیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہے - (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہے جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہے - عرائس مین ہے کہ قولہ تعالی الذین استجابوا للہ والرسول - حق عز و جل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہے کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہے جو لوگ اللہ تعالی کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت اسواسطے کہ اللہ عز و جل کے انوار صفات کے آثار اسپر موجود ہین - اور اسمین اشارہ ہے مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہے اور اللہ سبحانہ تعالی نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب مین ارادہ وثیق رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابہم القرح - اور اسواسطے آپ نے کہا کہ اللہ تعالی کی استجابت تو یقین وحدانیت ہے اور رسول کی استجابت اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی ممانعتون سے پرہیز کرے یعنی بسر و چشم اسکی شریعت کا قبول ہے قولہ تعالی للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم - جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالی ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالی اور اسکے بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہے تقوی یہ کہ اپنے نفس و اسکے ہوا جس سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد حق کو قبول کیا - اور اجر عظیم یہ ہے کہ جو اللہ تعالی نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر نا فرمایا ہے اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بدون سہر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم - یعنی جن لوگون نے حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہرًا و باطنًا تو انکے واسطے اجر عظیم ہو یعنی حق عزوجل کی مجاورت ومشاہدہ ہین انکو درجہ ملیگا اور استاذ رحمہ نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہین انکے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حقتعالیٰ صفا در حق ربوبیت ہو اور استجابت رسول صلعم وفا در اقامت عبودیت قولہ القرح اشارت ہو کہ استیدا سے حال مین رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہو پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - کہکر مستقیم ہوے چنانچہ حدیث مین ہو کہ لایلدغ المومن من حجر مرتین مومن ایک رخنہ سے دوبار زخم نہین کھاتا - ھ (المترجم) قولہ للذین احسنوا منہم احسان یہ ہو کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہو اور وہ مشاہدہ ہو واتقوا پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجکو دیکھتا ہو اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہو - اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر ہو در اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہو - قولہ تعالیٰ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین - پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالیٰ نے درگاہ کبریائی کو تہمت اغیار سے اور اسید کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے - چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے امر کسی غیر کی طرف التفات کرین - اور جس وصف کمال کا وہ تعالیٰ مستحق ہو اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہو اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندون کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہو - ایمان کے خوف وامید کو محل ہر ان مین وقوع امتحان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہو گیا تو انوار ہیبت ظاہر ہو جاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہو - ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کا محل ہو جاتا ہو حالانکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہو اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین ہو اور یہ شرک خفی ہو - اور واسطی رحمہ نے کہا کہ ایمان کی شرطین سے خوف ہو اور علم کی شرطین سے خشیہ ہو اور یہی اشارہ ہو بقولہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - اور ابن عطاء رحمہ نے فرمایا کہ بیشک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف (محبت آمیز خوف ۱۲) چھوڑا اُسنے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا گویا کہ ایمان خوف وامید کے درمیان ہو (ع) پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکون ومنافقون کے ذمائم وقبائح پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

اور تجھ کو غم نہ آوے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہو کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ

انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہو جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ

وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہو اور نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہو

لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ○ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ

انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تا کہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہو اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ

مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ

کہ تمکو خبردار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہو اپنے رسولون مین جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ - بضم الياء وكسر الزاء وبفتحها وضم الزاء من حزنه لغة في احزنه - یعنی نافع کی قراءة میں یُحْزِنْ بضمہ یاء وکسرہ زاء معجمہ از باب افعال ہے اور باقیوں کی قراءة میں یَحْزُنْ بفتح یاء وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنی از حزنہ غمگین کیا اسکو جو احزنہ کے معنے میں ہے جیسے اول قراءة مذکور ہوئی - بہرحال معنے یہ ہیں کہ نہ غمناک کریں تجکو - اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ - جو مسارعت کرتے ہیں کفر میں - ای یقعون فیہ سریعا لنصرتہ وہم اہل مکۃ والمنافقون ای لانہم لکفرہم یعنی گرتے ہیں کفر میں جلدی کرکے کیونکہ کفر کے معاون ہیں اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم میں نہو جا انکے کفر کرنے سے اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہوگئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عز وجل نے آپکو تسلی دی - اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے عام ہے قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذہب نفسک علیہم حسرات - اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم الآیۃ - پس اللہ تعالی نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ غم یہ تھی کہ دیگر اہل ایمان کو اُنسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کُندے ہوں پس اللہ عز وجل نے دونوں باتوں کو یہاں دور فرمایا کہ - اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا - بفعلہم وانما یضرون انفسہم - یعنے وہ کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اللہ تعالی کو فقط اپنے فعل سے ای کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالی انکا ناصر ہے ہاں یہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہیں کیونکہ انجام کار میں اسکا وبال انھیں پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ - يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا - نصیبا - فِي الْاٰخِرَةِ - ای الجنۃ فلذلک خذلہم - اللہ تعالی چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ آخرت میں ف یعنے جنت میں پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا - حاصل آنکہ اللہ تعالی کی مشیت وارادہ انکے حق میں یوں ہی متعلق ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالی کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی دیگر آیات کثیرہ میں مصرح ہے کہ ارادہ الٰہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہے اور یہ آئین دلیل ہے کہ خیر و شر بارادۂ الٰہی ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب تقدیر الٰہی ہے - آور نہایت درجہ یہ کہ ہمکو اسکی حکمت نہیں معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالی صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو عدل الٰہی معلوم ہے تو ضرور یہاں کا وزن کی سکا فات بعدل ہے لہذا انکے حق میں کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر صحابہ وتابعین وسلف صالحین تھے پس یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادۂ الٰہی انکے حق میں حکمت کاملہ کے ساتھ یوں ہی متعلق ہوا اس سبب سے وہ مخذول وکافر ہیں کہ انکے لیے آخرت میں جنت سے کچھ نصیب نہیں بلکہ - وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - في النار - انکے واسطے دوزخ میں عذاب سخت ہے کیونکہ انھوں نے ایمان و آخرت کو چھوڑکر کفر و دنیا کو اختیار کر لیا گویا موتی دیکر خس خرید لیا تو یہ خود خس لائق جہنم ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ - ای اخذوہ بدلہ - جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا یعنی لے لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونوں ممکن سے کفر کو اختیار کر لیا - لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ - بکفرہم - شَيْئًا - تو وہی لوگ ہرگز کبھی ضرر نہ پہونچا سکیں گے اللہ تعالی یعنے اولیاء اللہ تعالی کو بسبب اپنے کفر کے - کچھ بھی - وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہی ف جسکو اپنے لیے خرید ا ہی اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہی کہذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء الَّذِينَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ - ای املاءنا لہم بتطویل الاعمار وتاخیرہم - خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ - وان ومعمولہا سدت مسد المفعولین فی قراءۃ التحتانیۃ ومسد الثانی فی الاخری - یعنی ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم و کسائی و یعقوب نے وَلَا یَحْسَبَنَّ بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا پس الذین کفروا فاعل ہوگا - اور انما نملی لہم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑتے ہیں نا خیر دی) یہ بہتر ہی انکے واسطے - اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہی اور تعریض ہی کافروں کو - اور الذین کفروا مفعول ہی اور انما نملی لہم الخ اسکا بدل ہی اسکو مفسر نے قائم مقام مفعول دوم رکھا ہی اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہی - پھر مفسر رح نے املاءنا لہم یعنے مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہی بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام میں وہ متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہی - اور ایلاء بمعنے امہال و تطویل عمر ہی اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے ہیں املی لفرسہ - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - الغرض تو خیال مت کیجیو ان لوگوں کو جو کافر بنے ہیں انکے حال کو کہ ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہی - اِنَّمَا نُمْلِيْ - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا - بکثرۃ المعاصی ہم تو اسواسطے املا کرتے ہیں یعنی ڈھیل دیتے ہیں - انکو تاکہ بڑھا دیں گناہ بسبب کثرت نافرمانیوں کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ - ذو اہانۃ فی الآخرۃ - اور انکے لیے عذاب مہین ہی یعنی آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہی مہین بمعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہی اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ میں کالعدم ہی - مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ - ایہا الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیرہ یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہی جسمیں مومن و منافق سب شامل ہیں (اور معنی یہ ہیں کہ) یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالی چھوڑ دیوے مومنوں کو اسی حال پر جسپر تم ہو ای لوگو کہ مخلص و غیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا حَتّٰى يَمِيْزَ - بالتخفیف والتشدید یفصل - الْخَبِيْثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المومن بالتکالیف الشاقۃ المبینۃ لذلک ففعل ذلک یوم احد - حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کردے ف میز میں دو قراءۃ ہیں ایک بدون تشدید کے اسمیں میز بمیز جسکے دو چیزوں میں فصل کردیا اور یہ اکثروں کی قراءۃ ہی بمعنی یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے باینطور کہ ایسے شاق تکالیف دیدی کہ اُنسے دونوں الگ ظاہر ہو جاویں پس بروز احد یہی کیا - اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ میز یمیز تمیز التشدید یہی جب دو چیزوں سے زیادہ ہوں تو کہتے ہیں کہ میز بینہما - ان چیزوں میں تمیز کردی پس یہاں باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہی کہ تشدید واسطے مبالغہ کے ہی کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہو جاوے - وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمییز اور نہیں ہی اللہ تعالی کہ تم کو غیب پر مطلع کردے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون ایسی تمیز کے کیوں خبیث و طیب میں فرق نہیں ہو جاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الہی پوشیدہ ہی اسکو تم نہیں جان سکتے ہو - اور سدی سے روایت ہی کہ منافق لوگوں نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ تعالی نے یہ نازل فرمایا - کذا - اورده ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیوں مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اس لائق نہیں ہیں تو فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ - یختار - مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ - فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین ولیکن اللہ تعالی

برگزیدہ کرتا ہی اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہی ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہی جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کر دیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہی تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کرون آپ منع فرماتے کہ نہین اے عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذوالخویصرہ خارجیون کا جد اعلی تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کر دینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہو چکا ہی - اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہی اور علما نے بھی تصریح کر دی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہی اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہی یہ جزوی علم غیب ہی حتی کہ تمام آسمانون و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہی اور آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالی کے نہین ہوتا ہی اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سوائے حق عزوجل کے اور کوئی نہین جانتا ہی اسواسطے کہ وہ تو علم ہی جو صفت باریتعالی ہی اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہو جانا غیر ممکن ہی - اور بسا اوقات اسرار الٰہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہی کہ بندہ خاص اس امر کو نجانے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہی اور اسکے سفر مین کیا انجام ہوگا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا کیا حال ہی حتی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ یا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہی لیکن آپ ذرا تحقیق تو کر لین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی براءت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین و اسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کنعان مین ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈالدیا حالانکہ روایات سے ثابت ہی کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہو گئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہی کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہی اور خوف کفر ہی اگر تاویل نہو اور جو شخص یہ کہتا ہی کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیل آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی اور غفلت کی ہی جو اوپر مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہی اسمین صحیح ہی کہ فعلمت ما فی السموات و ما فی الارض - مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی۔ الحاصل جہانتک اللہ تعالی نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے - فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوا النِّفَاقَ فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ - پس ایمان لاؤ اللہ تعالی کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمہارے واسطے ثواب عظیم ہی ف عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالی ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور انکو خوف دلایا پھر اللہ عزوجل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن و اندوہ جو غیر کی طرف سے متصور ہین جاتے رہتے ہین کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت مین استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہین - واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال مین ہی اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف و تنبیہ ہی قولہ تعالی انہم لن یضروا اللہ شیئا - یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہی اللہ تعالی کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اسواسطے کہ

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہوں کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہے قولہ تعالی وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - اللہ تعالی کے یہاں چند طرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر - پس غیب ظاہر تو وہی ہے جس کی اللہ تعالی نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہے اور اسپر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہے لیکن حد استقامت پر ہونے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہے اسواسطے کہ الیقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب بایں معنے خطاب اضداد ہے - اور غیب باطن سو وہ غیب ان چیزوں کا ہے جو مقدر کرکے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہے اور غیب الغیب تو وہ افعال ہیں صفات کا غیب ہے اور یا بایں معنی یہ خطاب مریدین کو ہے اور سر الغیب تو وہ صفت ہیں نور ذات ہے اور یہ خطاب محبین کو ہے اور غیب السر تو وہ عینیت قدم ہے کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہیں ہو سکتا - پس قولہ تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - میں خطاب تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین وصفیاء وصدیقین وعارفین وموحدین کو ہے پس اس سے یہی غیب مراد ہے جسپر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہے کہ کوئی مخلوق اسکو ادراک کر سکے پس تمام سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایک قرب خاص ہے جو کسیکو میسر نہیں اور وہ اسطرح کہ انہیں سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی میں ہو لیا تھا اگرچہ بصفت ادراک احاطہ نہیں ہوا اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد وعیسی وموسی وابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی میں بھی شامل ہیں اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم برگزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہے - اور یہ دوسری آیت میں مشروح ہے کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہے جو اپنے اوصاف سے فانی ہو کر صفات حق سے متصف ہوا اور ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہیں چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ حکم لغیب ہے اور حکم یہ غیب ہے جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضہ کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عزوجل کی طرف سے خبریں فرمائیں جو دنیا وآخرت کو شامل ہیں

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ط بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہے انکے حق میں بلکہ یہ

شَرٌّ لَهُمْ ط سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط

برا ہے انکے حق میں عنقریب طوق ہو کر پڑے گی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں وزمین کا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ع

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء - یعنی تاء فوقیہ ابو عامر ونافع وحمزہ کی قراءت ہے پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا مت خیال کر ان لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالی نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہے اور یاء تحتیہ باقیوں کی قراءۃ ہے پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنی جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کریں کہ انکے لیے بہتر ہے - الَّذِينَ يَبْخَلُونَ - بخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جسنے اس مال کو

ندیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلایگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین وارد ہین اور بداخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی. بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا ۔ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۔ اپنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی ۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگر بچے اور طریق شرعی سورۂ بقر کی آیۂ نفقہ کی تفسیر مین مذکور ہو چکا ہی ۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیۂ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے مخصوص کیا یعنے بخل کرے باین طور کہ اسکی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعلے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ستاون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمۂ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر اتنا قرضہ ہو کہ اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکورہ مین کمی آوے تو اس مقدار مین اگر وہ پیسا مال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہو اسکو ندے اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی ۔ دوم آنکہ اللہ تعالے نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہین ہوتا ہی ۔ سوم آنکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی ۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین ازانجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب ہی ازانجملہ زکوۃ ہی ۔ ازانجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہون تو اسپر واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین ۔ ازانجملہ جو شخص مضطر یعنے ایسے فاقہ گزین کہ مردار حلال ہو تو اسکو اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو ۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ ۔ هُوَ ای بخلہم ۔ انکا بخل کرنا خَيْرًا لَّهُمْ ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان والضمیر للفصل والاول بخلہم مقدر قبل الموصول علی الفوقانیة وقبل الضمیر علی التحتانیة ۔ یعنی خیرا کو نصب ہی اسواسطے کہ یہ لاتحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قراءۃ لیجاوے اور ضمیر ہو یہ چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہو سکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر پہلا مفعول بخلہم ہی وہ بنابر قراءۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولاتحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنابر قراءۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولایحسبن الذین یبخلون بخلہم ہو خیرا لہم ۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے ۔ پھر جاننا چاہیے کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب الٰہی مین تصدیق آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجۂ اولی ہی مترجم کہتا ہی کہ بالتعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ ۔ ای زکاة من المال ۔ عنقریب طوق ہو کر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا ۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور جملہ شر لہم کی تفسیر ہی يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ بان یجعل حیة فی عنقہ تنہشہ کما ورد فی الحدیث ۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بناکر انکی گردن مین ڈالاجائیگا یہ بطور

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کرکے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہا بے زہر کیسو دار ہوکر اسکی گردن مین طوق ہو جائیگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا یحسبن الذین یبخلون بما اٰتاہم اللہ من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیۃ، رواہ البخاری و ابن حبان - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوٰۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ بغیر زکوٰۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسر یہ ہی کہ بقدر زکوٰۃ مال ہوگا واللہ اعلم و بمانند اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صححہ و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلیٰ و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط ترک زکوٰۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوٰۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی بایں سبب کہ اعلیٰ ہی ورنہ ابن جریر سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے اہل کتاب کی حقیت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریرؓ نے عن ابی قزعہ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کر جاوے اور اسکی محتاجی مین مدد نہ دے تو یہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے زہر الا لون والا نکلے گا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا و قد رواہ عن ابی قزعہ عن ابی مالک العبدی موقوفاً و عن ابی قزعہ مرسلاً اور مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجت ہین فافہم - بالجملہ یہ حال وعذاب ان لوگون پر ہی جو مال کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا - وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے واسطے ہی میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا دلار و عتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس یہان میراث کے یہ معنی ہین جو مفسر نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالیٰ ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنیٰ تصویر ہو سکتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنائے اہل آسمان و زمین کے وارث ہوکر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی نہین ہو سکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالیٰ انا نحن نرث الارض ومن علیہا - اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالیٰ وارث ہی اظہر اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین - یعنے تقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی - اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو دستور ہی مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا واورثنا ہا قوماً آخرین - اور - واورثنا الذین استضعفوا الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا - یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہو سکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیا کے کسیکے وارث نہین ہوتے اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفائے راشدین بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہین عمل کیا ہی ابن الانباری نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہوا بعد اسکے کہ خالد سمین شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ ورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی - اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عزوجل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور یہ فرمایا کہ سب آسمان و زمین و دیگر مال اسکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور کیا کم ہی کہ اپنے ہی

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ - بالیاء والتاء خَبِيرٌ - فیجازیکم بہ۔ جاننا چاہیے کہ تعملون بتاء فوقیہ اور بیاء تحتیہ دونون قراءتین آئی ہین مگر قراءۃ اول اکثر قراء کی ہے اور اسیکو مفسر نے اختیار کیا چنانچہ کہا اسپر جزا دیگا تمکو تمھارے عمل کی اور بیضاوی نے کہا کہ اس قراءۃ مین وعید سخت ہے اور دوسری قراءۃ ابوعمرو و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت مین یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالی خبردار ہے جو وہ کرتے ہین پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالی ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفی رح نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ رح نے بیان علوم کشفی کے چھپانے والون سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت مین سیطوقون کے معنی یہ نہین کہ انکی گردن مین طوق ہو کر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنے ہین کہ جہنم مین طوق و زنجیر سے جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھون نے کہا ای یکلفون ان یاتوا بما بخلوا یعنی انکو تکلیف دیجائیگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو مین کہتا ہون کہ شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہان ان لوگون کو زجر کیا جو مریدون و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہین اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیر دل کو ورطۂ امتحان سے چھٹا دے اور ان کو عرفان کی راہ بتا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والون پر اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتین ظاہر کرنے تاکہ اللہ تعالی کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالی کی بندگی کرنا انکے دل مین رچے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عز و جل نے حکم فرمایا و اما بنعمۃ ربک فحدث - یعنی اللہ تعالی نے جو نعمتین تجیر فرمائی ہین انکو بیان کر - پھر جو شخص یہ کرسکتا ہے جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عز و جل کی بہتری کے خواہان رہے وہ کیون ایسا نہ کرسکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق مین خرچ کر ڈالے جیسے صحابہ رض نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا کر دیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہین اور سخاوت کی شاخ انھین سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدون کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفون کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھاپن ہے قولہ تعالی سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ - مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و بقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور اپنے نفس کی امیدون سے منقطع ہو جاوینگی چنانچہ فرمایا وللہ میراث السموات والارض - یعنی وہ تعالی ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگون کو سب سے اعلی ملتی ہین جو اسکی راہ مین اپنی جانین خرچ کرتے ہین پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا ہے اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ راہ حق مین سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح و کل کو راہ حق مین خیرات کر دے اور جتنے راہ حق مین کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق مین غیر کی طرف نظر کی وہ قرب حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَ

اللہ نے سنی انکی بات جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور

قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

جو خون کیے ہین نبیون کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا

أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ع الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ إِلَيْنَا

اپنے ہاتھون اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے بندون پر وہ جو کہتے ہین کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن

ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھا جاوے تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول

قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ فَإِن

مجھسے پہلے کھلی نشانیاں لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیون تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ

كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ○

تجکو جھٹلاویں تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جو لائے تھے نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ - البتہ سنا اللہ تعالی نے کشاف مین زمخشری رح نے کہا کہ اللہ تعالی کے سننے کے یہ معنی ہین کہ اسپر پوشیدہ نہین یعنے اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہی - مترجم کہتا ہی کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہی تو ان کی غرض یہ ہی کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہین جیسے سمع اللہ لمن حمدہ مین ہی بلکہ یہ وعید و تہدید ہی جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہین کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک اپنے معنے پر ہی یعنی اللہ تعالے نے اپنی حقیقی صفت سے سنا - قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ قول ان لوگون کا جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم تونگر ہین ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیۃ - وقالو لو کان غنیا ما استقرضنا - اور یہ لوگ یہود تھے انھون نے یہ قول اسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیۃ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین ایسا مذکور ہی جو مفسر رح نے ذکر کیا پس اگر یہی بلفظ ان کافرون نے کہے تھے تو آیت مین ان کے الفاظ کی حکایت ہی اور مفسر رح نے علوم القرآن مین اسکو اس بات کی مثال مین بھی ذکر کیا کہ قرآن مین جو آیات زبان غیر ہین از انجملہ یہ ہی لیکن شیخ ابن کثیر رح نے ابن عباس رض سے روایت ذکر کی کہ ان کافرون نے کہا تھا - یا محمد افتقر ربک فسأل عبادہ القرض - یعنے اے محمد آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندون سے قرض مانگا پس اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ و ابن ابی حاتم - اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ایک مرتبہ یہود کے مدارس مین گئے جہان بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص کے پاس جمع تھے - حضرت صدیق نے کہا کہ اے فنحاص تو اللہ تعالی سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہی کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت مین موصوف ہین وہ بولا کہ واللہ اے ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہین اور وہ ہمارا محتاج ہی ہمسے گڑگڑاتا ہی جیسے ہم نہین گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہین اگر ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہین اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہی اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر ہی گویا سود دینے کا وعدہ کرتا ہی - یہ سنکر حضرت ابوبکر سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ اگر ہمارے اور تم لوگون کے درمیان عہدنامہ نہوتا تو مین تیری گردن مارتا اے خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھ مین وسعت ہو۔ فنحاص وہان سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہی آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رض کیا باعث ہوا - صدیق رض نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم اس سے تونگر ہین مجھے اللہ تعالے کے واسطے غصہ آیا مین نے اسکو مارا پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ مین نے نہین کہا پس اللہ عز و جل نے ابوبکر رض کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب میں نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی مصرح ذکر فرمایا۔ ازانجملہ آنکہ فرمایا۔ سَنَكْتُبُ ۔ نامرکتب ۔ مَا قَالُوْا ۔ فی صحائف عمالہم لیجازوا علیہ۔ یعنی ہم لکھیں گے ۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھنے اس چیز کا جو انھوں نے کہا۔ ان کے صحائف اعمال میں تاکہ اسپر دہ جزا دیے جاویں۔ پس فرشتوں کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون ۔ وفی قراءۃ بالیاء مبنیا للمفعول۔ یعنی اور حمزہؒ کی قراءۃ میں سَیُكْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہے اور لکھا جائیگا جو انھوں نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے جیسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہیں یعنی یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل میں قتل انبیا کو بھی لکھا کہ وَنَكْتُبُ ۔ قَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ قتلہم بالنصب وبالرفع یہ اور لکھیں گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنا بر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنا بر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنی اور لکھا جائے گا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق۔ اور یہیں ایذان ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنھوں نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا۔ اور قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑوں سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا۔ وَنَقُوْلُ ۔ بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہے اور یہیں بھی دو قراءتیں ایک بنون ودوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرۃ علےٰ لسان الملائکۃ ۔ یعنے ہر قراءۃ پر فاعل اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنے یہ کہیں گے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر۔ حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول ۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۔ النار ۔ حریق دراصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہوا اور معنے اس کے محرق ہیں یعنے سخت التہاب سے جلانے والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہیں۔ اور حاصل یہ کہ ان کافروں سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان چکھو اور یہاں سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول و فعل حد سے زیادہ بڑا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس میں ظلم کا احتمال ہی نہیں اسیواسطے فرمایا۔ ذٰلِكَ ۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ ۔ بسبب اس چیز کے جو پہلے بھیجی ہے تمھارے دونوں ہاتھوں نے ۔ یعنے تم نے چنانچہ مفسرؒ نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول بہا۔ یعنے ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیت میں بما قدمت یداہ فرمایا اور ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ ای شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ و زبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ ۔ بذی ظلم ۔ لِّلْعَبِيْدِ ۔ فیعذبہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہیں ہے ظلام ای صاحب ظلم۔ واسطے بندوں کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے میں عذاب کرنے والا نہیں اس شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہیں کیا مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے ہرگز عذاب نہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں و زمین و بندوں و مخلوقات میں جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہیں ہو سکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغہ مبالغہ ہے جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب یا گیا کئی وجہ سے اول وہ کہ جو مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ظلام یہاں صیغہ نسبت ہے ای ذی ظلم کے معنے ہیں یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں ہوتی ہے اور نظیر اس کی بزاز و عطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے و بیچنے والا کہ انمیں نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لا یخفی اور مفسرؒ نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام میں اگرچہ معنے کثرت ہیں لیکن یہاں بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت ہے حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ میں ظلام فرمایا پس عبید کے مقابلہ میں ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے ظالم نہیں ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا - چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہے یعنی کثرت ملحوظ نہیں ہیں - بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے - پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جاتا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا جیسے بولتے ہیں کہ زلۃ العالم کبیرۃ - عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہیں بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہیں سے تعبیر کی - ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اوتعالی کو ظلام کہا اور اس صورت میں معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جو بڑا متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افجر نہیں ہے تو اسکے یہ معنی نہونگے کہ وہ فاجر ہے ہشتم آنکہ اثبات میں اللہ تعالی کے صفات میں صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکساں ہیں یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم وارحم سب میں وہی حد کمال ہے پس نفی میں بھی یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندوں میں بہتیرے ظالم ایسے ہوتے ہیں کہ ظلام ہوتے ہیں مترجم کہتا ہے تعریض یوں بیان کرنا اولی ہے کہ بندوں میں بہتیرے کافر ایسے ہیں کہ اپنے افعال میں ظلام ہیں جیسے یہودی خبیث تھے جنہوں نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء - کہا کہ انھوں نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعاً لکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہے یعنی وذلک ان اللہ لیس بظلام للعبید یعنے عذاب کی تعلیل ہے اے یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندوں کے واسطے ظلام نہیں ہے - بایں توجیہ کہ نفی ظلم مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہیں چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہیں نہ عقلاً و نہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے انھیں کافروں سے جنھوں نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بد خصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ اَلَّذِیْنَ - نعت للذین قبلہ یعنے یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے۔ قَالُوْا - لمحمد - یعنی ایسے لوگ جنھوں نے کہا محمد صلعم سے کہ - اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَا - فی التوراۃ اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے - توریت میں کہ - اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ - نصدقہ - ہم نہ ایمان لاویں واسطے کسی رسول کے یعنی نہ تصدیق کریں اس کے رسول ہونے کی حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ - یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ - فلا نؤمن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تم ایسا قربان لاؤ - اور یہ قربان بنی اسرائیل میں ہوتا تھا اور معنے اسکے مفسرین نے بیان کیے کہ - ہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ - اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے خواہ وہ حلال چوپایہ ہوں یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل میں یہ تھا کہ وہ میدان میں رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگوں کے دعا کی پس یا قبول ہوتا تھا یا نہیں پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئیں کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی یعنے جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر مستحیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہ ہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا - وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح ومحمد صلعم مفسرین نے کہا کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا سوائے مسیح و محمد صلعم کے بارہ میں چنانچہ سدی نے کہا کہ توریت میں یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ باینطور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کرکے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھا جاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمد آوین کہ ان دونون پر فوراً ایمان لانا کہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے کسی نبی کے تصدیق نکرنا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہے اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھا جانا موجب ایمان اسیوجہ سے ہے کہ وہ معجزہ ہے تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات آپس مین یکسان ہین اسیواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا کہ **قُلْ** - لهم توبیخاً یعنی کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ - **قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ** - بالمعجزات - **وَبِالَّذِي قُلْتُمْ** کزکریا و یحیی فقتلتموهم آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجھسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسر نے جواب دیا کہ - والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادهم لرضاهم به - اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہے کہ بالذی - قلتم - کو بالبینت - پر عطف کرنے مین ایذان ہے کہ بینات یعنی معجزات جس مرتبہ پر تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہے اگرچہ اسی قبیل سے ہوا ور مفسر نے فقتلتموهم - بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا - **فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** - فی انکم تؤمنون عند الاتیان به - پھر کیون تمنے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو - پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا - **فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ** المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ - **وَالزُّبُرِ** کصحف ابراہیم - اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم زبر جمع زبور ہے ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے - اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ و زواجر ہون اور ظاہر یا اولی ہے بنظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے - **وَالْكِتٰبِ** - وفی قراءة باثبات الباء فیهما - یعنی ابن عامر کی قراءت مین ہے بالزبر و بالکتاب - **الْمُنِيْرِ** الواضح وهو التوراة والانجیل فاصبر کما صبروا - یعنی منیر معنے واضح ہے اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو ای محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا - الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہے کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے علما نے تمکو اپنا پیشوا اپنا ارباب عنقریب تم جانوگے کہ مرکر کس غار جہنم مین جانے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہے اور تم کو پورے بدلے ملین گے قیامت کے دن پھر جو سرکایا گیا آگ سے

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

اور داخل کیا گیا جنت مین اس کا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہے البتہ تم آزمائے جاؤ گے

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے مالون اور جانون سے اور البتہ سنو گے ان لوگون سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

لوگون سے جنھون نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

ہمت کے کام ہین

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس موت چکھنے والا ہے جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنے یہ ہین کہ ذائقۃ موت جسدہا۔ یعنے چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہین اور اگر مرتا بھی تو حالت موت مین کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علی ہذا قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہین کہ حین موت اجسادہا۔ کذا قال الکرخی - وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ - جزاء اعمالکم۔ اپنے کامون کے بدلے - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤ گے فلیس مومن کا اجر تو جنت و ثواب ہے اور کافر و مشرک کا اجر دوزخ و عذاب ہے۔ پس آیت مین وعدہ و وعید دونون ہے۔ اور توفیہ کے معنی بھرپور دینا پس دنیا مین یا برزخ مین جو ملیگا وہ بعض ہے اور حدیث مین ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہے تاکہ جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت مین محاسبہ ہو ذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لیکن میرے نزدیک اسمین تامل ہے اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ توریت مین بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مفصل بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ امر صدقیہ سچ ہے جیسا کہ حدیث صحاح و سنن سے ظاہر ہے سوائے اس کے یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ و بعید ہے اور اسکی بحث قولہ تعالی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ مین آویگی انشاءاللہ الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی موت سے نہین بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہے۔ تو فرض ہے کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے فَمَنْ زُحْزِحَ - بعید - دور کیا گیا از تبعید یعنے دور کر دینا عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ نال غایۃ مطلوبہ۔ پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت مین داخل کیا گیا تو اسنے پا لیا اپنی انتہائے مراد کو اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتون کو شامل ہے کہ انکے مانند و نظیر نہین ویسے ہی اسمین رضائے الٰہی تعالی اسطرح حاصل ہے کہ کبھی ناخوش نہ ہوگا بلکہ دیدار الٰہی عزوجل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہین بلکہ نعمت سے وہ کہین اعلی تر ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین ایک کوڑے بھر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمھارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم و صححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیون خراب ہو جس سے کوڑا دیکر ٹکڑا ہاتھ مین نہ آئے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ - ای العیش فیہا۔ یعنی دنیا مین زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث-اَدْنیٰ-ہے-**اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ**-الباطل یمتع به قلیلاً ثم یفنی-یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا میں ہے کچھ نہین سواے متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے- قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوا ے کوئی معبود نہین کہ قریب ہے کہ اپنے لوگون سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالی کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہوا و بندہ مین کوئی قوت نہین سواے قوت اللہ تعالی کے شیخ **ابن کثیر**ؒ نے کہا کہ اس آیت کریمہ مین تمام چیزون کی تعزیت ہے کیونکہ جن و انس و فرشتہ حتی کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات وحدہ لاشریک لہ باقی رہجاویگا جسکے واسطے ہمیشگی و بقا ہے وہی اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سُنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہین آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ- اللہ تعالی کے یہان ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت تو در حقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- پھر **جعفر بن محمد بن علی بن الحسین** علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے ہکذا اورد **ابن کثیر** اور **مترجم** کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین دو انقطاع ہین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ **ابن حجر** نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بھرپور ذکر کیا اور بعد تمام کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور **نووی**ؒ نے شرح صحیح مسلم مین بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر اہل اللہ تعالے سب متفق ہین کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین اور اُنسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو **قشیری**ؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور **مترجم** کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہین جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ **ابن کثیر** بھی اسی طرف مائل ہے لیکن اسمین البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم-اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت مین داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال مین آوے کہ وہ اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگون کو اسی خاطر سے وہ پہونچے جسکو وہ اُنسے خود چاہتا ہے (رواہ احمد) پھر اللہ تعالی نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھون نے جنمیون کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے **لَتُبْلَوُنَّ** حذف منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتخفیف-اس صیغہ مین سے نون رفع تو بسبب اسکے حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہوے جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہے اور رہا واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاے ساکنین کے اور لام اسمین قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤگے-**فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ**-بالفرائض فیہا والجوائح اپنے مالون مین ف باین طور کہ ان مالون مین حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمین قدرتی آفتین پہونچینگی-جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلون کو پہونچتی ہے اور یہ مراد یہان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین مین جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ منافق و کافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھونکا اثر نہین کرتا یہانتک کہ ایکبار گر جاتا ہے (ط) اس آیت مین صریح حکمت آیہ کی تنبیہ ہے کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتون سے افضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنادے بدون اسکے کہ تمھارے قلب کو

مسئلہ وقولہ قائم مقام اس سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود بخود ثابت ہوگئی کہ وہی اللہ تعالی کا تقدیر سے قائم مقام ہوے اور شیخ کو یہ قائم مقام ہونا ... علی الاطلاق ... دوم اس کلام کی نفی ہے فافہم ۱۲ م

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کرکے تمہارا مطیع کردے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہو کہ تم قطعًا یا کثیرہ کیے جاؤ
تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین لینے انہین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بجا اسمین صدقات فرض
کیے جاوینگے تاکہ تمہاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے - پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتدا مین یہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین
پھر اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالی - وَأَنفُسِكُمْ - بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف یا بنطورکہ
عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے ان پر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہو کہ نفس یہی جسم ہو جو معائنہ ہوتا
وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہو کہ اسکی تحقیق سورۂ یوسف وغیرہ مین انشاء اللہ تعالی آویگی - پھر باوجود جان ومال کی
آزمائش کے تم پر کافرون کے منھ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالی - وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ - ای الیہود
والنصاری - اور ضرور سنوگے یہود ونصاری سے - وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا - من العرب - اور مشرکین یعنی اہل عرب سے -
أَذًى كَثِيرًا - من السب والطعن والتشبیب بنسائکم - کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی - اور تشبیب شین معجمہ
شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا - وَإِن تَصْبِرُوا - علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر - وَتَتَّقُوا - اللہ تعالی - اور
پرہیزگاری رکھو اللہ تعالی کی - فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ - ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا بوجوبہا - تو یہ معزومات امور
سے ہو جنپر عزم کیا جاتا ہو بسبب انکے واجب ہونے کے - الحاصل تم کو اللہ تعالی ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہو وہ تمہاری جان ومال مین
مصیبت ڈالنے والا ہو اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمہارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہو تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہو جاؤ اور اللہ تعالی ہی کے
تقوی پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہو - مترجم کہتا ہو کہ یہ حکم دلالت کرتا ہو کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے ہوا پس جو قفال رح سے مذکور ہو کہ
نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہو تو یہ قول جید نہین ہو اور بخاری رح نے اسامہ بن زید سے روایت
کی جسکا خلاصہ یہ ہو کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ رض کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس پر جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین
جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس
یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کرکے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور
کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالی نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہو آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم وآپکے صحابہ مشرکون وکافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالے نے حکم کیا - ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ - اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عز وجل نے انپر جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے ڈھر مارے گئے تو عبداللہ بن
ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر الس چلو رسول صلعم سے بیعت کر لو پس انھون نے بظاہر اسلام قبول کر لیا - وقد
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا - پس یہ دلالت صریح ہو کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل - اور شاید
سو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہو اور یہ ظاہر ہو کیونکہ اقوال فحش مثلا جس کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوا
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض لکھوایا جو مرد متقی کے نامۂ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے سمجھو کہ نقصان
ہی یا نہایت کمال احسان ہو کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی - ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہو

وہ اللتیہ اسی دنیا کی متاع غرور مین پڑا ہی اور اسکو نقصان جانتا ہی پس ہر حال مین مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و اخلاق کریمہ کا حکم ہی تا کہ نفس کا ایمان ہو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہی مگر ان امور پر عمل کرتا اور نقصان سمجھتا ہی تو وہ جھوٹا منافق ہی اور اللہ تعالی سے عافیت کی امید ہی اور اللہ تعالی ہم ضعیفون پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل مین دیدے اور عافیت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کافرون کی بدعہدی وخیانت بیان فرمائی بقولہ تعالی

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ

اور جب اللہ نے قسمہ لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤگے پھر انھون نے پھینکا

وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ○ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہین تو مت سمجھ ان کو جو

يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

خوش ہوتے ہین اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہین بن کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہین

مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ

عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہی اور اللہ ہی کو ہی سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

ہر چیز پر قادر ہی

وَ- اذکر- إِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ- ای العہد علیہم فی التوراۃ یعنی اذ ظرف ہی فعل مقدر کا اور وہ اذکر کے مانند ہی- اور میثاق بمعنے عہد ہی اور معنے یہ ہین کہ توریت مین انسے عہد لیا تھا- اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق مین ہی اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونون کو شامل ہی بنا بر نیکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہی- و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین توبیخ و تہدید ہی ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاوین اور لوگون کے درمیان انکا ذکر پھیلاوین پھر جب مبعوث ہون تو انکی پیروی کرین- لَتُبَيِّنُنَّهُ- ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہی اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہی جو مذکور ہی یعنے ضرور اس کتاب کو بیان کرین اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت وصفات تھی اور تعقاد جسسے ہی کہ دین اسلام کی حقیت تھی- لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ بالتاء والیاء فی الفعلین- یعنے اکثرون کی قراۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ- دونون فعل مین بتاء خطاب ہی بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہی- اور ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم نے بیاء تحتیۃ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہی تو اسکے ساتھ کتمان نہین ہو سکتا پس لا تکتمونہ تاکید ہی حاصل اللہ تعالی نے توریت و انجیل مین اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہارے کتاب مین جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کے توریت و انجیل مین نازل کیے ہین سب کو صاف صاف لوگون سے بیان کردیا بیان کرین) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ- فَنَبَذُوهُ- طرحوا المیثاق- پس ان کمبختون نے پھینکا میثاق کو- وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ- فلم یعملوا بہ- اپنی پیٹھ پیچھے یعنے اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی نے کہا کہ یہ مثل ہی بے التفاتی و بے پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض مین نصب العین کرنا و پیش نظر رکھنا بولتے ہین- وَاشْتَرَوْا بِهِ اخذوا بدلہ- اور لیا اسکے بدلے- ثَمَنًا قَلِيلًا- من الدنیا من سفلتہم برئاستہم فی العلم فکتموہ خوف فوتہ علیہم تھوڑا مول یعنی مال

دنیاوی اپنے کمینوں سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتیں نکالیں کہ جنسے دین یہودی مثلاً ہمیشہ کے لیے بتلایا اور یوں ہی نصاریٰ نے
دھوکا دیا اور اپنے مالداروں وامراء و شاہوں کو جو کمینے و بے علم تھے یوں بتلایا کہ جو کچھ پوپ یا حبر کہے وہ فرض ہے یہ سب اسواسطے کیا کہ ان
دنیاوی مالداروں سے جو جہالت کی وجہ سے کمینے ہیں قلیل مال حاصل کریں جس نے علم کو جو شریف ہے چھوڑکر مال متاع کو جو حقیر ہے اختیار کیا وہ کمینہ
ہے۔ الحاصل ان لوگوں نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینوں کے ہاتھ قلیل داموں بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد
صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہوں حتی کہ تابع ہوکر دین اسلام میں داخل ہوجاوینگے تو نیہ جو کچھ ملتا ہے جاتا رہیگا۔ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ
شراؤہم ہذا۔ پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بدتر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ حسن و قتادہؒ سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے اہل قرآن کے شمول کے
اقوال بھی آئے ہیں وہ یا بنیننے ہیں جو ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت میں علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تحذیر ہے کہ خبردار ان کتاب والوں کی
راہ نہ چلیں ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگوں کو نافع ہے انکو بتلا دیں چنانچہ حدیث میں جو کئی طرق سے
مروی ہے آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہے اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت میں اسکو آگ کی لگام دیجائیگی مفسرؒ نے
کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث میں یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ
میں یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے۔ ھ۔ افسوس اس زمانہ میں یہ حال ظاہر ہے کہ امر توحید سے منھ موڑ کر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم
بنے اور دین کو خلط ملط کرکے راہ سنت کو گم کردیا اور مریدوں کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا۔ اور عجب کہ انکی مخالفت میں ایک فریق قائم
ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہے کہ انھوں نے صرف انکی عداوت کو دین بنا لیا اور باہم جدال و تکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کردیا اور معارف
سے بےنصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہوکر دار آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالیٰ ہو الہادی
کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعویٰ توحید سے مدح کا استحقاق نہیں ہو سکتا ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَحْسَبَنَّ
بالتاء و الیاء۔ یعنی اسمیں بھی وہی دو قرأتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں اور ترجمہ میں فرق ہوگا کیونکہ یا تحتیہ پر معنے یہ کہ گمان نکریں یہ لوگ
جنھوں نے الخ اور تاء فوقیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجیو۔ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا۔ فعلوا من اضلال الناس۔ ایسے لوگونکو جو خوش ہوتے
ہیں ایسے فعل پر جو انھوں نے کیا یعنی لوگوں کا بھٹکانا۔ وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور
دوست رکھتے ہیں کہ مدح کیے جاویں یعنی ثواب دیے جاویں ایسے فعل کے عوض جو انھوں نے نہیں کیا یعنی حق سے تمسک نہ کیا اور گمراہی
سکھلائی پھر چاہتے ہیں کہ ثواب و مدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ۔ بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ۔ بِمَفَازَةٍ۔ بمکان ینجون فیہ مِّنَ
الْعَذَابِ۔ فی الآخرۃ۔ پس تو انکو خیال نہ کیجیو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نکریں) ایسی جگہ جہاں آخرت میں عذاب سے نجات پاویں ف
بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہاں عذاب پاویں چنانچہ صریح فرمایا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہے ف
تو ثابت ہو گیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے میں ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہیں بلکہ عذاب الیم یعنی مولم ضیا یعنی جہنم میں انکے لیے عذاب مولم ہے
واضح ہو کہ فلا تحسبنہم میں بھی موافق اول کے دو قرأتیں بیاء تحتیہ وتاء فوقیہ ہیں پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قرأۃ پر الذین فاعل ہے اور
رہے دونوں مفعول تو وہ محذوف ہیں کیونکہ آگے۔ فلا یحسبنہم کے دونوں مفعول انپر دلالت کرتے ہیں اور اگر لا تحسبن بتاء فوقانیہ کی قرأۃ لیجاوے تو پہلا
مفعول۔ الذین موجود ہے صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جسپر لا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ مفسرؒ نے آیت کے واسطے
کوئی شان نزول نہیں بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہرحال آیت عام ہے کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بد کام کو عمل میں لاوے

اور بنیک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا مین اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہین بچیگا۔ اقول یہی صحیح ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ لاتحسبن الذین
یفرحون مین کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو ایسا ظاہر کرتے ہین جیسے باطن مین نہین ہین اور صحیحین مین بھی حضرت صلعم سے ہی کہ جسنے جھوٹا دعوی
کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہی جیسے زور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ مین وہ خصلت ظاہر کی جو اسمین نہین ہی تو
جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمدؒ نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافعؒ سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت
کر کہ اگر یہی بات ہی کہ ہم مین سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہین کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے
تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہی یہ تو اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی پھر ابن عباسؓ نے قولہ تعالی واذ اخذ اللہ میثاق
الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیۃ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف
بتلائی پھر وہان سے نکلے اور اونھون نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار
ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہکذا رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم
وابن خزیمہ والحاکم وابن مردویہ۔ اور نیز بخاریؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے
رہتے اور مدینہ مین بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذوری بیان کرتے
اور قسمین کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہین کی ہی پس نازل ہوا۔ لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیۃ۔ وہکذا رواہ
مسلم وابن مردویہ ومالک۔ اور اس روایت کو ابو سعیدؓ نے بمواجہہ وشہادت رافع بن خدیجؓ وزید بن ثابتؓ کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن
مردویہ اور اس روایت مین ہی کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد مین کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پیچھے رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت
صلعم و مسلمانون سے قسمین کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور سپر مدح کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونون روایتین صحیح کی اثبت
ہین تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ انمین کوئی منافات نہین ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ اس تمام کو جو ہمنے ذکر کیا عام و شامل ہی اور یہی صحیح ہی۔ اور ثابت بن
قیس انصاریؓ سے روایت ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست رکھے اور مین دوست
رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے خیلاء سے منع کیا اور مین جمال یعنی آرایش کو دوست رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم مین کوئی
آواز بلند نہ کرے اور مین بلند آواز آدمی ہون سو مین دیکھتا ہون کہ مین تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہین کہ زندگی بھر
تو حمید رہے اور مرے تو شہید مرے و جنت مین داخل ہو عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ کیون نہین چاہونگا پس ثابت بن قیسؓ حمید زندہ رہے
اور مسیلمہ[۱] کذاب کی لڑائی مین شہید ہوے رواہ ابن مردویہ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خزائن المطر والرزق
والنبات وغیرہا۔ اللہ تعالی ہی کے واسطے آسمانون و زمین کا ملک ہی۔ یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سواے اسکے
بیشمار جنکی تعداد کوئی نہین جانتا سواے اسکے۔ اور اسمین رد ہی ان کافرون کا جنھون نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جنکی تمام مذمت بیان کی جو
دلالت کرتی ہی کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہی۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ومنہ تعذیب الکافرین
وانجاء المؤمنین اور اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی اور کل شی مین سے ادنی چیز یہ بھی ہی کہ کافرون کو عذاب دے اور مومنون کو
نجات و ثواب دے لیکن بہتیرے لوگ بے فکر سے جانور ہین اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھون سے دیکھتے ہین اور نہین سمجھتے
ہین لہذا آگے انکو ارشاد کیا ہی کہ اسطرح غور کرو تو تمہاری آنکھین کھلین۔ درمیان مین ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کر دون پھر

[۱] مسیلمہ کذاب جو نبوت کا دعوی کرتا تھا مارا گیا

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کروں۔ عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم و انفسکم نفس ایک بت ہے جسکو حق عز و جل نے
لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر و لطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال دنیا رکھے اور یہ سب ان لوگوں کا امتحان ہے جو حق تعالے
کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہیں پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہو گیا
اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر و استدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی میں فنا ہوا
وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال
چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ۔ کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے
ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال میں رب تعالے کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت میں تو اسکا حال مانند سلیمان
علیہ السلام کے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی سا اور جسنے خود اموال کی طرف
دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر میں سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب
ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث۔ اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو ہانپے۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق میں ملک دیکھا اور ربوبیت
دیکھتا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن زریقا نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ باینطور کہ جمع کروگے اور دینے سے باز رہوگے اور جو حقوق الٰہی
ان اموال میں متعلق ہونگے ان میں قصور کروگے۔ وانفسکم۔ بایں طور کہ شہوات نفس کے تابع ہو گے اور ریاضت چھوڑ دو گے اور اسکو سہل دنیا سے لپیٹائے رہو گے
اور امور آخرت میں غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھو گے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ باینطور کہ اسکے لینے دینے میں پھنسے ہوگے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ
میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عز وجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ محدثین از قسم انبیاء ہیں یہ حکم دیا کہ توفیق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان ہے طالبوں پر بقدر فہم ظاہر کریں تاکہ اس وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہوں اور انپر عارف ہوں اور یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو علما میں سے اہل کمال ہیں
اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے میں مداہنت نکریں قال المترجم عجب کہ عارف لکھنوی قدس سرہ نے کلمۃ الحق میں صریح مسئلہ
وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان و فرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہیں چاہیے کیونکہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ لوگوں سے انکے عقل کے موافق باتیں
کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامیؒ نے شرح فصوص میں صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا اقرار و اظہار کرنے میں خوف کفر ہے کہ خاتمہ
بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں یہی کافی ہے کہ عرب عرباء و صحابہ کرام و تابعین عظام و علماء مجتہدین و عامہ صالحین بلکہ کافہ امت
اس کلمہ سے وحدت وجود نہیں سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس شذوذ میں پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ میں یہی کہتا ہوں کہ احکام
کتاب و سنت پر عمل کریں تمام خوبی خود بخود حاصل ہو جائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہے والسلام **قال الشیخ**
اور بعض نے فرمایا کہ علماء و اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نرکھیں اور ناحق دعوے نہ کریں اور مراد یہ ہے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار
کریں۔ قولہ تعالیٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچتا تو دنیا کے عوض
دین نہ بیچتا۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی میں چند روز انکے لئے کہ انھیں نفس کی وحشت نے انکو گھیر لیا کیونکہ وصل کی
حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی موہبت و کرامت انھوں نے
مشاہدہ نہیں کی پس جو انکے پاس نہیں ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہیں اور بعض نے
کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ میں ڈالیں۔ قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا یہ حدیث

ان لوگون کا ہے جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز انکے سینہ مین داخل ہوئے وہ ظاہری تقشف سے اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی
اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہوئے پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی
کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین
اور اللہ تعالی نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوئے اور سحران مین پڑے ہین اور یہ اشد
عذاب ہے۔ حاتم اصم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون متقرب زاہد بننے والون کی راہ
نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرما دیا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب
سے چھٹکارا دیگا ۔ ہرگز نہین وہ تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ دیدار الٰہی سے محروم اور اللہ تعالی کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ

آسمان وزمین کی پیدایش مین اور رات ودن کے بدلتے آنے مین عقل والون

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى

کو نشانیان ہین وے جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان وزمین کی پیدایش مین ای رب ہمارے تو نے یہ بیفایدہ نہین بنایا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ ط وَمَا

تو پاک ہر عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے ای رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین ای رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا صلے رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے ای ہمارے پروردگار تو بخش دے ہمارے گناہ اور اتار ہم سے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ ای رب ہمارے

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ - وما فيهما من العجائب - آسمان وزمین کی پیدایش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین
عجائبات ہین انکی پیدایش مین - وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ - اور رات و دن کے پے در پے مختلف آنے مین ف بالمجيء و
الذهاب والزيادة والنقصان - یعنے اختلاف ان دونون کا باین طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے
اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین - لَآيٰتٍ - دلالات على قدرته تعالى - اللہ تعالی کی قدرت پر دلیلین ہین لِّأُولِي الْأَلْبَابِ
لذوی العقول - ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و
ہوا و ہوس وغیرہ بداخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدایش و اختلاف شب و روز

و دیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملہ الٰہی نظر آویگی ایکیا دقیق سی بات ہی کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق
عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہی ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہی جو عقل والا ہی وہی بول اٹھتے ہین کہ ہی پاک
پیدا کرنے والے بڑی ہی قدرت ہی کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہی کہ اہل عقل کو شناسا ے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا
کیا ہی - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - الَّذِينَ - نعت لما قبلہا او بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہی یعنی اولوالالباب ایسے لوگ
ہین جو - يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ مضطجعا ای فی کل حال - یاد کرتے ہین اللہ تعالی کو کھڑے
اور بیٹھے و کروٹ پر ف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین
اللہ تعالی کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہی کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباسؓ
یصلون کذلک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یون مروی ہی کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت
کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے بہرحال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ
اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہی اور عمران بن حصین سے روایت ہی کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا
آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری و مسلم - وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور آسمانون و زمین کی پیدایش مین غور کرتے ہین ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہا - تاکہ اس تفکر سے
ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیر یتفکرون ای یفہمون ما فیہما من الحکم - ان دونون
کی حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہی اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہی اور
شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہی اس مین اللہ تعالی کے واسطے اپنے اوپر
نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے
ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہی اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہی جس مین تیری بھلائیان و برائیان نظر آوین گی - اور
سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہی جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ؎ اذا المرء کانت لہ فکرۃ - ففی
کل شیء لہ عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہی - اور عیسیٰؑ سے منقول ہی کہ بھلا حال اس کا
جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکرت کا الہام ہوتا ہی اور فکرت دروازۂ جنت
تک راہ بتاتی ہی اور عمر بن العزیز نے کہا کہ اللہ تعالی کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہی اور مغیث اسودؒ اسکا بیان کرتے حتی کہ
رو کر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ
دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی بیٹھ تو تفکر کے لیے خالی
چھوڑ دو - اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالی کی عظمت مین تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ مین
نے دو نہین بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہی اور حدیث مین ہی کہ ذات الٰہی مین فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتون مین فکر کرو کما
فی الصحیح - مترجم کہتا ہی کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہی تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم گریگا اور چاہیے کہ اول مین اللہ
تعالی کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر تو فعل سے قوت و سامان بہم پہونچا وے تو اللّٰہ نور صفت تک اسی فور حق لے جاوے (۵) مترجم

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہاں سلف وصالحین کے اقوال بہت بیش کیے ہیں نے یہاں بخوف تطویل ترک کیے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر میں شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عز وجل نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات میں تفکر نہیں کرتے ہیں
چنانچہ فرمایا۔ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ یعنے بہتیری
نشانیاں ہیں آسمانوں وزمین میں کہ ان پر گذرتے ہیں درحالیکہ انسے منھ موڑے ہوے ہیں اور بہتیرے ان لوگوں میں کے ایمان نہیں لاتے
اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہیں۔ اور جو لوگ تفکر کرتے ہیں انکی تعریف فرمائی اس آیت میں ویتفکرون فی خلق السموات والارض
ربنا۔ ای یقولون ربنا۔ ما خلقت هذا۔ ای ہذا الخلق الذی نراہ۔ باطلا۔ حال عبثا بل دلیلا علی کمال قدرتک۔ اے
رب ہمارے یعنے کہتے ہیں اے رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کر کے حال ڈالا ہے ای درحالیکہ کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے
نہیں پیدا کی تونے یہ۔ یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہیں۔ باطل۔ یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلا حال واقع ہوا۔ یا یہ معنی کہ
باطل نہیں بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکاروں کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکوں کو نیکی ملے۔ پھر انھوں نے عبث وباطل پیدا کرنے سے حق عز وجل
کی پاکی بیان کی۔ سبحانک۔ تنزیہا لک عن العبث۔ یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فقنا
عذاب النار۔ یعنے جس طرح ہم سے ہوسکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچا دے یعنے ہمکو عذاب دوزخ
نہ دے باینطور کہ اپنی قوت سے ہمکو عمل صالح ومرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہے۔ ربنا انک من تدخل النار
اے ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم میں داخل کرے۔ للخلود فیہا۔ یعنے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے۔ فقد
اخزیتہ۔ اہنتہ۔ پس تونے اسکو خوار کیا۔ یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا۔ یہ سب معنے بیان ہوے ہیں۔ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد۔ یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا۔ اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا۔ اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہیں ہوتا ورنہ وہ گناہ نہیں بلکہ کفر
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ۔ یعنے قیامت کے دن خوار
نہیں کریگا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والوں کو۔ ھ۔ پس گنہگار پر وہی عذاب نہوگا بلکہ کافروں مشرکوں پر وہی عذاب
ہوگا جو ظالم ہیں۔ وما للظلمین۔ الکافرین۔ من انصار۔ اور ظالموں یعنے کافروں کے واسطے کوئی بھی مددگار نہیں ہے
ف ظالمین سے مراد کافرین ومشرکین ہیں اسواسطے کہ کفر وشرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں ہے۔ قولہ من انصار میں من زائدہ تاکید نفی
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہیں جو انکو عذاب اللہ تعالیٰ سے بچاوے واضح ہو کہ کشاف نے یہاں اپنی بداعتقادی سے کہا کہ فلا ناصر لہم من
شفاعۃ وغیرہا۔ یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہیں تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار
نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالموں میں گنہگار مسلمانوں مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی
بداعتقادی پر دعوی کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہیں کبیرہ گنہگار
داخل نہیں ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہیں ہے دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ بیضاویؒ
نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے میں شفیع تو عاجزی ودعا سے چھڑاتا ہے پھر نصرت کی نفی سے شفاعت
کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافر ہیں نہ مومن کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں خواری فرمائی

ہے

ہے وقال تعالی ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی و خواری ہوگی وہ قیامت میں فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون میں سے اگرچہ کسی بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعاً متواتر ثابت ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرن کے واسطے بالکل نہین ہے - الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا مین عذاب خواری سے بچنے کی دعا کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ - رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ - یدعو الناس - ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو بلاتا ہے لوگون کو - لِلْاِيْمَانِ - الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہے - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور بعض کے نزدیک قرآن ہے اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے - اَنْ - ای بان - اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ - کہ ای لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ - فَاٰمَنَّا - پس ہم اُسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک و تعالی پر ایمان لائے - رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا - غط عنا - سَيِّاٰتِنَا - پس ای ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمسے ہمارے گناہ پس ان گناہون کو اس طرح ظاہر نہ فرما کہ تو بیہ عذاب کرے - وَتَوَفَّنَا - اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین - مَعَ - جملۃ - الْاَبْرَارِ - الانبیاء والصالحین - ساتھ مین جملہ ابرار کے یعنی انبیاء و صالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندون کے ساتھ کردیجیو - رَبَّنَا وَاٰتِنَا - اعطنا - ای ہمارے رب عطا کر ہمکو - مَا وَعَدْتَّنَا - جو وعدہ کیا تو نے ہم سے - عَلٰى - السنۃ - رُسُلِكَ - من الرحمۃ والفضل - اپنے رسولون کی زبان پر - یعنے رحمت و فضل ہم کو مرحمت ہو - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ تو وعدہ خلاف نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان فرض ہے پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالی لایخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالی کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالی ہمکو بھی اس ثواب کے مستحقین مین کردے کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یقین کامل نہین ہوسکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ تعالی کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لا تخلف المیعاد - ای رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہے پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے لوگون مین سے ہوجاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہے - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہوچکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بیشک مومن ہین مگر نفس کے پردہ مین حقیقی علم فقط اللہ تعالےٰ کو ہے کہ کیا حقیقت ہے اور کیا انجام ہے تو فضل و رحمت سے قبولیت و خاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تاکہ وعدہ الٰہی کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالےٰ کا اظہار ہے - اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالی پر کسی کا حق نہین اور او تعالےٰ مختار ہے جو وہ کرے سب حق ہے اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے - واضح ہو کہ ہر دعا مین کلمہ ربنا - مکرر آیا ہے - مفسرؒ نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع و عاجزی مین مبالغہ ہے تاکہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ - ہم کو روز قیامت خوار نکر جیسے کافر و ظالم خوار ہونگے - اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ - الموعد بالبعث والجزاء - میعاد مصدر بمعنی ظرف ہے یعنے وقت وعدہ حشر و جزاء - یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم بہانتک تو ان لوگون کی دعا تھی آگے اللہ عز و جل نے اپنے کرم سے انکی قبولیت کو بیان فرمایا ہے مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے والے اسکو آنکھون دیکھتے تھے پھر وہ نصاری پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس
حضرت صلعم نے فرمایا ہمکو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو۔ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہے
کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا تھا واللہ اعلم۔ آیت کریمہ کے مدنیہ ہونے مین شک
نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہ رضہ ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے پھر روتے
یہانتک کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلال رضہ نے آکر نماز صبح
کی خبر دی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہین فرمایا
کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ خرابی اسکی
جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جید) اور ابن عباس رضہ سے
روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے
یعنے حضرت میمونہ رضہ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اُٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات و
الارض الآیات پھر کھڑے ہوکر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلال رضہ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو
صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین۔ اور اسکو ابو داود
والنسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے
کہ کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَّمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُوْرًا وَّمِنْ
خَلْفِيْ نُوْرًا وَّمِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ف۔ عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے ان
فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار۔ اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالی شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے
ہین اپنے رب تعالے کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفت ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالے شانہ سے ہے کی طرف
ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث
پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے **قال المترجم** حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت
کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون وزمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالی سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جاتی ہے اور
یہ طریقۂ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث پر رہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے
مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال
وملتبس با نوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذلک نری
ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیہ۔ اور رہی خصوصیت زمین کی تو بموقع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت
اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے۔ اور کشف عظمت لصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن
کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باری تعالی
عز وجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالے کے دیدار سے مشرف ہوا۔

عاقلان حقیقت کو آسمان وزمین ورات ودن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو ان مین اپنی قدرت خاصہ وصفاتیہ کے انوار دکھلائے اور
محل التباس ومقام تلوین ہی واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالی ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہی کیونکہ
حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہی حالانکہ مثبت وموحد فقط عزوجل ہی اور فعل اسی کا مخلوق ہی تو اسکے واسطے کوئی چیز با دلیل کیونکر مثبت ہوسکتی
ہی اور تمام بحث مقدمہ مین محقق ہی شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جس شخص نے اوتعالی عزوجل کو علت سے ثابت کیا اسنے غیر حق عزوجل کو ثابت کیا
اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہی اور حق عزوجل اس سے پاک برتر ہی واسطی رح نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت میں
اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہی۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہی اور خواص نے ایسی
چیز کے ساتھ جو اسی کے لائق ہی جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس اوتعالی شانہ ایسے وصف سے پاک ہی جو عوام نے بیان کیا ہی کیونکہ
عوام نے اسکو ازراہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے ازراہ ربوبیت اعتقاد کیا ہی **قال المترجم** شیخ نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا لیکن بیان
یہان سخت قاصر ہی سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہی سبحانک اللہم استغفرک واتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص
نے مخلوقات وحوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسی واسطے کہ ان مین حق عزوجل
کا مشاہدہ کرین اور جسنے حق عزوجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہی اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ جو شخص اولوا الالباب
مین سے نہین اسکو آسمان وزمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہین دیتا ہی اور اولوا الالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہین مترجم کہتا ہی
کہ اللہ عزوجل نے خود اولوا الالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے
واسطے ایک تجلی خاص ہی اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین ملتی ہی اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص عمل ہی اور حالات مین ایک خاص
وجدان ہی پس رضائے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہی اور حب اللہ تعالی سے ذکر توکل وجبروت الہی تعالے سے ذکر قہر اور ملکوت الہی سے ذکر افضال اور
نعمائے الہی سے ذکر آلاء ہوتا ہی اور بقدر کشف صفت کے اس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہی یعنی کشف اسما وصفات ونعوت وذات سے جو ذکر متوافق
ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہی صرف باقی وہی ہوتا ہی جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنی خاص طور
سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل مین وحدہ لاشریک تھا اور واسطی رح نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہی
پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہی اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہی علی ہذا القیاس
اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما ۔ یعنی اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ہو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا
یعنی ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہی کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون
اللہ قیاما یعنی اسکو یاد کرنے مین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین وقعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھے رہتے ہین وعلی جنوبہم
یعنی ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالی ویتفکرون فی خلق السموات والارض خلق السموات والارض مین تفکر
کرنے کے دو معنے ہین اول یہ کہ قلب غائب ہو جاوے ان غیوب مین جو انوار صفات کے خزانہ ہین جن صفات سے نفاذ پر خلق کا ظہور ہی پس
محض ربوبیت مین فکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہی کہ انوار قدرت پا جاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار وصف
حقیقۃ حاصل ہونے سے پہونچ جاتا ہی دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود
مشاہدہ مالک ہی پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہی کہ اسکے اشیاء مخلوقہ مین دیدار الہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز مین موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آجاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ تو صحیح تفکر ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھ کر اُسنے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باریتعالے مین جو صفت حق عزوجل ہی اور مخلوق ہین تفکر نہین مراد ہی **قال المترجم** کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد سا ور فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہو وہ وہی ہی بلکہ مقصود فقط یہ ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی وخفی سب دور ہون **قال الشیخ** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنے صنعت مین تفکر کا حکم ہی۔ قولہ تعالیٰ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدایش مین تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کرین اور نور ذکر سے سوختہ نہو جاوین پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ مین فنا نہو جاوین اور یہ مریدین مین خواہش نفسانیت ہوتی ہی اور جہانتک رخصت دی گئی ہی اسکو لینے مین **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع مین ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لینے مین چنانچہ ظاہر کی مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہو کر اولیٰ ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا بنا بر مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو اختیار کرنا اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات مین بتتبع رخصت کا استراق ذکر سے فکر مین چلے آئے اور نیز جب انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینہ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدۂ خالص اُٹھانے کی طاقت نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت و شفقت ہی **قال المترجم** لالکائی رحمہ اللہ المحدث نے سنت مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھکو نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعًا جلکر خشک ہوجائے گی الحدیث و ہو فی بعض السنن ایضًا۔ **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار مخلوقات مین اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہی۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدایش آسمان و زمین مین فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کردیا کہ کہتے ہین ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین اور فورًا اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کرجاوین پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ قولہ تعالیٰ سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب مقام ذکر خالص سے افعال و آیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔ یعنی تو ہر فہم و فکر سے اور ہر خطرہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجھکو پاوے تجھکو کوئی عارف نہین پاسکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا وصف بیان کیا۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا چنانچہ تو نے فرمایا سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون یعنے پاک ہی برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا۔ اس آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم مین فنا ہین کہ انھون نے حقتعالیٰ کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب و ندا سن لیا۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیاتکو واسطہ و وسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلی یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہے پس ہمنے تیری منادی یعنے
رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہی ہین کہ تصدیق کل بدیدار کل اور سبقت نظر
اسرار بجانب انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ قولہ تعالی ربنا فاغفر لنا
ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ۔ یعنے تیری معرفت مین جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہے کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو
حادث بے بنیاد ہین قدم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہوسکتا ہے ۔ قولہ کفر عنا سیاتنا الہی اپنے کرم سے ہمارے ہر
ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہے اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہوچکی تھی ۔ اور قولہ توفنا
مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تو نے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے تہ دلمین اپنے
جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضاے قدیم کا لباس پہنایا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے
اور **شیخ ابو عبد الرحمن** نے فرمایا کہ جن کا ظاہر تو خلق کے ساتھ تھا اور باطن حق کے ساتھ ہے انھین کے ساتھ ہماری وفات ہو ۔ اور بعض نے
فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین ۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوے ہین
قال المترجم یہ قول جید ہے کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہے وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہے ۔ فافہم قولہ تعالی ربنا واتنا ما وعدتنا
علی رسلک ۔ یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنی و
زیادہ مترجم کہتا ہے کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادہ سے مراد دیدار الہی عزوجل ہے اور عنقریب سوال موسی علیہ السلام
مین مسئلہ دیدار باری تعالی کے بیان مین انشاء اللہ تعالی مفصل آتا ہے **قال الشیخ** اور تیرے رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہے کہ جسنے ان کی
اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرماویگا چنانچہ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو
قولہ تعالی ولا تخزنا یوم القیامۃ یہ دعا کمال معرفت کی ہے آمین قدیم تعالی شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار
عزوجل اپنے بندون سے مستغنی ہے حتی کہ اگر تمام انبیاء و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہے اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہو **قال المترجم**
حدیث قدسی صحیح مین ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے متقی ہے تو اسکی بادشاہت
مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھاوینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے فاجر ہے تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ
گھٹاوینگے مترجم کہتا ہے کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے یہان اشارہ کیا **قال الشیخ** ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے
واسطے ازل مین ہوچکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہے جو اسکے
دیدار عظمت سے خائف ہوجاتے ہین یا ہین قول کہ سبقت رحمتی غضبی ۔ اور **شیخ ابو عبد الرحمن** نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ الہی ہمارے
پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نہ دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کر دے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا ہے تو نے اس
قول مین فرمایا ہے کہ سبقت رحمتی غضبی ۔ یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے ۔ شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد ۔ کی
تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریائی سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہے یعنی جنکا وعدہ کسی
سبب و غرض سے ہوتا ہے وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے کبھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہے اور محال ہے
کہ تو پاک برتر اس سے کہ خلاف وعدہ فرماوے اور ہم اس سے مطمئن ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

مین دخل نہین پاسکتے ہین - اور استاذ نے اس آیت مین فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اے پروردگار پورا کردے وہ وعدہ جو اپنے رسولون کی زبان سے فرمایا ہے کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیان دور کر دینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے یا لحاجت بندون نے یہ التجا کی تو اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ مین ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم مین سے مرد ہو یا عورت ہو تم آپس مین

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

ایک ہو سو جنھون نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری راہ مین اور لڑے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور مارے گئے مین ضرور اتار دونگا اُنسے برائیان انکی اور داخل کرونگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

ایسا بدلا اللہ کے یہان سے ہو اور اللہ کے یہان اچھا ثواب ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا رہم - پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فا ر تعقیب ہے یعنی اس سے پہلی آیات مین جوان نیک بندون کی دعائین مذکور ہوئین اسکے پیچھے اللہ عز و جل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب بمعنے اجاب ہے و لیکن بہ نسبت اجاب کے اخص و اولی ہے لہذا استجاب مین تمام مرادین حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور اسمین اشارت ہے کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ - اَنِّيْ - ای بانی لَآ اُضِيْعُ - مین ضائع نہین کرتا ہون عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تم مین سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب ندون - یہ نکرہ سیاق نفی مین ہے لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتون کو بھی شامل ہے چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہے کہ - مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُمْ - کائن - مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ ای الذکور من الاناث و بالعکس - بعض تمھارے حاصل ہین بعض سے ای مرد پیدا ہوتے ہین عورتون سے اور عورتین ہوتی مرد سے اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی تاکید ہے اور معنے یہ ہین کہ مرد و عورتین اعمال خیر پر ثواب پاتی ہین اور ضائع نہ کیے جانے مین یکسان ہین - اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ بعضکم من بعض - مین کہا یعنی تم سب میرے ثواب مین برابر ہو - اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت مین اور بعض نے کہا موالات مین چنانچہ کہا المومنون والمومنات بعضہم اولیاء بعض - لیکن اول اظہر و اولی ہے پھر مفسرؒ نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الہجرۃ بشئی - یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نہین سنتی ہون کہ اللہ تعالی نے عورتون کو ہجرت مین کچھ بھی ذکر کیا ہو - رواہ الترمذی والحاکم و صححہ و سعید بن منصور - معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑ کر مرد بھی آئے اور عورتین بھی سو مردون کے حق مین تو بڑا ثواب مذکور ہے لیکن عورتون کا ذکر صریح نہین ہے اور سعید بن منصور کی روایت مین ہے کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتون مین سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہؓ کی آئی تھی - اور نیز حضرت ام سلمہ رضؓ سے روایت ہے کہ قولہ تعالے فاستجاب لہم ربہم الآیۃ - یہ آخر آیت ہے جو نازل ہوئی - رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ معاملہ ہجرت مین یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہے ورنہ قرآن مجید مین سب سے آخر آیت تو قولہ و اتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ہے کما

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فاء تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہے۔ کہا جائیگا کہ ہاں ور بانہ یہ ہے کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب
ہے۔ اور دعا و سوال یہنے واحد ہین۔ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا من مکۃ الی المدینۃ پس جن لوگون نے ہجرت کی یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف
اور اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اپنے وطنون سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک مین کہا کہ اپنے وطنون سے جو دارالکفر تھا دین
لیکر اللہ تعالی کی طرف بھاگے جہان اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکین کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام مین بھی ہوگی جیسے ابتداے
اسلام مین تھی مترجم کہتا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے و لیکن یہ حق
ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث مین صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرہا۔ یعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہے ویسے ہی
دین مالک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنے آخر زمانہ مین۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ لاہجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد و نیۃ
واذا استنفرتم فانفروا۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہین رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کر کے
چلو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہین رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاوین اور پہر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہین رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح
مکہ کے تمام بلاد دارالاسلام ہو گئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ مین بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکون مین دین پھیلانا عین مقصود ہے پس ظاہر
فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہین ہے فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا مبتدا ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی بسبیل
تعظیم ہے اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ موصول کے بعد کے جملے سب صفات واقع ہین پس جو
جزاء ثواب مذکور ہے وہ ایسے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک مین کہا کہ گویا یون کہا کہ جسنے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ
مستحق اس ثواب کا ہے (ھ) یہ بھی احتمال ہے کہ جسنے انہین سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے واللہ اعلم۔ وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ اور نیز وہ بندے
اپنے گھرون سے نکالے گئے ف وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہین کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار
چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا۔ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي۔ دینی اور میری راہ مین ایذا دیے گئے یعنے میرے دین کے بارہ مین ف
یعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہے اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا مین سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ حبش کافر کے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالی
مکہ کی جلتی گرمی مین جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم پتھر چھاتی پر رکھتا و مارتا وغیر ذلک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چیختے چلاتے
مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا۔ اور صحیح مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالی کے ساتھ شرک
نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ مین جلایا جاوے۔ وَقَاتَلُوا۔ الکفار اور لڑے کافرون سے۔ وَقُتِلُوا۔ بالتخفیف والتشدید فی
قراءۃ تبقدیمہ۔ یعنی جمہور کی قراءۃ مین قتلوا و قاتلوا ہے محی السنہ نے لکھا بدو وجہ اول آنکہ قتلوا و کانّہم قاتل الباقون یعنے اول قتل کیے گئے
پھر باقیون نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گیے درحالیکہ انھون نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندون مین یہ اوصاف ہین کہ انھون نے ہجرت
کی اور اپنے گھربار سے نکالے گئے اور میری راہ مین ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم یہ ہے کہ
لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ۔ استرہا بالمغفرۃ۔ ان کے گناہون کو مغفرت سے چھپا لونگا۔ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ اور انکو جنات مین داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہین۔ ثَوَابًا۔ مصدر فی معنی لاکون
موکد کہ یعنے ثوابا کی تقدیر یہ ہے کہ لاثیبنہم بذلک اثابۃ پس یہ اپنے فعل کا موکد ہے کیونکہ لاکفرن و لادخلن بمعنے لاثیبن ہے پس ثوابا بجائے

اثابۃً مصدر کے ہے ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہے جس سے ثواب دیا جاتا ہے مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہے جو عطیہ دیجاتی ہے مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ - فیہ التفات عن التکلم یعنے من عندنا - کی جگہ من عند اللہ - فرمایا یعنی تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا تفخیم شان ہے یعنے یہ عطیہ عظمیٰ ثواب از جانب اللہ تعالیٰ مالک کمال ہے - وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ - اجر ادا و حال یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جزاے جمیل ہے اس آیت میں مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمیٰ ہے - ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم - اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خدائے تعالیٰ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث میں ہے المہاجر من ہجر السیئات - مہاجر وہ ہے جس نے برائیوں و گناہوں کو چھوڑ دیا و اوذوا فی اللہ - ح و یعنی پھر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آمادہ کیا کہ خاص بندوں کو انکے دیار سے نکالیں تاکہ دنیا و ہی دیار کافروں کو ملیں اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاویں اور صدق یقین میں فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیوں و وطن کی طرف میل نہ کریں اور بعض نے کہا کہ انھوں نے شہروں کو چھوڑا اور بد کاروں سے دوری اختیار کی - قولہ تعالیٰ واوذوا فی سبیلی - اہل ایمان نے جب تک منکروں کی تلخ ایذاء نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل ہو - پس دشمنوں کی ایذار سے اولیا کے سینے تنگی میں ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس میں جو غضب و غصہ آوے اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے پی جاویں تاکہ اسکے بعد ان پر ابواب خطاب مفتوح ہوں اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارفت کے واسطے جاری ہے اور اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - پھر یہاں شیطان اپنے یاروں کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیوں تکلیف پاتے اور کیوں ایذار اٹھاتے اور کیوں مارے جاتے اور کیوں گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنوں کو یقین کامل ہے تو دنیاے فانی و حقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیاے ملعونہ کو کافروں کے لئے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا فقولہ تعالیٰ

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط

مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہیں یہ کافر شہروں میں یہ فائدہ تھوڑا سا ہے - پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو وے ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں کہ جنکے نیچے جاری ہیں نہریں

خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۝

رہ پڑے ہیں ان میں مہمانی اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اور جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے وہ بہتر ہے نیک بندوں کے لیے

ف نزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر و نحن فی الجہد - بعض مسلمانوں نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی بھلائی میں ہیں یعنے ایسے عیش فراخی میں ہیں اور ہم لوگ تنگی میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی - لَا يَغُرَّنَّكَ - تجھے دھوکا نہ دیوے - پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت ہے جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا - اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہیں کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیوں ایسے عیش میں ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ امام محی السنہ نے معالم میں قول اول سے پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہے اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و مافیہا ملعون ہے سواے ذکر الٰہی

و عالم و متعلم کے (دارمی) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے سو دیکھو کہ اس انگلی میں کتنا آتا ہی (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہی جسمیں یہ مضمون ہی کہ میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک منبر پر میں خرما کی کھجور ہی چٹائی پر خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان پڑ گیا ہی یہ دیکھکر میں رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو اس عیش میں ہوں اور آپ اللہ عزوجل کے رسول ہوکر اس حال میں ہیں پس آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمر تم اس خیال میں پڑ گئے بھلا تم اس بات پر راضی نہیں کہ انکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک ۔ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ تصرفهم ۔ فِي الْبِلَادِ ۔ بالتجارة والكسب ۔ یعنی تجھے دھوکا دے کافروں کا تصرف ان ملکوں میں ف یعنی شہروں میں تجارت کرنے اور کماتے پھرتے ہیں ۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی چلتے پھرتے مذکور ہیں اور عکرمہؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافروں کے رات دن پلٹنا مراد ہی سو اگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول راجح ہیں ہو ۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۔ تمتعون به في الدنيا يسيرا و يفنى ۔ یہ متاع قلیل ہی جس سے دنیا میں حقیر نفع لینگے پھر فنا ہوگی ۔ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بُری مہاد ہی ۔ اور مہاد بمعنے ما مهدوا لانفسهم ۔ جو انھوں نے اپنی جانوں کے لیے کفر کرکے مہد کر رکھی ہو یا اللہ تعالی نے انکے لیے مہیا کی ہو اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل سے تفسیر فرمائی یعنی اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ میں مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانی متقارب ہیں ۔ پھر جبکہ کافروں کی دنیاوی دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اخروی نعمت جمیل پائدار کو بیان کیا بقوله تعالی ۔ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لیکن وہ بندے جنہوں نے اپنے رب کا تقوی کیا ۔ یعنی شرک سے بچے ۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۔ تو انکے لیے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اسمیں ہمیشہ رہیں گے ف کبھی نہیں نکلیں گے اور نہ فنا ہوں گے اگر کوئی کہے کہ جنت میں ابتداءً خلود کہاں متحقق ہوسکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس خالدین حال نہیں ہوسکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقوله اے مقدرین الخلود فيها ۔ یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق میں خلود اس جنت میں اگر کہا جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنی نہ لیا جاوی تو دیگر دلائل مانند قوله تعالی لا يبغون عنها حولا ۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لیے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافهم ۔ پھر اللہ عزوجل نے ان بندوں کی تشریف کے لیے ارشاد فرمایا ۔ نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۔ درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالی کے یہاں سے ۔ مفسرؒ نے کہا نزل وہ جیسے جو مہمان کے واسطے مہیا ہو ۔ اور نصب اسکو بنا بر نیکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمیں ظرف کے معنے ہیں یعنے ثبت لهم جنات ۔ پس جبکہ سلطان عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال میں نہیں آسکتا اور جو کچھ چیزیں اسکی بیان ہوئی ہیں اسیقدر کہ جو بندوں کی فہم میں کچھ آجاویں ورنہ اسکی سب نعمتیں فہم البشر سے خارج ہیں اسیواسطے یوں فرمادیا ۔ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ من الثواب اور اللہ تعالی کے یہاں جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ۔ من متاع الدنيا ۔ بہتر ہی ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہے ف متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عزوجل کے سب سے بہتر ہی تو بنظر سیاق کلام کے ہی ۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ابرار کی تفسیر میں نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعًا روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انھوں نے اپنے باپ دادا بزرگوں کی خدمتگزاری

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجھ پر حق ہے رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم عنہ موقوفا من قولہ قال ابن کثیر وہو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسنؒ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر اسکو موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہین مگر اسکو اسکے لیے زندگی خراب ورموت اسکے لیے بدتر ہے اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔ رواہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم وعبدالرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے برابر نیکی کماویگا یا توبہ کریگا۔ اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابوطالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ ابلیگا اور شاید یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابوطالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہونے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم ف۔ شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج وروافض وغیرہ کے ہو۔ اور یہ جب اول کفر تک نہ پہونچے تو اسلام سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے سیوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کہا جاوے کہ اس شخص کا یہ فعل وعمل کفر ہی ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالے ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح وتحقیق آویگی انشاء اللہ تعالے شیخؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اے مخاطب تجھکو فریب نہ دین وہ لوگ جو اللہ تعالے سے اخلاص چھوڑ کر ریاکاری وشرک خفی مین ودنیا ونفس کے بندے ہو گئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین تاکہ فصاحت وبلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرلین اور انکے رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالے کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھا دین اور اپنی بدعت پھیلا دین اور اللہ عزوجل سچے بندون کا مرتبہ ہردم اپنے فضل سے بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا وہوس کے بندون کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکرون کی تندرستی وموٹا تازہ ہونا اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف لوٹے پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثون نے اللہ تعالے کے ساتھ لڑائی باندھی اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالے سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن چانکے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے کہ اولیاء اللہ تعالے کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکون کی جماعت ومجمع حشر اور حضور کتاب واولی الالباب وانبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین مین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون اور سنے ہوئے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو بتلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بدعتین جانتے ہین یہ جہال بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہین تو و دسعرن کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد و غیر مقلد اور وہابی و بدعتی وغیرہ کے فساد دکھلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کرکے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا و اہل الاسلام من شرہم و وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شیٔ قدیر شیخ یوسف رح نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ تجکو یہ بات فریب ندے کہ جاہل لوگ اس دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر وہ جاہل ہوکر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار - یعنی اللہ عزوجل نے متقیون کا درجہ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان رکھے ہین وہ مبہم کردیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت و قرب منزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور بے مثل و بے مثال ہے اور نیز تصریح کردی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہے - اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت اوامر و نواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو - اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی سے بھی اعلی مرتبہ ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ اے مریدین تم اس دنیا مین امتحانی محن و طراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو سختی کھینچوگے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب و مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اُترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوے

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب مین (یہود و نصاری) مین سے بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین - مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور اسمین شک نہین کہ حکم آیہ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رح نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی باینطور کہ اللہ عزوجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہیے ایمان لاتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی عین حکمت ہے اور محمد صلعم پر اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین یا وجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون پر جو اور انبیا پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور وہ اللہ تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنے اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور نہین لیتے نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنے محمد صلعم کی جو نعت و صفت و بعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ و بہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورہ قصص

ہیں فرمایا- الذین آتیناھم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلیٰ علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم مرتین الآیۃ - اور فرمایا الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ الآیۃ - اور فرمایا- ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون - یعنے موسیٰ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہے کہ حق کی راہ چلتے ہیں اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہیں اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہودیوں سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہیں پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہوں اور رہے نصاریٰ تو ان میں ایسے بہت ہیں جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہوگئے - اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا- ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیہ - یعنے مومنوں کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہیں! اور صحیح یہ ہے کہ جعفر بن ابیطالب رض نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق وقس بیٹھے تھے سب یہاں تک روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں اور صحیحین میں ثابت ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے صحابہ رض سے فرمایا کہ حبش میں تمھارا بھائی مرگیا پھر سب کو لیکر میدان میں گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی مترجم کہتا ہے کہ محی السنہ نے معالم میں حضرت ابن عباس و جابر وانس رضی اللہ عنہم وقتادہ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ میں اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان میں عطیہ کے معنے رکھتا ہے اور اس روایت میں ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہ رض کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشی رض کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب نجاشی رض نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار کرو یعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ایک گبر کے لیے جو حبش میں مرگیا ہے استغفار کریں پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طرق وعبد بن حمید اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارا بھائی اصحمہ مرگیا پھر نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہیں اور چار تکبیریں کہیں پھر منافقوں نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہیں جو حبش میں مرگیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الآیہ - اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ ہم کو خبریں پہونچتی تھیں کہ برابر نجاشی کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابو داؤد اور صحیحین میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہیں جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انھیں سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے - محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا اعطا رح نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے چالیس اور روم آٹھ آدمیوں کے حق میں اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام میں اللہ عزوجل کے مطیع ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب میں بعضے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں - یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوئے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں - **وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ** - ای القرآن اور اس کلام پاک پر جو تمپر اتارا گیا یعنی قرآن پر **وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ** - اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا - یعنی توریت وانجیل پر **خَاشِعِينَ لِلَّهِ** - درحالیکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع کرنے والے ہیں ف حال ہیں ضمیر یومن مراعی فیہ معنی من ای متواضعین - یعنی خاشعین کو نصب بنا برحال ہونے کے ہے اور یہ یومن کی طرف راجع ہے حال ہے اور وہ لفظ من اگرچہ مفرد ہے مگر معنی میں جمع وواحد سب کو یکساں ہے پس یومن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہے کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہے اور خاشعین کے معنے متواضعین ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں **لَا يَشْتَرُونَ**

بِاٰیٰتِ اللّٰہِ - التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثَمَنًا قَلِیْلًا - من الدنیا یخربہ نہیں بھولتا اسواسطے کہ بمقابلہ آیاتِ الٰہی کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات میں جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوئے ہیں انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہیں چھپاتے ہیں اور ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہیں بیچنے کا طریقہ بتلایا - ان یکتموہا خوفًا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود یعنی نہیں بیچتے بایں طور کہ ان آیتوں کو چھپاویں بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سوائے دوسرے یہود نے اس خوف سے چھپایا - اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ - ثواب اعمالہم - ایسے نیک عہد بندوں کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کاموں کا ثواب ہے عِنْدَ رَبِّھِمْ - یوتونہ مرتین کما فی القصص - انکے پروردگار کے پاس ثواب دو چند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے اولئک یوتون اجرہم مرتین الآیۃ - اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ - یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا - اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے چنانچہ حساب لے لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر میں جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگی - اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب ای سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم - احصاء شمار کرنا گن لینا وقد قال ولقد احصاہم وعدہم عدا - یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوب شمار میں رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد فرماویگا حتےٰ کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے - پھر اللہ تعالیٰ نے عزوجل خالص مومنوں کو سب قسم کے مسلمانوں سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑ کر تقوے رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالےٰ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا - علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی - اے ایمان والو صبر رکھو - یعنی صبر کرو عبادات ادا کرنے پر اور مصیبتیں اٹھانے پر اور گناہ کی چیزوں سے باز رہنے پر - وَصَابِرُوْا - الکفار فلا یکونوا اشد صبرًا منکم یعنی غالب رہو صبر کرنے اور جمے رہنے میں کافروں پر ایسا نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہوں لڑائی کی سختیوں میں - وَرَابِطُوْا - اقیموا علی الجہاد - قائم رہو جہاد کرنے پر - وَاتَّقُوا اللّٰہَ - فی جمیع احوالکم - ڈرو اللہ تعالیٰ سے اپنے سب حال میں چنانچہ معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالیٰ سے جہاں کہیں تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگوں سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل - لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ - تاکہ تم فلاح پاؤ - تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے جنت پا جاؤ اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت میں بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انمیں سے فوائد کو اثناء بیان میں ذکر کریگا پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال میں نہ چھوڑو یہانتک کہ مرجاؤ اور قولہ صابروا - یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور رہا قولہ رابطوا تو یہ جمے رہنا سکان عبادت میں ہے اور سہل بن حنیف وابن عباسؓ ومحمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار میں بیٹھنا اور بعض نے کہا کہ رباط مراد ہے یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اس طرف سے داخل نہو سکیں اور دوسروں نے اسکو تسلیم نہیں کیا اور حدیث میں آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا کہ یہی رباط ہے - اور ابو سلمہؒ سے روایت ہے کہ ایک روز ابو ہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ آیہ یایہا الذین اٰمنوا

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ مین اتری ۔ مین نے کہا کہ نہین ۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا جہاد تو نہ تھا کہ نہین مرابطہ کرتے بلکہ یہ
ایسی قوم کے حق مین نازل ہوئی جو مسجدون کو آباد رکھتے ہین اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہین پھر بیٹھے اللہ تعالی کو یاد کیا کرتے ہین تو انھین
کے حق مین اتری کہ اصبروا ۔ یعنی پانچون نمازون پر ۔ اور صابروا ۔ یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو ۔ ورابطوا ۔ یعنے اپنی مسجدون مین
واتقوا اللہ ۔ اپنے ہر حال مین جو تم پر طاری ہو ۔ لعلکم تفلحون ۔ اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا وکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد
رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمن ۔ مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا
بدین غرض کہ کفار حملہ آور نہون میرے نزدیک ایک طور کا رباط ہے اور رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے
اور وہان مقیم ہو کر انتظار کرے تا کہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر بڑھنے کے واسطے کافی ہون تو داخل ہو اور معنے یہ ہین کہ پورا
سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا
کرو کافرون کے واسطے جہانتک تمسے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو ۔
اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے یہان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا مین ہے اور صابروا ۔
باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک مین علوم بے انتہا ہین از آنجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان
لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے مین ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث مین ہے کہ جب
تمہارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ و فساد عریض پیدا ہوگا (رواہ
احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر و تکبر اختیار کیا تب سے فتنہ و فساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کالیستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہین
لاتے کہ وہ تنہا برادری سے خارج ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نو مسلم و حقیر بتاوینگے ۔ معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے جبکہ وہ متقی ہو لیکن
جاہلون سے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے روئین کانپتے ہین ۔ اللہ تعالی ہمکو توفیق دیکر آخرت کیلیے
مقبول فرماوے اور نفس و شیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے ۔ حدیث مین ہے ۔ کونوا عباد اللہ اخوانا ۔ یعنی اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی
ہو جاؤ ۔ اور حدیث مین مصرح ہے کہ آدم خاک سے نکلے اور فخر بہ تقوی ہے اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین جنمین فخر انساب و مال وجاہ کی مذمت ہے اور باہمی
اتحاد و شرافت تقوی کی تاکید ہے ۔ رہا یہ وہم کہ فقہ مین کفو معتبر ہے تو ائمہ علماء نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح باہمی الفت ہے
اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ رہا بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا مین فیصلہ کا قانون عرف دکفو پر ہے ۔ کتابون مین لکھتے ہین کہ غیر کفو مین
بالاجماع نکاح صحیح ہے لیکن اولیا کے اعتراض کی صورت مین قاضی فسخ کریگا فافہم ۔ پھر واضح ہو کہ رباط مین جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہے شامل
ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد مین آیا ہے چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایکدن کا رباط
تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مر گیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے سوائے اس
شخص کے جو ایسے حال مین مرا کہ راہ خدا مین مرابط تھا یعنے جہاد مین مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بے خوف ہوتا ہے
(رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبۃ بن عامر وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ
یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہو جو قریب وقوع مین آنے والے ہین بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت مین ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعا
روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہے رواہ احمد وغیرہ

اور ظاہر جو مقصود رباط ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان وموسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے مانع ہوتے ہیں انہیں صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہاں کہ شرحبیل بن السمط مع مجاہدین کے رباط میں تھے اور اہل مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤں جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ضرور سنایئے۔ کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات دن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی۔ اور سہل بن حنظلیہ رض سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نگاہبان رہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاوہ سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا۔ اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو اس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا کہ تو نے واجب کر لی اب تجھ پر کچھ نہیں کہ آیندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابو داؤد والنسائی مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر وثبات ورابطہ کے حکم میں اولاً جہاد کے لیے اور ثانیاً عام ہے اور زید بن اسلم رح سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض نے عمر بن الخطاب رض کو خط لکھا اور اسمیں رومیوں کا لشکر کثیر جمع ہونا اور خطرات خوفناک لکھے پس عمر رض نے جواب لکھا۔ اما بعد ہرگاہ بندۂ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکے لیے آسانی کر دیتا ہے اور دو آسانیوں پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون رواہ ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جن کو امام ابو اسمٰعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر نے یہاں ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر وسیر واخلاق وحدیث وغیرہ ہے میں بھی تبرکاً لاتا ہوں قال روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ۔ کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات مجھے لکھائے اور میں نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ۱۷۰ ہجری میں واقع ہوا تھا برود ردیتے کے اور ابیات یہ ہیں ؎ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ✦ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ✦ یعنی اے حرمین مکہ ومدینہ کے مشہور عابد اگر تو ہمکو دیکھے ✦ تو جانے کہ تو عبادت میں کھیل کرتا ہے ✦ من کان یخضب خدہ بدموعہ ✦ فنحورنا بدمائنا تتخضب ✦ جسکے گال اسکے آنسوؤں سے رنگین ہوتے ہیں ✦ تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں ✦ او کان یتعب خیلہ فی باطل ✦ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب ✦ یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے ✦ تو صبحہ قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں ✦ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ✦ رہج السنابک والغبار الاطیب ✦ اگر تمھارے واسطے خوشبو سے عبیر ہے ✦ تو ہمارے واسطے ٹاپوں سے غبار پاک ہی عبیر ہے ✦ ولقد اتانا من مقال نبینا ✦ قول صحیح صادق لا یکذب ✦ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہو سکتا کہ ✦ لا یستوی غبار خیل اللہ فی ✦ انف امرء ودخان نار تلہب ✦ کسی بندۂ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھواں جمع نہوگا۔ ✦ ہذا کتاب اللہ ینطق بیننا ✦ لیس الشہید بمیت لا یکذب ✦ کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے ✦ پھر میں نے مسجد الحرام میں فضیل کو پا کر حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا۔ پڑھکر انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ نے سچ لکھا اور مجھے نصیحت کی ہے۔ پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ✦ فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبد الرحمن کا خط لایا اسکی مزدوری میں میرے پاس سے یہ بے بہا چیز یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رض کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجیے کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو استطیع

نماز پڑھ سکتا ہی کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہی کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون - فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی ف۲ عرائس مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد و دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ - شاید تم فلاح پاؤ باینطور کہ میرے جمال و جلال کی نعمت سے لے اور درد فراق سے چھوٹو - جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا - انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی پوشیدگی کے طور پر اللہ عزوجل کے ساتھ اور بلاء کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولی - مترجم کہتا ہی کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہی جو صدمہ اولی کے وقت ہو - اور حارث محاسبی رح نے کہا کہ بلا کا نشانہ ہونا صبر ہی اور بعض نے کہا کہ صبروا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو - اور جعفر رح نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عزوجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اتراؤ نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر بھار سے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے - اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالی کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہی اور مصابرت محبین کے لیے اور مرابطہ عارفین کے لیے ہی اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ صبر تو آئین جو عہد خاص کیا تھا یا داء امانت وطاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہی لیکن بروجہ مخصوص ہی اور کہا جاتا ہی کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہی یعنی تکلف سے صابر بنتا ہی پھر صبر حاصل ہوتا ہی پھر مصابرت ہی پھر اصطبار ہی اور یہ انتہائے درجہ صبر کا ہی - اور کہا جاتا ہی کہ صبروا یعنے بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور اسباب و علاقہ قطع کرنے پر - اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عزوجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورۃ النساء مدنیۃ وهی مائۃ وخمس او ست او سبع وسبعون آیۃ

سورۃ نساء مدنیہ ہی اور وہ ایک سو پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیتین ہین ف یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد - پس اول مین نقاش رح نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرتے وقت اتری اور علقمہ رح نے کہا کہ صدر اسکا مکی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہی وہ اہل مکہ کو خطاب ہی اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا بھی لازم نہین - اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہی اور یہی صحیح ہی اور قرطبی رح نے فرمایا سوائے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہی جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہی خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثناء کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۃ نساء مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس تھی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس فاف کو بھیجی گئی محققین و علما نے اتفاق کیا کہ نفاذ فاف
حضرت عائشہ رضہ سے مدینہ مین ہوا ہی۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ سورۂ النساء مدینہ مین نازل ہوئی اور ایسا ہی
ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابت رضہ سے روایت کی اور ابن عباس سے ہی کہ سورۂ النساء مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے
تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم و یہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ۔ سوم یرید اللہ ان یخفف
عنکم۔ چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ۔ پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ ہفتم ولو انہم اذ ظلموا
انفسہم جاؤک الآیۃ ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ۔ رواہ ابن جریر و قد روی الحاکم من طریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود عن
ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ آمر دوم مفسرین
نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہی اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہی اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہی
اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے الٓمٓ۔ و۔ حٰمٓ۔ و۔ طٰہٰ۔ یٰسٓ۔ کو آیت شمار کیا گیا اور طٰسٓ۔ کو نہین شمار کیا جیسا کہ زمخشری رح نے کہا ہی
پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہو جاتا تو پھر وصل قرارت کی وجہ سے
کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہو جاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہی۔ اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ
اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت
سے کم نہون یا تبارک الذی بتیس آیت ہی جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہانتک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر
نہین۔ کما لا یخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۷۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا اور

بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ

بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار رہو ناتون سے البتہ اللہ تعالیٰ

کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ۝

تمپر مطلع ہی

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ۔ اے اہل مکہ۔ یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس۔ مکہ والون کو ہی جو اسوقت مشرک تھے۔ اور سراج مین کہا کہ تمام اولاد آدم کو
خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون۔ اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ یہ عادت خاص عرب کی ہی۔ تو جواب دیا گیا کہ آخر
آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین۔ اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہی۔ اور قیامت تک والون کو شامل ہی خواہ
کسی ملک کے ہون۔ اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب انھین کو ہی جو اسوقت موجود تھے جواب دیا گیا کہ کچھ اطلاع ہی کہ غیر موجودین پر
بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہیں۔ اتَّقُوا رَبَّكُمُ۔ ای عقابہ بان تطیعوہ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہیں کہ عقاب رب سے بچو باینطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک
ونافرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت وقدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہو تھوڑا ہے۔ تکبر اسی کو شایان ہے الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ آدم۔ جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہیں جنکی
سب اولاد ہیں۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حوا بالمد من ضلع من اضلاعه الیسری۔ ف انوکہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظاً مونث مستعمل ہے
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہیں اور زوج یعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ (اور پیدا کیا اسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا کہ یعنی حوا ر
بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعها الیسری۔ یعنے آدمؑ کی بائیں پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کیا۔ کعب و وہب و ابن اسحق نے ذکر کیا کہ جنت میں
بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت میں جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوئے۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی میں لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی میں لگی رہتی ہے سو اپنی
عورتوں کو روکے رکھو۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح میں ہے کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہے جو ٹیڑھی ہے اگر اسکو سیدھا کرنے کی فکر کرے تو توڑ دیگا
اور اگر نفع لینا چاہے تو یونہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھا دے۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور
یہ اس جنس کی کیفیت ہے اسمیں سے بعض کا بعض مردوں سے بہتر ہونا کچھ منافی نہیں ہے الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول سے ایک نفس آدم
پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا۔ وَبَثَّ۔ فرق ونشر۔ متفرق کیا اور چھٹکایا کما روی عن ابن عباس پس فرق از تفریق و نشر از ثلاثی مجرد ہے
مِنْهُمَا۔ من آدم وحوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ واسکے زوج کے یعنی بجانب آدم وحوا کے ہے۔ رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ کثیرة۔
یعنی نساء کثیرة (المعنے) اور چھٹکا دیے ان دونوں سے بہت مرد اور بہت سی عورتیں یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدة ایک نفس سے پیدا کیا اور یہاں فرمایا۔ وبث منہما یعنے دونوں سے
پیدا کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہے یعنی بایں طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونوں کے خلطا
عجیب سے تم سب کو نکالا۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونے والوں میں ہیں جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نہیں اسواسطے دختر وغیرہ
ہونیکے حقوق ان میں سے کوئی جاری نہیں ہوسکتا بخلاف اوروں کے کہ وہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہیں اور آدم وحوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے
وقت کی اولاد سے روا تھا اسمیں وقت کا تبادل بمنزلہ تبدیل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہوگیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا۔ کا
عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یوں ہے خلقکم من نفس واحدة انشاہا وخلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایک نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا
اور ان دونوں سے بہت مرد وعورتوں کو چھٹکایا مترجم کہتا ہے کہ مآل واحد ہے فافہم بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نکرنے میں
لطیف اشارہ ہے کہ مردوں کی کثرت مقتضائے حکمت ہے کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتیں ہیں اسکی خواہش وعفت تاکہ وہ تقین حتی کہ اب بھی چار تک
روا ہیں اور ایک مرد کئی عورتوں کے بیاہنے کے کام وحاجات کی اصلاح کرسکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت میں تو عورتوں کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور
مردوں میں کثرت کی ضرورت نہ تھی اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہیں بلکہ کثیر ہیں اور مرد ہی اصل اول ہیں۔ الحاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے
ڈرو جو حقیقی خالق ومالک ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ وانشدک باللہ۔ اور ڈرو اللہ تعالیٰ
سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک باللہ میں تجھسے اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو
ایسا کردے اور انشدک باللہ۔ اسی معنے میں کہتے ہو اور انشد بفتح اول وسکون ثانی وضم شین معجمہ بعدہ دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے سوال ہے

اور مفسرؒ نے ذکر کیا کہ تساءلون در اصل تتساءلون تھا تاء فوقیہ کو سین بنا کر ادغام کیا تساءلون بتشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قرارت ہی
اور عاصم و حمزہ و کسائی نے بتخفیف سین پڑھا پس تاء مذکورہ کا حذف ہوا ہی اور بعض نسخہ تفسیر میں انشدکم اللہ یعنی بار ہی اور یہ بھی صحیح ہی وَاتَّقُوا
الْاَرْحَامَ ۔ ان تقطعوہا ۔ اور بچو ارحام سے یعنی ناتوان کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جو حق حقوق کے ساتھ ہی اسکو ملائے رکھو
ہکذا فسرہ ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و حسن و ضحاک در بیع وغیرہم گویا اسمین اشارہ ہی کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے
نبی صلعم کے تم تھے ہو پھر اتقوا ارحام کے حکم میں تنبیہ ہی کہ اللہ تعالی کے نزدیک ناتے کا ایک رتبہ ہی ۔ اور حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہی
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہی عرش الرحمن عزوجل سے کہتا ہی کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالی اسکو ملاوے اور جو مجھے کاٹے اللہ
تعالی اسکو کاٹے رواہ البخاری و مسلم اور قرطبیؒ نے کہا کہ امت کا اتفاق ہی کہ صلہ رحم یعنے ناتے کا ملانا واجب ہی اور کاٹنا حرام ہی پس احسان
سے اور ملنے اور محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتوں سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہی کہ صل من
قطعک ۔ جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل ۔ اور یہ حسن خلق کا بیان ہی ۔ پھر امام ابو حنیفہؒ نے ہبہ سے رجوع صحیح نہونا انھین ناتے
والون کے ساتھ خاص کیا جو ذوی رحم محرم ہین جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہین کر سکتا ہی اگرچہ ذوی الارحام عام ہی محرم
وغیر محرم دونون کو شامل ہی ۔ پھر حمزہؒ کی قرارۃ بالجر ہی چنانچہ مفسرؒ نے کہا وفی قرارۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم یعنی
حمزہؒ کی قرارت مین والارحام ۔ بالجر ہی بنابر اسکہ عطف ہی ضمیر بہ پر یعنے بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے
تھے اور یہ تقریر ایسے ہی بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر مین کہا ہی یسال بعضکم باللہ و بالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع
مین مستنکر ہی پس اگر یون تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہی یعنے ثابت رکھا اور زمخشریؒ نے اس قرارۃ کو ضعیف کہا و فتبعہ البیضاوی
بنظر عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیریؒ وغیرہ نے بقریہ تنقید گرد یا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہی کیونکہ ثبوت اس قرارۃ کا متواتر ہی
اور کما لبین مین ہی کہ شیخ ابو حیانؒ نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیون و یونس و اخفش و ابو علی نے جائز رکھا اور بصریون نے
جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہین بلکہ دلیل کے تابع ہین اور نظم و نثر کلام عرب مین ایسا ثابت ہوا ہی محی السنہ نے معالم مین کہا کہ قلیل آیا ہی ۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔ حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک ۔ رقیب یعنے نگہبان ہی اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی
تمہارے اعمال کا نگہبان ہی پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا ۔ چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہی کہ زمانہ ماضی مین نگہبان
تھا اب نہین تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ کان اگرچہ در اصل ماضی کے لیے ہی مگر دوام و استمرار کے معنے مین آتا ہی اور معنے یہ ہین کہ لم یزل متصفا
بذلک ہمیشہ اس صفت سے متصف ہی اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہی جو کان سے مقترن ہون کذا ذکرہ فی الاتقان وف عرائس البیان
مین ہی کہ قولہ تعالی یا ایہا الناس ۔ ای ناسی یعنے بھول لینے والے اس عہد کے جو تمنے ازل مین قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجا لاوینگے جبکہ میرے
خطاب و معرفت دینے سے مجھکو پہچانو گے کیونکہ جب مین نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنے ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہی ۔
اور نیز ای ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزین اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہو گیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہی خبردار رہو کہ یہ جدا فرق
ہی کیونکہ یہ تو حادث چیزین ہین اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہین پہونچ سکتا ہی اور میرے دربار مین مخلوق پر نظر رکھنا کفر ہی
قال المترجم آمین صحیح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہی جو خوبصورتون سے انس پیدا کرتے ہین اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے
ہین و مولوی روم نے کہا ؎ عاشق صانع خدا با فر بود ٭ عاشق مصنوع او کافر بود ٭ اور صانع خدا صفت فعلی ہی جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

والارض الآیہ مین اویسگذری ہے فقتدکرا اور نیزای اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہے کہ مجھسے آگاہ نہین بے خبر ہے پھر ڈرتا نہین
کہ تونے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہین بلکہ قدیم سے ہے اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہے یعنی ای ایسے لوگو
جنھون نے اپنے کو پانی ومٹی سے بنے ہوے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدمؑ کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول نہوتے
کیونکہ مین نے تمکو تمام مخلوقات مین سے اپنے شاہدہ وخطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہین سنا ولقد کرمنا بنی آدم یہ خطاب
ان لوگون کو عتاب ہے جو درگاہ سے دور پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہے تو اسکا نام نہین لیتا
ہے بلکہ کہتا ہے کہ او آدمی اور یہ نہین کہتا کہ ای زید یا ای خالد اور اشارہ اسمین یہ ہے کہ اللہ تعالی نے امر معرفت اپنے بندون کو بھیجوایا کیونکہ
اسکے سوا وہ غیر سے مشغول ہورہے ہین گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے ای عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھسے
شرماتے نہین ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب وعتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یاایہا الناس کے اشارت مین کہا ای نادانی وفراموشی کی اولاد
اور ابن عطاؒ نے کہا یعنی ان لوگون مین سے ہو جو آدمی ہین اور آدمی وہ ہین جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوا سے وحشت ہے۔ اور
جعفرؒ نے فرمایا کہ ان آدمیون مین سے ہوجاؤ جو واقعی آدمی ہین۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے پہچنوادیا کہ تم وہ آدمی
ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہے کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عزوجل ہو ثم الی ربک
المنتہی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفت الہام سے ہے جو اسکے ساتھ مخصوص ہے اور بعض نے فرمایا کہ یاایہا الناس خطاب عوام ہے اور
یاعبادی خطاب خاص ہے پھر خاص الخاص کا خطاب یاایہا النبی اور یاایہا الرسول ہے قولہ اتقوا ربکم۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی
اسمین اشارہ ہے کہ اسکی طرف جانے مین جبکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ اور بعض نے فرمایا کہ جملہ
ماالتفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عزوجل تقوی ہے واسطیؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہے عوام کو تقوی شرک
خواص کو تقوی معاصی۔ اولیاء خاص کو تقوی توسل بافعال انبیا کو تقوی از او تعالی باو تعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے
رمز سے اس آیت مین اپنے حکم ومشیت وغیرہ افعال وصفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو
عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب وارواح مین رکھے تو ذات سے صفات پس ادر صفات سے افعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی امر
مین علم وحکمت وقدرت کو جمع کیا پس ارادہ منفرد بامر ہوا پھر امر مین بکاف ونون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس یک جوہر بسیط ظاہر ہوا
جسمین اجسام وارواح وجواہر واعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت وعظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزین اسکے
خواتیم افعال مین جس صورت ونقش سے اسکے سابق علم مین تھین موجود ہوئین۔ اور یہ سب جس سے سب چیزین موجود ہوئین حضرت محمد صلوات اللہ
وسلامہ علیہ ہین پھر ارواح واشباح وانوار واسرار کو قبضہ عزت مین جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز مین صبح ازل وابد سے خمیر فرمایا یہانتک
کہ اسکو اپنے خلق وروح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل وابد کے فیض سے اسمین قدس
قدیم ہمہ اسماء وصفات ونعال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین وآخرین جو محل اسرار قدیم ہین شاخون کی طرح نکلنا شروع ہوے
اور یہی صورت عین الجمع ہے جس سے حق عزوجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہے تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات مین کیونکر فرمایا کہ ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ قولہ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس
قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزون کی طرف مین نے اشارہ کیا اسمین سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ المتمکنین عمرو بن عثمان مکیؒ نے

عـه خلاف جمع فرمانا سے ... صلعم ۱۲

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف و اکناف و ابتدا و انتہا و اول و آخر و سفل و اعلی سے منتظم واحد مہیا کر دیا اور ایسا کیا کہ ہمیں خلل و تفاوت کچھ نہیں اسکو اپنی تدبیر سے محکم کر دیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزاء بلحاظ تفرقہ اجسام و ہیآت و تخطیط و تصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہیں اور جملہ مصالح سے راست کیا پس ہر بود اپنے وجود و تقدیر و منفصل بحسن تدبیر موجود ہوا و خلقت آدم عم سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنمیں قدرت و مشیت کی تدبیریں پھیلی ہیں استاد نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوہا یعنی پرہیز کرو ارحام سے اور قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا میں اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہے قال المترجم معنی یہ ہیں کہ ابتدا حال میں بندہ تکلف سے ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ جل اسکو حفظ قدرت میں محفوظ فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع و راہ مستقیم صادر نہیں ہوتی ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک ۔ یعنی اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ دیا در کھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرماوے گا (کما فی رواۃ البخاری) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنی اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ ۔ ابن عطاء رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیبا ۔ یعنی جو کچھ تو اپنے سر باطنی میں پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھ پر رقیب ہے

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ

اور دیدو یتیموں کو انکے مال اور مت بدل لو گندہ کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالوں کو

إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا

اپنے مالوں کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح میں لاؤ

مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا

جو تم کو خوش آویں عورتوں میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے

فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ وَآتُوا النِّسَاءَ

تو ایک ہی یا جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں ملتی بات ہے کہ جور نہ کرو اور دیدو عورتوں کو

صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ۝

انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑ دیں تم کو مہر میں سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا

و نزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ ۔ یہ کلام ایک یتیم کے حق میں اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچا نے دینے سے انکار کیا پھر دونوں نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطعنا اللہ تعالیٰ و رسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنی گناہ کبیر سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اس نے لے کر سب خیرات کر دیا ۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پہ گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی۔ الصغار الاولی لا الیہم یعنی یتامی
جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو۔ اور اٰتوا اسم موصول جمع مذکر بروزن فُعلی اور لا اب لہم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے
یتیم نہین لیس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ اَمْوَالَھُمْ۔ اذا بلغوا۔ اور دیدو یتیمون کو انکے مال جبکہ بالغ ہون
یہ خطاب یتیم کے ولی ووصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہوچکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہے یا بنا بر
اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعًا یتیم نہین ہے۔ اور مفسر رح نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر یہ حکم دیا
گیا کہ جو یتیم ہے اسکو اوسکا مال دیدینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ
کے نزدیک یہان ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رُشد ظاہر ہونا کما قال تعالی فان اٰنستم منہم رشدًا فادفعوا الیہم اموالہم الآیہ۔ کذا قیل۔ وَلَا
تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ۔ الحرام۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ بِالطَّیِّبِ۔ الحلال۔ ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الجید
من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانہ۔ طیب سے مراد حلال ہے [illegible] مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال
یتیم مین سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دُبلی [بکری] جگہ دیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی
والضحاک والسدی اور مفسر رح نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام [illegible] مطلقًا منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ لوگون کے مال سے
حرام کو مت بدلو اپنے حلال مال سے۔ اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے
واسطے مقدر ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمین سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہے حالانکہ اسکے نزدیک بھی حرام ہے یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہے
جیسے کسبیان وکاہن ورمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہے واللہ اعلم۔ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ۔ مضمومۃ۔ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ
بعض نے کہا کہ الی بمعنے مع ہے ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملاکر اپنے مالون مین مت کھاؤ" اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی
ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملاکر مت کھاؤ پس بدون ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہین ہوتا اسلیے
کہ یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قائل نہین ہین اور حق یہ ہے کہ شافعیہ پر بھی وارد نہین ہے اسوجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہین جاتی کیونکہ یہان
وہ شنیع ہے تامل۔ اِنَّہٗ۔ ای اکلہا۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا۔ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا۔ ذنبًا عظیمًا۔ گناہ کبیرہ ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ
کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا۔ ولما نزلت تحرجوا من ولایۃ الیتامی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگون کو یتیمون کے ولی بننے مین تنگی وحرج لاحق
ہوا تب وہ آیت اتری جو سورۂ بقرہ مین گذری ہے ای قولہ وان تخالطوہم فاخوانکم الآیہ۔ مگر یہان اللہ تعالی نے انکے عذر حرج پر گرفت
فرمائی کہ کثیر عورتون سے نکاح کرکے بہتر کچھ حرج لاحق نہین ہوتا ہے چنانچہ مفسر رح نے ذکر کیا وکان فیہم من تحتہ العشر او الثمان من الازواج ولا یعدل
بینہن فنزلت۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا۔ تعدلوا۔ فِی الْیَتٰمٰی۔ فتحرجتم من امرہم فخافوا ایضًا الا تعدلوا بین النساء
اذا نکحتموہن۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیمون کے اولیا مین سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت مین دس یا آٹھ جورو بین تھین اور انمین عدل
نہین کرتا یعنی اونکے روز کی باری سب مین برابر نہین رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزون مین برابری نہین رکھتا تھا تب نازل ہوا یہ حکم فان خفتم
تا آخر (المعنے) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکو گے یتیمون کے بارہ مین (چنانچہ تم نے انکے بارہ مین عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمین بھی خوف کرو کہ
عورتون مین عدل نہ کرسکو گے (جب تم انکو نکاح مین لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے پس اگر کسی شخص کو
غالب گمان ہو کہ عورتون سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نکرے اور علمائے نے کہا کہ اسمین چند عورتون کی شرط نہین ہے

٢١

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نکر سکے تو نکاح کرنا مکروہ ہی بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حد تک ہی کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا۔ فَانْكِحُوا
تزوجوا- مَا- بمعنے من آور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہین و قال تعالی والسماء وما بناہا- اور فرمایا فمنہم من یمشی
علی بطنہ- یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا- طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ- ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا- ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح مین لاؤ عورتین یعنے ایک سے زیادہ کی صورت مین اسقدر نکاح
مین لاؤ کہ وہ تمھارے واسطے خوشگوار ہون دو دو اور تین تین اور چار چار ف اور ایک عورت کا نکاح تو مشروع و معلوم تھا صرف زیادتی
کے ساتھ عدل کرنے مین حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کردیا پس اس مقدار سے زیادت کرو- قال المترجم جسطرح مفسرین نے بیان
ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ای یتیمون کے ولی و وصی تمکو حکم دیا جاتا ہی کہ جب یتیم بالغ ہو جاوین تو انکو انکا مال جیسا
تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانورون کے بچے وغیرہ ہو کر بڑھا ہو سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمین سے کھرا عمدہ لیکر
بجاے اسکے خراب و کھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھانا ہوگا- (اسوقت وہ کہ انمین صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کرلو و جبتک یتیم
ہین تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہی پھر اگر تم کو اس معاملہ مین احتیاط و عدل کرنا گران ہو اور حرج دیکھنے ہو اور
خوف ہی کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتین رکھنے مین بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتین یا اگر زیادہ چاہیے
تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہیے تو چار نکاح مین لاوے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ- قال المترجم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان
خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیون یتیم کے بارہ مین کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہی جسکی پرورش مین ہین مثلا زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش مین صرف اسطرح ہی کہ یہ اسکا ولی ہی یہ اس سے نکاح چاہتا ہی پس کم مہر پر نکاح مین لاتے تھے
اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عز وجل نے اسکو عیب مین شمار فرما کر حکم دیا کہ وآتوا الیتامی اموالہم یعنی ای ولی وصی لوگو تمپر فرض
ہی کہ یتیم جب بالغ ہون تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہین انکے مال سے تجارت کرکے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ مین جاتا نرہے اور
ہرگز اپنے مال مین ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت مین اپنے میل مین رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی پس
مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہی ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہی اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب برا داخل کر دو کہ یہ حرام
ہی اور یتیمہ سے نکاح کر لینے مین تو مضائقہ نہین لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کر لینے مین عدل نکر سکو گے
تو اسکے سوا اور بہت عورتین ہین انمین سے تمکو چار تک مباح ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ ارتباط عجیب ہی اور بخاری نے حضرت عائشہؓ سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت مین ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے
یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق مین نازل ہوا قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا- اور عروہ بن الزبیرؓ کہتے
ہین کہ مجھے خیال آتا ہی کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے یون کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے باغ و مال مین شریک تھی شیخ ابن کثیرؒ نے
کہا کہ امام بخاریؒ نے عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ مین نے عائشہؓ سے قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ- کی تفسیر پوچھی تو
فرمایا کہ ای میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق مین ہی جو اپنے ولی کی پرورش مین ہو اور اسکے ساتھ مال مین شریک ہو اور
اپنے مال و جمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرلے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو وہ
دیوے پس اللہ عز وجل نے ولی مردون کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتون سے اسطرح نکاح کرین ہان اگر چاہین تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح کرین

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکیں تو ان عورتوں کے سوا اور عورتیں بہت ہیں جو خوش آویں اُنسے نکاح کر لیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
کہا کہ اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے استفتار طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالیٰ ویستفتونک فی النساء الآیہ۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا
نے فرمایا کہ دوسری آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وترغبون ان تنکحوھن الآیہ۔ یعنی کوئی تم میں سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت
ہوتا ہے جبکہ اُسکا مال وجمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال وجمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نکریں مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دیں
بجہت اسکے کہ جب کم مال وجمال والی ہوتی ہے تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ خلط وخبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم
نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا۔ اب یہاں یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ میں چار ہی عورتوں پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور شیخ مفسر نے
کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنیٰ وثلث وربٰع۔ الفاظ معدولہ ہیں اور کوفیوں و ابو اسحق کے نزدیک نہیں قیاس جاری ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ
ان میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ یہانتک سنے گئے ہیں انھیں پر مقصور ہے اور یہی بصریین کا قول ہے پھر مسموع گیارہ لفظ ہیں۔ احاد۔ موحد۔ ثناء
مثنیٰ۔ ثلاث۔ مثلث۔ رباع۔ مربع۔ مخمس۔ عشار۔ معشر۔ اور سوائے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہیں ہیں اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر
منصرف آتے ہیں۔ پس مثنیٰ وثلث ورباع کے معنے دو دو۔ اور تین تین اور چار چار ہیں قال البیضاوی اس تکریر یعنی دو دو وغیرہ
فرمانے میں ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہے یہ اجازت ہے کہ عدد مذکور میں سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے باتفاق
دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح میں لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درموں کو دو دو یا تین تین یا چار چار
تقسیم کر لو پس تکریر میں تفریق وتوزیع نکلی اور اگر تکریر نہوتی بلکہ مفرد اثنین وثلاث واربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو
جمع کر لو جو نو ہوتے ہیں اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح میں لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور
دیگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امرین سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہے پس تمام امت کا خطاب ہے کہ سب کے سب یا
تو اتفاق کر کے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب میں سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہاں ایک فائدہ دیگر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ
اہل بیان جو شرع سے مامور ومکلف ہیں وہ تمام مخلوق میں سے جس چیزیں تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے اس میں شرع کی اجازت تک تھامتے ہیں
اگرچہ غیر مامور میں انکو اصلی اباحت حاصل ہو پس عورتوں میں نکاح سے تصرف کی اجازت میں چار چار تک حکم ہوا پس زیادت روا نہوگی جیسے مال کا
مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کر کے ایکبار لے لو تو اسی حکم پر مقصور رہیگا کہ انمیں سے انتہائے درجہ چار چار لے
لیں اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہیں ہو سکتا کہ دس دس کر کے تمام مال ختم کر دیں۔ اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہے کہ مال معین ہو
مثلاً اس توڑے میں سے یا ان ہزار درم میں سے تو یہی حکم ہے اور اگر مطلقاً ہو مثلاً کہا کہ درموں کو باہم بانٹ لو یعنی جو کچھ کماؤ تو یہ معنی نہیں ہوتے
ہیں اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہے از قبیل اول نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ دو وجہ سے خطا ہے اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کر لینا محض قرار
دیا حالانکہ میں نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار انہیں سے کسی تعداد پر ایکبار لے لیا اور باقی چھوڑ دے پس ایسی اعتراض کو
دخل نہیں اور دوم آنکہ آیت میں عورتیں مانند مردوں کے ہیں کہ ہر ایک معین نہیں علاوہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب معلوم معین ہیں
پھر مترجم کہتا ہے کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالیٰ جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث ورباع ہیں
بالاتفاق قائل ہے کہ فرشتوں کے بازو فقط چار ہی نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہاں فقط اخبار ہے اور یہ
انشا نہیں یعنی آیت میں تو تصرف مباح کا بیان ہے کہ یہانتک تصرف رہا ہے اور یہاں خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہاں یہ اور کہاں وہ

بالجملہ حاصل یہ کہ خطاب جمیع امت کو ہی اور تمام عورتین انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئین کہ جو عورتین جس مرد پر مباح ہین انہین سے تصرف نکاح کے واسطے درصورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہی کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہین ہوئی اور آخر مین جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت مین کہ جمع کا ارادہ نہو پس اگر یہ توزیع و توزیع ایک صورت مین ہی اور واحدہ دوسری صورت مین ہی پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہی بدلیل آخر آیت تو پہلی ہی جہالت پر مبنی ہی جسپر مین نے اول متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہین جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو نو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہی اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہان گنجایش نہین ہی تو مین مفصل نقل کر کے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہی اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قایم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح مین ایک وقت جمع کرنا حقیقۃ یا حکماً جائز نہین ہی اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ مین نہ پڑین جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہین کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہین جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ یہ اجماع ہی کہ امت مین سے کسی فرد کو روا نہین کہ چار سے زیادہ ایک وقت مین نکاح سے جمع کرے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس مین آپ کے ساتھ امت مین سے کسی فرد بشر کو شارکت نہین ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ چار ہی عورتون پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہی جیسا کہ ابن عباس و جمہور علما نے فرمایا ہی کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہی اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرمادیا جاتا اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عزوجل کی طرف سے مبین ہی دلالت کرتی ہی کہ سوا رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہین ہی اور یہ جو امام شافعی رح نے فرمایا ایسا قول ہی کہ اسپر تمام علماے سلف و خلف نے اجماع کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہین ہی اب احادیث سننا چاہیے قیس بن الحارث رضی کی تحت مین آٹھ عورتین تھین پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیس رضی نے جن عورتون سے انکی اولاد نہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ ای فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا کہ ای فلانہ تو ادھر آ یکذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین آٹھ عورتین تھین۔ مین نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے مین نے ایسا ہی کیا ورواہ ابوداود ایضاً شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ امام احمد رح نے مسند مین کہا کہ۔ حدثنا اسمعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزهری۔ قال ابن جعفر فے حدیثه انبانا ابن شهاب عن سالم عن ابیه (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت مین دس عورتین تھین پس نبی صلعم نے اس سے کہا کہ انمین سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمر رض کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اسنے اپنی ان چار عورتون کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمر رض کو یہ خبر پہونچی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہی کہ شیطان جن باتون کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہی وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل مین ڈالدیا اور شاید تو زندہ نرہیگا مگر تھوڑے دنون اور قسم ہی اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتون سے رجعت کر اور اپنا مال بھی سب واپس کر ورنہ مین تو ان عورتون کو تجھسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگساری کی گئی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہین اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہی اور راسح واپس کو تا قولہ چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہی و قد رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزهری مرسلا وکذا مالک عن الزهری مرسلا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ وقد روی

من طرق عن اسمعیل بن علیہ وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبہ وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبدالرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر والزہری ایضا فی روایۃ البیہقی من طریق النسائی لسیار بن حشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر - ہکذا رواہ النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد بہ سرار بن حشر وہو ثقۃ وکذا وثقہ ابن معین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ یہ دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتیں تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھیں جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت میں تصریح ہے - اور نوفل بن معاویۃ الدیلمی سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں پانچ عورتیں تھیں پس رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواہ الشافعی - پھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل و انصاف رکھنے پر گمان غالب ہو - فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا - فیہن بالنفقۃ والقسم - یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نہ کر سکو گے ان عورتوں میں نفقہ دینے میں اور باری رکھنے میں - فَوَاحِدَةً - انکحوہا - تو ایک ہی کو نکاح میں لاؤ - اشارہ کیا کہ واحدۃ کو نصب بنا بر شیکا انکحوا کا مفعول ہے - اَوْ - اقتصروا علی - مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - من الاماء - یا اقتصار کرو اس پر جسکے مالک ہوئے تمھارے داہنے ہاتھ یعنی باندیوں پر جنکے تم مالک ہو - اگرچہ وہ کئی ہوں - اذ لیس لہن من الحقوق ما للزوجات - اسواسطے کہ مملوکہ باندیوں کے حقوق ویسے نہیں جیسے نکاح کی ہوئی عورتوں کے ہیں اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدۃ کیوں نہیں کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدۃ انکحوہا سے اشارہ کیا کہ ما ملکت کا عطف واحدۃ پر نہیں تاکہ انکحوا ما ملکت ہو حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہیں ہو سکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہیں ہے کہ خوف کی صورت میں ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تاکہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح میں نہیں لا سکتا ہے - اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اس میں دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیوں میں قسم واجب نہیں لیکن مستحب ہے - ذٰلِكَ - ای نکاح الاربع فقط او الواحدۃ او التسری - یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیوں کو تحت تصرف میں لانا - اَدْنٰى - اقرب الی - نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ - اَلَّا تَعُوْلُوْا - تجوروا - تم جور نہ کرو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید بن اسلمؒ وسفیان بن عیینہؒ وشافعیؒ نے اَلَّا تعولوا کی تفسیر میں کہا کہ ان لا تکثر عیالکم - یہ کہ تمھارے عیال بہت ہو جاویں اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالی وان خفتم عیلۃ - سے اور عرب کہتے ہیں عال الرجل یعیل عیلۃ - جب کہ فقیر ہو جاوے - اور ابن العربی وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی میں اعال ہے نہ عال یعنی از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد - ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوئے ہونگے - لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اس پر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی یہاں نہیں بنتے ہیں اسواسطے کہ جیسے زیادہ عورتوں کی کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیوں کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اس میں جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا بمعنے ان لا تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار - اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ مجاہدؒ وعکرمہؒ وحسن والبو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہیں اور یہ معنے حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہیں پس مراد وہ جور ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے - اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال - ثلثی کا صیغہ سات معنے میں آتا ہے - مال[میل کیا ۱۲] - زاد[زیادہ کیا ۱۲] - جار[جور کیا ۱۲] - افتقر[فقیر ہوا ۱۲] - اثقل[بوجھل ہوا ۱۲] - قام بمعونۃ العیال یعنی عیال کی پرداخت کی - غلب - غالب ہوا کما یقال عیل صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہو گیا - پس اکثر مفسرین کے نزدیک بمعنے جور ہے - وَاٰتُوا - اعطوا - یعنی دیدو - النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً - جمع صدقہ مہورہن - عورتوں کو صدقات ان کی خوشدلی سے - یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مہر انکے - واضح ہو کہ صداق کا بیان

فرق یہ ہو کہ کابین سردست دینا ہوتا ہو اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہو۔ اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ بطیب نفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہو اور عن عائشۃ ہی الفریضۃ ونحوہ عن قتادۃ ومقاتل وابن جریج ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب مین واجب ہو اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہین کر سکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہو کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہو مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوے عالمگیری سے تلاش کرو اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہو کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہو خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہو کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہین اور کم کی جانب خلاف ہو قال المترجم چنانچہ شافعیؒ سے روایت ہو کہ بیع مین جو مول ہو سکتا ہو وہ نکاح مین مہر ہو سکتا ہو اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہین ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہین کہ اسکو ادا نہین کر سکتے تو عاقبت مین اپر وبال ہوگا اگر دنیا مین عفو ہو تو اس اس سے احتراز واجب ہو اور مہر مین سے جبراً لینا حرام و قطعی ہو۔ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا۔ تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسہن لکم عن شئی من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا جو تمیز واقع ہونے سے منصوب بہ فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی در اصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہون نفس ان عورتون کے تمھارے واسطے کچھ چیز دینے پر اس مہر مین سے جو تمنے انکو خوشی سے ادا کیا ہو پس یہ چیز مہر مین سے تم کو ہبہ کر دین۔ فَكُلُوۡهُ هَنِیۡٓـًٔا۔ طیبا۔ تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ مَّرِیۡٓـًٔا۔ محمود العاقبۃ لاضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ۔ جس کا انجام کار اچھا ہو آخرت مین تمپر اسکا کچھ ضرر نہین ہو اگر کہا جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہو پھر کیا حکمت ہو کہ بیان فرمایا تو مفسرؒ نے جواب دیا نزل ردا علی من کرہ ذلک یعنی جس نے اسکو اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہین بلکہ جواز کے واسطے ہو کیونکہ رہ ہو اسکا جو مکروہ جانتا تھا العض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہو چنانچہ ابو صالح سے روایت ہو کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہین لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا واٰتوا النساء صدقاتہن نحلۃ پس اس سے منع کر دیا رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم

وَلَا تُؤۡتُوا السُّفَهَآءَ اَمۡوَالَكُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ قِیٰمًا وَّارۡزُقُوۡهُمۡ فِیۡهَا وَاكۡسُوۡهُمۡ

اور مت دیدو بے عقلون کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالے نے تمھارے واسطے گذران اور انکو اسمین کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُوۡلُوۡا لَهُمۡ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۝ وَابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ

اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیمون کو جب تک پہونچین نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان مین

مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ ۚ وَلَا تَاۡكُلُوۡهَاۤ اِسۡرَافًا وَّبِدَارًا اَنۡ

ہوشیاری تو حوالہ کرو انکے انکے مال اور کھا نہ جاؤ انکو اوڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

یَّكۡبَرُوۡا ؕ وَمَنۡ كَانَ غَنِیًّا فَلۡیَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَمَنۡ كَانَ فَقِیۡرًا فَلۡیَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ

بڑے نہ ہو جاوین اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ فَاَشۡهِدُوۡا عَلَیۡهِمۡ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیۡبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کر لو ان لوگون پر اور اللہ بس ہو حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا ۔ ایہا الاولیاء ۔ یعنی یہ خطاب اولیا کو ہی خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے جو بالغ نہین خواہ یتیم ہون یا نہون ۔ السُّفَهَاءَ ۔ المبذرین من الرجال والنساء والصبیان یعنی ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان ۔ اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہار کی تفسیر مین سلف کے اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباس وہ تیرے بیٹے اور جورو ہین بے ڈھنگ ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و ضحاک کا ہی ۔ عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور منذر جہم کہتا ہی کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین پس اموالکم کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمھارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو ۔ عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ ۔ وہ عورتین ہین ۔ اور ابو امامہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوا سے اسکے جو اپنی قیم یعنی کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابو ہریرہؓ سے ہی کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم ۔ بالجملہ شاید مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ سفہار کا لفظ ان سب کو شامل ہی لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین ۔ اَمْوَالَكُمُ ۔ ای اموالھم التی فی ایدیکم ۔ یعنی اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ ہی یعنی انکے مال جو تمھارے قبضہ مین امانت ہین ۔ الحاصل اے اولیا تمھارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان اموال کو انہین سے احمقون کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالی نے تمھارے سامان آخرت کا قوام کردیا ہی چنانچہ ان اموال کی صفت بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ ۔ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ۔ مصدر قام ای تقوم بہا معاشکم و صلاح اولادکم فتضیعوھا فی غیر وجہہا ۔ یعنی اکثر کی قرات مین قیاما بالف مصدر قام یقوم قیاما ہی یعنی جس سے تمھاری زندگی اور تمھاری اولاد کی درستی کا قیام ہی اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کرڈالین ۔ و فی قراءۃ قیما جمع قیمۃ ما یقوم بہ الامتعۃ یعنی نافع و ابن عامر کی قرات مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہی یعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہی ۔ و متعہ جمع متاع ہی جس سے انسان زندگی مین نفع اٹھاتا ہی پھر وہ فنا ہوتی ہی اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جسکو اللہ تعالی نے تمھاری زندگانی کے متعہ کے واسطے قیمت کردیا ہی ۔ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا ۔ اطعموھم منہا ۔ اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے ۔ اشارہ کیا کہ فی بمعنے من ہی اور زمخشری نے اپنے معنی پر کہا ہی ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ یا بنطور کہ تجارت کر کے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ ہی کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہی بلکہ مقدر ہی اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہی الا آنکہ مراد فقط یتیم مکفول ہون ۔ وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۔ عدوھم عدۃ جمیلۃ باعطائھم اموالھم اذا رشدوا ۔ اور انکو کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو قول معروف کہنے سے یہ مراد ہی کہ انکو بھلا وعدہ دو بایں طور کہ یہ سب مال تمھارے ہین جب تم راہ پر آؤ گے ہم تم کو دیدینگے ۔ اور علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے تمام آیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال تجھے اللہ تعالی نے دیا اور تیری معیشت کیا ہی اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے کپڑے کی خبرگیری کر ۔ وَابْتَلُوا ۔ اختبروا ۔ امتحان کرو ۔ الْيَتٰمٰى ۔ قبل البلوغ فی دینہم و تصرفہم فی اموالھم ۔ یتیمون کو انکے بالغ ہونے سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکے اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین بایں طور کہ اگر ملکیت ور کا بچہ ہی تو اپنے ملکیت مین ڈھنگ سے چلتا ہی یا نہین اور اگر زمیندار ہی تو اسمین انتظام اچھا کرتا ہی اور تاجر ہی تو تجارت مین کمائی ہی اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ کے ہی اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا نہوگا ۔ یہ صرف امتحان ہی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے جسمین تصرف کرے

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک میں کہا کہ اسمیں دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت
تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ - حتی کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاویں - ای
صاروا اہلا لہ بالاحتلام او السن وہو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی - یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہیں بلکہ مراد یہ کہ نکاح
کے لائق ہو جاویں خواہ بایں طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاویں اور سن امام شافعیؒ کے نزدیک
پورے پندرہ برس ہیں - قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی و ابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے ہے
اور یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمرؓ صحیحین آور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت میں اٹھارہ برس ہیں اور یہی قول سفیان ثوریؒ کا ہے اور امام مالک
و احمد و اسحاق و لیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ ایسی باتوں سے کافر کے حق میں بلوغ کا حکم
ہو گا مسلمان کے حق میں نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہیں تاکہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے
اور کافر اس خوف سے نہیں جمنے دینے کہ انپر جزیہ مقرر ہو گا - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق میں بلوغ ہے کیونکہ یہ امر جبلی ہے اور
معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمدؒ نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذؓ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلے اور سعدؓ نے انکو
تحکیم بدا تھا یہ حکم لگایا کہ انمیں سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاویں اور نابالغ قید کیے جاویں یعنی لونڈی غلام بنائے جاویں تو آنحضرت صلعم
نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہیں پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہیں جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور میں ان میں تھا جو چھوڑا گیا
وقد رواہ اصحاب السنن بنحوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح - فَاِنْ اٰنَسْتُمْ - البصر تم - تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے - مِّنْهُمْ
رُشْدًا - صلاحا فی دینہم و مالہم - یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین میں اور مال کے تصرف کرنے میں یعنی دین میں صالح ہو جو راہ
صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس و حسن و سعید بن جبیر و دیگر ائمہ فقہا سے
مروی ہے یعنی پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو - فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ - انکو انکا مال دیدو - یعنی حد بلوغ سے بدون
تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعیؒ و ابو یوسف و محمدؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک بنا بر انکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس زائد یعنی پچیس ۲۵ برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت
تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کر کے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت میں لفظ رشد نکرہ ہے پس ادنی رشد
جسپر بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن پر یہ اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جاتی ہے پس وہ اصل ہونے میں درجہ نہایت پہونچ گیا - اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہیں جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے منع نہیں کر سکتا بایں طور کہ اسکا تصرف
نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف
و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہووے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال
کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں عثمانؓ کے پاس جاتا ہوں
تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوامؓ نے کہا کہ ہاں میں اسکا شریک ہوں تو عثمانؓ نے کہا کہ بھلا میں ایسے شخص کو کیونکر محجور کروں جس کے
شریک زبیر بن العوام ہیں پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں محجور کرانا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمیں طویل ہے - وَلَا

تَاْكُلُوْهَا - ایہا الاولیاء - یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہی - اِسْرَافًا - بغیر حق - مراد اسراف سے بغیر حق ہی ای لاتاکلوہا مسرفین و مبادرین
وَّبِدَارًا - ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ - اَنْ يَّكْبَرُوْا - رشدًا فیلزمکم تسلیمہا الیہم یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسراف او
بدارًا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے میں اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہوں رشد کے ساتھ
پس بتیر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوے تو سب دینا
پڑے گا - پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاویں لہذا اسراف و بدار سے کھانا تو مطلقًا حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ - وَمَنْ كَانَ - من الاولیاء - غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ - ای لیعف عن مال الیتیم و یمتنع من اکلہ - یعنی اولیاء میں
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے - ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے - اور عفت معنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہیں پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہی - وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ - منہ -
بِالْمَعْرُوْفِ - بقدر اجرۃ عملہ - اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری - یعنی بالمعروف کی یہ تفسیر
ہی کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے - اور ایسا ہی بخاری نے عائشہ رض سے روایت کیا پس مال یتیم میں اگر تجارت کرے یا اسکی زمین میں زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہو اسقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسپر
قرضہ رہیگا اور یہی قول حضرت عائشہ رض و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہی اور
انھیں میں سے جو کہتے ہیں کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر بچان بیدری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم مقدار ہی وہ کھاوے - بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہی کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہیں ہی اور یہی جمہور فقہا کا قول ہی - اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہی
کہ حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہی چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عمر رض نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال میں یعنے خزانہ بیت المال میں بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہی جو یتیم کا والی ہوتا ہی کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو میں اسمیں سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اسمیں واپس رکھدیا
ہوں اور اگر حاجت نہیں ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہوں رواہ سعید بن منصور - قال ابن کثیر باسناد صحیح و نحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ - مترجم کہتا ہی کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہی اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہی کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لینا
بدون ضمان کے روا ہی - وقد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں اور میری ولایت میں ایک یتیم ہی تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو - اور ابن ابی حاتم کی روایت میں فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو - ورواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور ایسا ہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعا روایت کیا ہی - فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ - ای الیتامی - پھر جب تم نے دیدیے انکو یعنے یتیموں کو یعنی اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ - انہم تسلموہا و برئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ و ہذا امر ارشاد - انکے مال تو انپر گواہ کرلو - یعنے گواہ

کرلو اپنیراسکے کہ انھون نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوئے تا کہ اختلاف نہ پڑے اور درصورت اختلاف پڑنے کے تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشاد ہی یعنی دنیاوی کام مین ضرر حفظ بتلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر ہے تمھارے حق مین بچاؤ اسطرح ہی اور بیضاوی وغیرہ مین ہی کہ اس کلام مین دلیل ہی کہ جو متولی یتیم ہو اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اس کا مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہی تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب ہی اور امام ابو حنیفہؒ نے اسکے خلاف فرمایا ہی کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہی۔ **وَكَفَىٰ بِاللَّهِ** - الباء زائدہ یعنی باللہ کی باء زائد ہی عکبریؒ نے کہا کہ اسکا فائدہ یہہ ہی کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہہ ہی اکتف باللہ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے **حَسِيبًا** حافظا لاعمال خلقہ محاسبھم - کہ وہ حافظ ہی اپنے مخلوق کے کامون کا اور ہی انکا حساب کرنیوالا ہی قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین وعید شدید ہی پس اولیاء یتیم تو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور بلوغ پر دیدین اور درستی کو پیش نظر رکھین اور یتیمون کو تنبیہ ہی کہ وصول پاکر انکار نکرین اور شکر گزار رہین ف غرائب البیان مین ہی قولہ تعالی فان آنستم منھم رشدا - رشد سے یہان واللہ اعلم یہہ اشارہ ہی کہ معرفت الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سنت کا برتاؤ ہی اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطارؒ نے کہا کہ رشید وہ ہی جو الہام و وسوسہ مین فرق کرے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہی اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہی اسمین جو چھوڑ مرین

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے سے بین سے یا بہت بین سے حصہ مقرر کیا ہو

ونزل رد الما کان علیہ الجاھلیۃ من عدم توریث النساء والصغار - نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کر دیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ ام کحۃ آئی رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیان ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ نہین ہی پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی و سیاتی انشاء اللہ تعالے - اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیان چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہی اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکی اولاد گھوڑے پر سوار ہونیاور دشمن کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہی پس آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیونکا حق مقرر فرمایا ہی تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا - یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیۃ و عنقریب آئیگا مواریث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی یہین سے بیضاویؒ نے کہا کہ خطاب پہلے آتا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم اسقدر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید اسمین توکسیکو بوجہ وجیہ کلام ہو ہان خلاف اسمین البتہ ہی کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا جائز ہی یا نہین فافھم **لِّلرِّجَالِ** - الاولاد والاقارب - یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک دوسرے

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہوں جو آگے بیان ہوگی۔ نَصِيبٌ۔ حظ۔ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ المتوفون۔ مردوں کے
لیے یعنی اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا اپنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ
میں ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہے
اولاد و اقارب دونوں کو کیونکہ اقربیت کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونوں طرف سے ہے۔ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہیں خواہ بچہ ہوں حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہوں تو بھی
وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہیں خواہ طفل ہوں یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہوں حتی کہ حمل پیٹ کو بھی شامل ہے
اور یوں نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اس میں فتوی دینے کی تعلیم ہے کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل تین
بار فرماتے تھے۔ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ۔ ای المال۔ أَوْ كَثُرَ۔ یہ بدل ہے قولہ مما ترک سے باعادہ حرف جار اور منہ کی ضمیر بدل مما کی طرف راجع
ہے اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر رح نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر
ہوں یا مونث ہوں بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہو اگرچہ نطفہ سے ہو انکو میت کے مال متروکہ میں سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر
جو حصہ ہے پس اس حصہ کو فرمایا۔ جعلہ اللہ۔ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا پس مفسر رح نے نصیبا کو
جعلہ اللہ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم میں فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہے یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے اور مفسر رح نے مفروض کی
تفسیر کی ای مقطوعًا بتسلیمہ الیہم۔ یعنے ان وارثوں کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ لغت میں فرض
بمعنے قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ فریضۃ من اللہ۔ جیسا ہم نے کہا ہے وسیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہاں بمعنی قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض
و واجب میں شرعًا فرق ہے پس فرض وہ ہے جو بدلیل قطعی ثابت ہوا اور واجب میں گو ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ
اس وقت دونوں متحد تھے۔ اور یہ فقط اعتقادی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونوں پر حتمی ہے اور شافعیہ نے یہ فرق نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرق معقول
ہے اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ میں یہ حصہ اللہ تعالی کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا
کہ وارثوں کے ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہ ہوگا
اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثوں کو ہبہ کر دیا تو چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہ ہو اسلیے کہ اسمیں
غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے فافہم

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا
اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو
لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا
ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کریں
عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ
اوپر پس چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مالوں کو
ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝
ظلم سے یہی ہے کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور جلدی ہی پہنچیں گے آگ میں

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للمیراث - ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہی یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہی اور اولیٰ یہ ہی کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق میں ضمناً مذکور ہوا اور یہاں الف لام سے معہود ہی اور ظاہرا حضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہی اُولُوا الْقُرْبٰى - ذووالقرابۃ ممن لا یرث - یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہیں جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اسوجہ سے کہ ایسے عصبہ ہیں جو دوسرے کے ہوتے ہوے محروم ہیں یا ذوی الارحام ہیں کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے یہاں مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہی۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ شیئا قبل القسمۃ (المعنی) اور جب بٹوارہ میراث میں ایسے صاحبان قرابت حاضر ہوں جو وارث نہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو میراث میں سے بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ میں سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے وصی کو ہی اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہوں اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوے ہیں حاضر ہوں تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ میں سے انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہی پس ترکہ سے انکو کچھ نہیں ملیگا۔ وَقُوْلُوْا - ایسا اولیاء لَهُمْ - اذا کان الورثۃ صغارا - قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - اور کہو اے اولیا میت یا وصی میت ان حاضرین مذکورین سے جبکہ میت کے وارث نابالغ ہوں یا ان میں سے کوئی نابالغ ہو قول معروف یعنی قول جمیل باین طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہیں ہمکو اختیار نہیں ہی کیونکہ ورثہ تو نابالغ ہیں ہر چند کہ یہ امر پایا نہیں جاتا ہی تو مفسرین نے اسمیں اختلافی اقوال یوں بیان کیے کہ۔ قیل انہا منسوخ وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو مذہب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہی اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگوں نے تہاون کر کے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت میں مذکور ہی استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہی کہ انکو بھی کچھ دیدو پس لوگوں نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ ایسا کرنا واجب ہی مترجم کہتا ہی کہ وجہ اختلاف یہاں اسطرح ہی کہ فارزقوہم کا امر وجوب کا ہی یا استحباب کا ہی اور یہ حکم بالغ وارثوں کو ہی یا وصی میت کو ہی خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ پھر منسوخ ہی یا نہیں بلکہ محکم ہی اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ عوفی رح نے ابن عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ - میں روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل فرمایا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمیں رہا جو میت بیان کر جاوے - رواہ ابن مردویہ وقال رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا اور یہی قول قتادہ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ و ابو الشعثاء و قاسم بن محمد و ابو صالح و ابو مالک و زید بن اسلم و ضحاک و عطاء خراسانی و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن و مقاتل بن حبان سے مروی ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی اور یہی مذہب جمہور فقہا اور چاروں مشہور اماموں ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور انکے اصحاب کا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہیں اور حق انکا بوجہ میراث نہیں تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہی لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہاں مذکور ہیں وہ وارثین ہیں تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہی کہ قائلین نسخ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں واجب تھا کہ ترکہ میں سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتامی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہیں ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور وراثت میراث کے حصہ مقرر

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم میں میت کسی کے واسطے وصیت کر جاوے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت
نہیں ہے لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث نہیں وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہے کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے
کہ حضرت ابن عباس رضی سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہیں چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذریں اور بعض روایات میں ہے کہ آیت
محکم ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مراد اس سے وصیت ہے چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ
جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہیں ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء
اسلام میں واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے پھر آیا میں اختلافی دو قول ہیں کہ آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں تو عکرمہ نے ابن عباس رح سے روایت کی
کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسم رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہے
اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہد رح نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہے کہ جہانتک نکلے دل کی خوشی سے دیویں اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و
ابو موسی و عبد الرحمن بن ابی بکر و ابو العالیہ و شعبی و حسن رح سے مروی ہے اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی و عطا بن ابی رباح و زہری
و یحیی بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہے پھر ابن کثیر رح نے عبد الرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے
باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہ رض زندہ تھیں پس انھوں نے احاطہ میں کوئی مسکین و قرابت دار نہیں چھوڑا مگر آنکہ اسکو اپنے باپ کی میراث
سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ قاسم رح نے کہا کہ پھر میں نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک
نہیں کیا یہ تو وصیت کے حق میں ہے یعنی میت جب ان لوگوں کے حق میں وصیت کر جاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ
نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہے اور یہی صحیح معتمد ہے اور بحسب دلیل وہ ارجح ہے جو مجاہد رح سے مروی ہے کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر ہوتے ہیں
کما لا یخفی اور امام محی السنۃ رح نے معالم میں بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال میں سے اولی یہ ہے کہ امر مذکور استحباب کا ہے وجوب کا نہیں
ہے اور آیہ کریمہ منسوخ نہیں ہے اور بنا برین آیت کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہوں جو میت کے ناتے دار ہیں
مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکستی نہ ہو اور یتیم آویں یا مساکین آویں تو انکو دو کہ سبب برکت ہے اور شکر نعمت ہے و تحقیق
ای لیخف علی الیتامی - یعنی اور چاہیے کہ خوف کریں یتیموں پر - اَلَّذِیْنَ لَوْ تَرَكُوْا - ای قاربوا ان یترکوا - وہ لوگ کہ نزدیک
پہونچے اسکے کہ چھوڑیں - مِنْ خَلْفِهِمْ - من بعد موتہم - اپنی موت کے بعد - ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا - اولاد صغیر - خَافُوْا
عَلَيْهِمْ - الضیاع - خوف کریں انپر یعنی ضائع ہونے کا - فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ - فی امر الیتامی ولیاتوا الیہم ما یحبون ان یفعل بذریتہم
من بعد موتہم - پس چاہیے کہ ڈریں اللہ تعالے سے یتیموں کے معاملہ میں اور چاہیے کہ بجا لاویں یتیموں کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہیں کہ
انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے - وَلْيَقُوْلُوْا - للمیت - اور چاہیے کہ کہیں میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ سیر
موت کے آثار ظاہر ہوں اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے - قَوْلًا سَدِيْدًا - صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی
لورثتہ ولا یدعہم عالۃ - قول صواب بایں طور کہ میت کو سمجھاویں کہ اسکے ترکہ میں سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہے اس تہائی سے کم کو
صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثوں کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے لوگوں کو ارشاد کیا
خصوص ایسے لوگوں کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہیں کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاؤ چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی
حیات میں یتیموں کے حال پر کیا کرو ف مفسر رح نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہے اور لو ترکوا - بجائے قاربوا

ان بترکوا کے اس فائدہ کے واسطے ہے کہ مرنا امر یقینی ہے پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہے ای ضیاع
یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور بدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے
باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہو جاتا ہے میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کرکے مرے تو
تہائی کی مقدار میں نافذ ہوگی زیادہ میں باطل ہے الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہے پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد
بن ابی وقاص کو فرمایا ہے کہ تہائی پوری بھی بہت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہے اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگوں کے
سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیثوں میں ہے لہذا علما نے کہا ہے کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت میں مستحب ہے اسی بنا پر مفسر نے
تفسیر کی ہے اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہے کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمائش قول سدید ہوگی چنانچہ ابن
عطیہ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثوں کو بالغ و تونگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہے کیونکہ اُس کے حق میں
یہ بہتر ہے اور اگر نابالغ یا محتاج ہوں تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہے کیونکہ ذوی قرابت محتاج کو
پہونچنے میں مساکین سے زیادہ ثواب ہے- پھر واضح ہو کہ اس خطاب میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے چنانچہ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ
قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذریۃ ضعافا خافوا علیهم یہ حکم ہے ان لوگوں کو جنکو میت نے اپنی اولاد یتیم پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت
کی وصیت کر گیا ہے یعنے ان لوگوں کو چاہیے کہ یتیموں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کریں جیسا اپنے
مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسروں کا برتاؤ چاہتے ہیں - یا یہ حکم ان لوگوں کو ہے جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہوں یعنے
ڈریں اللہ تعالیٰ سے یا خوف کریں اولاد مریض پر اور اپنی اپنی اولاد کے موافق شفقت کریں پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دیں جو وارثوں
کے حق میں مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھریں اور علی بن ابی طلحہ رض نے ابن عباس رض سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا
ہی مجاہد و بہتیرے سلف نے فرمایا ہے ذکرہ ابن کثیر اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثوں کو ہے یعنے ضعفا اقارب یتامیٰ و
مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہوں ان پر شفقت کریں یہ تصور کرکے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند نکرتے اور
مترجم کہتا ہے کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہے اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت انکی اولاد و ضبط مال بدست عرفجہ و سوید و ردّ دعوی ام کحہ و اولاد سے
فلیتامل اور بعض نے کہا کہ خود مریضوں کو خطاب ہے کہ وارثوں پر نظر رکھیں اور وصیت کرنے میں اسراف نہ کریں بیضاوی نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخرہ
صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالهم وصفتهم انهم لو شارفوا ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیهم الضیاع - اور اسی میں امر کو مرتب کرنے
میں اس سے مقصود کا اور اسمیں علت کا اشارہ ہے اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید یعنی
اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہے قال تعالیٰ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیت کا حکم دیا پھر
تقوی کا حکم کیا جو نہایت خشیت ہے برعایت مبدء و منتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہیں ہے پھر قول سدید میں بھی موافق اقوال مذکورہ
بالا کے مختلف تفاسیر ہیں یعنے وصی لوگ یتیموں سے ایسی باتیں شفقت و حسن ادب کی کہیں جیسے اپنی اولاد کے حق میں پسند کرتے ہیں -
یا مریض سے سامعین ایسی باتیں کہیں جس سے وہ وصیت میں اسراف نکرے اور وارثوں کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ
میت کو کلمہ شہادت و توبہ یاد دلاویں اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہیں کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتوں سے عذر کریں
اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہیں دیا تو اچھا وعدہ بھی کریں کہ ہم تو مختار نہیں معذور رہیں اور یہ صغیر وارث عنقریب بڑے ہو جاویں گے

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو موودی ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تونگر ہون انکو پروا نہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہی کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کو دیوے اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہی کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہی کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالیٰ سے یتیمون کے مال سے معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہی اسکی تائید اسکے مابعد سے حاصل ہوتی ہی جسمین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہی چنانچہ فرمایا - إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنی ناحق کھا جاتے ہین - إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنی بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملاء بطونہم یعنی بھر پیٹ بنابر محاورہ عرب کے ہی چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنی پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہی کہ وہ لوگ کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہی ایک یہ کہ اسوقت جو وہ ماکول معلوم ہوتا ہی درحقیقت آگ ہی کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہوگا اور یہ قول بنابر اسکے کہ جیسا ہی نماز و روزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین لیکن واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورتہاے قرآنی کا بصورت پارہ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہی اس گروہ کا موید ہی اور یہی مفسرؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب ہوگا آگ دوزخ سے پس بفعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا پس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کردی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا اول اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہی الا یا نیطور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا ہفتم شوہر دار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپیٹ اسکے منہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہی - اور ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلیگی اس حال سے کہ آگ انکے منھون سے متاجج ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان فی صحیحہ و قد اخرجہ الطبرانی و ابو یعلی و ابن ابی شیبہ اور بہالی اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباسؓ سے روایت مذکور ہو چکی ہی کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاو ان پر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ مین ہی ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ بالبناء للفاعل و للمفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یای پڑھا بربناء مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جاوینگے

اور باقیون نے بفتح یا پر بنا ر فاعل پڑھا ای یدخلون معروف یعنے داخل ہونگے۔ سَعِيْرًا۔ نارا شدیدۃ یحترقون فیہا۔ (المغنی) اور ایسے مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یا از صلی النار یصلی صلیا۔ قال تعالیٰ سیصلی نارا ذات لہب۔ اور فرمایا الا من ہو صال الجحیم۔ اور پھر زید بن اسلم رح نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی ہے جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو مشرک و کفار کرتے تھے کہ جو شخص مر گیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے پس انکا حق مار کر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالیٰ عز و جل نے ان گمراہون کی حالت و بد انجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہے کہ سعید وہ ہے جو غیر سے نصیحت پکڑے مترجم کہتا ہے کہ آگے اللہ عز و جل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور

چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ آسان طور پر بیان کر دے

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے تم کو تمہاری اولاد مین مذکر اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر استری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۗ وَلِاَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہے اور میت کے والدین مین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کی کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے بعد اس

وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ

وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہے یا بعد قرضہ دینے کے

يُوصِيكُمُ۔ یا مرکم۔ حکم بتاتا ہے تم کو۔ اللّٰهُ فِيٓ۔ شان۔ اَوْلَادِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر فرمایا ہے کہ۔ لِلذَّكَرِ منہم۔ ذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ۔ نصیب۔ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اذا اجتمعا مع ولہ نصف المال و لہما النصف فان کان معہ واحدۃ فلہا الثلث و لہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مونث کے ہے مفسر رح نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لیگا۔ فَاِنْ كُنَّ۔ ای اولاد۔ یعنی کن کا اسم اولاد جمع ولد ہے اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہے یا اولاد بتاویل مولود انسا ہم ہے یعنی اگر فقط۔ پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد نہو۔ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہے میت نے الحاصل اگر اولاد مین سے فقط لڑکیان ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہے قال المترجم دیکھو ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہے پس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہے حالانکہ دو عورتون کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہے تو مفسر رح نے بیان کیا کہ و کذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

حصہ دوتہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دوتہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالے فلهما الثلثان مما ترک۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجہ اولی ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے ساتھ میں بدرجہ اولے تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دوتہائی ترکہ ہوا۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسر رح نے کہا۔ وفوق قیل صلة۔ یعنی فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے باطر حقی کے معنے مراد نہیں ہیں وقیل لدفع توہم زیادة النصیب بزیادة العدد لما فهم استحقاق البنتین الثلثین من جعل الثلث للواحدة مع الذکر۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دوتہائی اور تین کو تین تہائی یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دو ہوں یا زائد انکو دوتہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دوتہائی مال کا جبھی سے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا۔ وَاِنْ كَانَتْ۔ المولودة۔ وَاحِدَةً۔ وفي قراءة بالرفع فکان تامہ یعنے کانت کا اسم مولود دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ کو رفع ہے تو معنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا النِّصْفُ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دوچند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دوتہائی ملے۔ اب سوا ے اولاد کے دیگر قرابتوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا۔ وَلِاَبَوَيْهِ۔ ای المیت۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے ذاتی اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو۔ ونکتة البدل افادة انهما لا یشترکان فیه مفسر نے کہا کہ لابویہ سے لکل واحد منهما کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت ضعیف نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولی ہے کہ بدون بدل کے کہ اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن مرد و عورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو ماں سے دوچند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ یا بھائی کو بہنوں سے اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافهم پھر مفسر رح نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور نیز لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ۔ فقط۔ او مع زوج۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں ماں و باپ خواہ فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

فَلِاُمِّهِ - بضم الہمزۃ - یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قرات ہی - اور حمزہ و کسائی نے اِمِّہ بکسر ہمزہ پڑھا - الثُّلُثُ - تو اسکی مان کے واسطے ایک تہائی ہی - ای ثلث المال او ما بقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہی کہ کل مال کی تہائی ہی سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق مان کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہی اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکال لینے کے بعد باقی مال کی تہائی مان کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہین پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین مین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ دارون کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا - اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو فقط والدین ہین یا میت کا جفت بھی موجود ہی پس ایسی صورت مین حکم یہ ہی کہ میت کے مان کے واسطے تہائی ہی لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک مان کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہین بلکہ میت کا بھائی بہن ہون - تو فرمایا - فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ - ای اثنان فصاعدا ذکورا وانا ثا - فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہون - یعنے دو ہون یا زیادہ ہون تو مان کے لئے چھٹا حصہ ہی اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہین کیونکہ اخوۃ جمع ہی کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہی خواہ مذکر ہون یعنی بھائی ہون یا مونث ہون یعنے بہنین یعنی بہرحال ان کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہین یہ جبھی ہی کہ بھائی ہون والباقی للاب ولاشئ للاخوۃ یعنی اسکی مان کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہین ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگون کی ذات سے انکی مان بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہوگیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگون کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہی چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر ما ذکر مِنْۢ بَعْدِ - تنفیذ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ - بالبناء للفاعل والمفعول - بِهَآ - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا وصیت کی گئی ہی پس یوصی اکثرون کی قراۃ مین بصیغہ معروف بربنا فاعل ہی اور ابن کثیر وابن عامر و ابوبکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بربنا مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے یہان مانند جمہور کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا ہی حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہی ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہی اور دوم - اَوْ - قضاء دَيْنٍ - علیہ - ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو - پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہی کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہی - اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہی تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین وان کانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیۃ کریمہ مین اگرچہ وہ نافذ کیے جانے مین پیچھے ہی تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھین ضائع نہ کرین اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علماے سلف وخلف نے اجماع کیا ہی کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہی اور یہ انکے نزدیک امعان نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہی واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہی اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ آدمی سب مبتلا ہوتے ہین - ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگون کو کیونکہ مین ایک مرد ہون کہ اللہ تعالیٰ مجھکو وفات دینے والا ہی اور عنقریب علم لوگون سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلین گے حتی کہ دو آدمی فریضہ مین جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو انمین فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگون کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہی اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی وابن ماجہ

و دارقطنی اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے اسکی ترغیب مین آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجایش نہین یہی کافی ہے کہ اس علم کا فضل و کمال
دربارۂ اجر و ثواب کلام الٰہی و اسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ و تابعین و مجتہدین امت سے ثابت ہے لہٰذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات
کی تفسیر مین اسطرح بیان کر دے کہ اہل بیان و طلبا امت اس سے واقف ہو کر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہو کر ثواب جمیل کے سزاوار ہو جاوین
اگرچہ تمام تفصیل سے یہان معذوری ہے تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگا کر وضو فرما کر مجھپر
چھڑکا کہ مین ہوش مین آیا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس یہ نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات
رواہ البخاری و مسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت دربارۂ
کلالہ اُتری ہے جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہے جو نقلین جابرؓ سے روایت ہے کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آئی رسول اللہ
صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لڑکیان دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو اُحد مین آپکے ہمراہ شہید ہوا اور ان دونون کے
چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور ایسے کوئی نکاح نکریگا جبتک انکے پاس مال ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عز و جل اسمین حکم فرماویگا
پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دو تہائی اور ان دونون
کی ماں کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہے رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ و ابویعلیٰ و ابن ابی حاتم و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و
الترمذی و قال لا یعرف الا من حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر و فوائد سے کان لگا کر سننا چاہیے
قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہے فی اولادکم۔ تمہاری اولاد کے بارہ مین و مراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہے اسکو وصیت
سے تعبیر فرمایا اسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہے کہ بندون کے ماں و باپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہے جسقدر ماں باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے کہین
زیادہ مہربان ہے جتنا بچے پر اسکی ماں مہربان ہوتی ہے اور حدیث مین قصہ ہے جو قدر ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہان سے تفصیل و بیان اس اجمال کا
ہے جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہے کما مر منہا کہ روا نکے
خطاب سے تو تاخیر جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا۔ پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی بمعنی فرزند خواہ لڑکا
ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری
ولایت مین ہو اور درست یہ ہے کہ مملوک اگر چہ اسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولیٰ کا مملوک ہے پھر آزاد مرنیکا مال میراث ہے اور اسکی
صورت کہ اُسکا بیٹا غلام ہو یہ ہے کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی ماں یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے
مالک کے سوائے کسی دوسرے کی لونڈی ہے پس اُس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی ماں کے تابع قرار دیجاتی
ہے پس یہ عمرو کی ملک ہے اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک و بیٹا آزاد ہو وہ
ظاہر ہے مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث نپاویگی
اور نیز جو اولاد اسکے دین کے علاوہ ہو مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر
اور اسکا بیٹا مسلمان ہے تو زید کا وارث نہوگا۔ اور نیز اگر زید دار الاسلام مین ہے اور اس کی اولاد مثلاً لڑکا دار الحرب مین ہے تو کوئی دوسرے کا

وارث ہوگا اور اسی طرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد چار باتین علی العموم
میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی ۔ آور ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہے جو وارثون
کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین وادا ے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی چیز ہے ظاہر ہے کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ
گز کے کفن کی تھی تو درصورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو تین آنہ گز کا کفن ملیگا ۔ اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہو جاتا ہے سوا ے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے ۔ آور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین ۔ آول آنکہ کمتر
جمع دو ہے دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جورو مرد ہین اور ایسون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا
حصہ مقرر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور ایسون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہے اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہو جاتے ہین جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقرر حصہ لیگا اور دختر کے مقرر
حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا ۔ چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض مین سے اور کسی صورت عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے
میت کا باپ ۔ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقرر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لے گی ۔ اب مین اللہ تعالے کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالے ۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم ۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے حق مین اور مراد اولاد
سے وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے ۔ پھر اولاد جمع کا لفظ کمتر دو [illegible]
کے بارہ مین حکم دیتا ہے ۔ اگرچہ دو ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہے اور کہ اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہے جسکے علوق کا وقت وفات میت کے
ہونا یقینی معلوم ہو باین طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر جنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہے
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اسمین آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین خلاف اسمین ہے کہ یہ شامل ہونا مجازاً
ہے یا حقیقتہ ہے تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقتہ شامل ہے آور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہے آور اولاد مین خنثی بھی شامل
ہے یعنے وہ بچہ جس کے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاے گا ۔ اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہو تو جس سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہے اس کے حصہ مین اختلاف ہے آور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانۂ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مواخات اور معاقدت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہو گیا
پھر اللہ تعالے نے اس کی تفصیل فرمائی ۔ للذکر مثل حظ الانثیین ۔ نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث کے
برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دوچند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منہم ۔ مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب ہان دو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب کے لائق
ہین دوم اکثر بعد میت کے یہی ملتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے اور اسپر اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہون
انکو انکا حصہ مقرر نکالکر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے آور عصبہ وہ ہے جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقرر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقرر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہین جنکی اگر ذوی الفروض ہین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

مالک ہے۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت میں عصبہ ہے اور ایک صورت میں ذوی الفروض سے ہے چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ
عصبہ ہے اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض میں سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقدر ہے اور عصبہ وہ ہے کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت
کے ترکہ سے اول تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ
میراث ہے جسمیں سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیا جاوے اگر ہوں پھر باقی کو اولاد میں اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد تین حال سے
خالی نہیں یا تو مذکر و مونث دونوں ہونگے تو یہ حکم آیت میں مذکور ہے یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے
نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالی۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہو تو نصف
دونوں لڑکیوں کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیاں دو سے زائد ہوں خواہ تین ہوں یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی
ملیگا۔ اس تقریر سے دو لڑکیوں کا نصف حصہ گویا بیان ہوگیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباس رض کا قول ہے لیکن جمہور صحابہ
نے کہا کہ دو لڑکیوں کا بھی دو تہائی ہے اور اسی کو چاروں اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہے سو بعضے لوگوں نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے اسی نظم
سے اسطرح ثابت ہے کہ لفظ فوق زائدہ ہے اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق میں فوق زائدہ ہے کیونکہ
یہ غرض نہیں کہ کافروں کی گردن کے اوپر سے اڑو بلکہ گردن مارو۔ اور نحاس رح وابن عطیہ رح نے اسکو رد کر دیا کہ یہ خطا ہے کیونکہ ظروف
تمام کلام عرب میں بے معنے زائد نہیں ہو سکتے اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ دونوں آیتوں میں فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہے اور ممتنع
ہے کہ قرآن مجید میں بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا یعنی بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلھما ثلثا ما ترک
ہوتا حالانکہ فلھن ثلثا ما ترک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور دونی مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر
تین دختر ہوں تو انکا حکم مذکور نہیں اور چار ہوں تو معلوم نہیں علے ہذا القیاس اور یہ ایسی قباحت ہے کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر
نہیں بخلاف ان لوگوں کے جو زائد نہیں کہتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے جسقدر ہوویں سب کا حکم معلوم ہوگیا رہا
فقط دو کا حکم تو یہ بدلالت قرآن سے معلوم ہے کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد دو دختر کو یعنی ہر ایک کو مونث کیساتھ
بدرجہ اولی تہائی ملیگا پس دونوں کی دو تہائی ہوئی اور نحاس رح نے اسمیں کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختروں میں ہے کہ پسر سے تنہا ہوں
اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہوں تو دونوں کے لیے نصف ہے پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقرر بھی یہی ہے اور یہ ماخوذ ہے مذہب
ابن عباس رض سے جیساکہ ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنوں منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہے تو دو
دختر منفردہ کے لیے بدرجہ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ پوشیدہ نہیں کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہے لیکن مواریث کی تقدیروں میں قرابت
رحم کی علت ہونا پایا بھی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہے پھر قیاس کہاں ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ فرمایا۔ آباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم
اقرب لکم نفعا۔ فریضۃ من اللہ۔ ان اللہ کان علیما حکیما۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیر رح نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے
نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص نصف سے دلالت کی کہ دو دختر کا حکم سوا دختر
ہیں مترجم کہتا ہے کہ اسمیں وہی مناقشہ ہے جو ہم نے بیان مذہب حضرت ابن عباس رض میں اشارہ کیا یعنی دو کا حکم نصف کا تفصیل یا اجمال
سے سمجھا گیا یعنی للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام بھی خوشنمایت ہے کہ اگر اولاد میں ایک پسر ہوا اور دو دختر ہوں تو دو دختر کا فقط نصف
حصہ ہے اور نصف مذکر کا ہے پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا اسکو منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے ایک

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہی مگر اگلہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع و انفراد میں فرق بھی ہو پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ اجتماع و انفراد دختروں کے حق میں در اصل مختلف ہی کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض ہیں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث صحیح ہی جو ہم نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہی اور موید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالیٰ عز وجل - وان کانت واحدۃ فلھا النصف - یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے نصف ہی اسکا ہوگا - قولہ فلامہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے کہ باپ بہ نسبت ماں کے میراث میں اقوی ہی کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دو چند ہی پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنی جورو یا مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ رہ گیا باینطور کہ کل مال کے چھ حصہ کرکے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جاویگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہی پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصۂ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام و دیگر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاویگا اور دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دو چند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنی اگر میت کے بھائی بہن ہوں (بلا اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی - اسمیں ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے اعیانی ہوں یا علاقی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کر سکتا - پس اخوۃ جمع سے مراد دو یا زیادہ ہی کیونکہ میراث میں کمتر جمع دو ہی - اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنے ایک ماں و باپ سے سگے - علاقی یعنے باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں - اور اخیافی یعنے ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہی ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی باپ باقی کا عصبہ ہی اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہو تو عینی اخوہ وارث ہونگے ورنہ علاقی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہی اور اگر ایک سے زائد ہوں تو تہائی میں سب مساوی مشترک ہونگے اور انکا مذکر و مونث یکساں ہی - الحاصل میت کا پسر ہمیشہ عصبہ ہی اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہی اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند پسر کے عصبہ ہی لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف و دیگر باقی پوتا پاویگا میت کی دختر - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہی کہ بعد ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دو چند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی الفروض میں سے ہی کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملیگا میت کا باپ اگر میت کا پسر ہو و ہیں تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضۂ دختر کے باقی کا عصبہ ہوگا میت کا دادا

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہے میت کی ماں اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہ ہو تو ماں کو کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اتنے مذکور ہوے ہیں باقی آگے آتے ہیں

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انمین کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ باندھا اللہ کیطرف سے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

اللہ تعالے خوب دانا وحکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانۂ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ اور عطاؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین کے لئے وصیت تھی پس اللہ تعالے نے اسمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا نصف رکھا رواہ البخاری اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتداے اسلام میں جو حال یہ تھے کہ کل مال اولاد کا اور انمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دنیوی یا اخروی یا دونوں اسکے باپ سے اسقدر پہونچتا ہے کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہے اور اسکا دانا اللہ تعالی ہے بندہ نہیں ہے اسواسطے یہاں فرمایا۔ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ۔ مبتدا۔ اور خبر اسکی لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ فی الدنیا والآخرة فظان ان ابنه انفع له فيعطيه الميراث فيكون الاب انفع وبالعكس وانما العالم بذلك الله تعالے۔ تمھارے آبا و ابنا تم نہیں جانتے ہو کہ کون انمیں سے اقرب ہے تمھارے واسطے از راہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا نکل لگا وےگا کہ میرا بیٹا میرے حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہوا اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے۔ ففرض لكم الميراث۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ پس فرض کردی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے۔ حاصل آنکہ تمھاری راے واجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے کذا فی المدارک۔ اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعًا تمیز ہے یعنی۔ اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل نصب میں لاتدرون کا مفعول ہے۔ پھر فریضۃً کو نصب بنا برآنکہ مفعول مطلق ہے اسیواسطے مفسرؒ نے کہا ففرض لكم الميراث فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظ ہے از قبیل قولک له علی الف درهم اعترافا اور حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ ومساوات وارثوں میں جو مال میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالے کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا۔ بخلقه۔ اللہ تعالی علیم ہے۔ یعنی اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے۔ حَكِيْمًا۔ فيما دبره لهم ای لم يزل متصفا بذلك حکیم ہے اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغۂ ماضی تھا تو مفسر رح نے کہا یعنے برابر ہمیشہ اس صفت علم وحکمت سے متصف ہے اور حاصل جواب یہ ہے کہ کان یہاں استمرار ودوام کے معنے میں ہے اور یہ عرب کی زبان میں شائع ہے ف جاننا چاہیے کہ آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ یہاں تمام ہوئی ہے اور بنظر تسہیل میں نے باپ و ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کردیے تاکہ عام نفع اٹھاویں اور توضیح یہ ہے کہ ماں و باپ کی چند حالتیں ہیں اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لیگا پس ایسی حالت میں باپ کو فرض و عصوبت دونوں ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہوں تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب میں لیگا پس باپ اس حالت میں محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت میں بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما میں اختلاف ہے کہ ماں کو کیا ملیگا اسمیں تین قول ہیں ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ میں ماں کو باقی کا تہائی ملیگا کیونکہ والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہے اور اللہ عزوجل نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہے پس وہ باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمر و عثمان کا اور ہر دو روایت میں اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہے اور اسکو فقہاء مدینہ اور چاروں اماموں اور جمہور علما نے اختیار کیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو بہر حال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث عام ہے اور یہ قول ابن عباس و معاذ بن جبل و شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ظاہر عموم آیت تو جمیع ترکہ سے ہے اور یہاں بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ میں کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ میں سے چہارم یعنے تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنے چار ماں کو ملینگے اور باقی پانچ باپ کو رہینگا اور اگر شوہر ہو تو ماں کو باقی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے پس صحیح وہی قول اول ہے حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہوں خواہ سگے ہوں یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہوں سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوسکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کر کے چھٹے حصہ پر کردیتے ہیں پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی نہ ہو تو ماں کے چھٹے حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب میں ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہے ایک یہاں اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے فاحفظ۔ پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہے جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہے اور ابن عباس رض سے اسمیں خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہے اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہے کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہیں اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں کو کچھ محجوب نہیں کرتا اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست میں اخوہ کا محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہے کہ باپ ان کے شادی بیاہ کر دینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہے نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہے لیکن ابن عباس رض سے بسند صحیح مروی ہے کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہے اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہے۔ اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بھی بمنزلہ باپ کے ہے اس امر میں کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہوں یا نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رض کا مذہب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور انکے ایام خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس و عبداللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابوالدرداء و ابوہریرہ و عطا و طاؤس و حسن و قتادہ و ابوحنیفہ و ابوثور و اسحاق کا قول ہے اور حضرت علی بن ابیطالب و زید بن ثابت و ابن مسعود رض کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیوں بہنوں کے ساتھ وارث کیا جاوے جب کہ

سگے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں اور انکے ساتھ بہن جد کی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جد کا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعی۔ اور بھائیوں کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہے اور رہی جدہ یعنے ماں کی ماں تو علما کا اتفاق ہے کہ اگر میت کی ماں نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہے کہ ماں کے ہوتے ہوئے ساقط ہے اور اجماع ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہے اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہے۔ اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان و علی رضہ سے بھی مروی ہے اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہے **فائدہ ثانیہ** عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔ اشارہ یہ کہ بزرگوں کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات انہیں سے کسی فریق سے کوئی ایسا ولی ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عز و جل میں سفارش کی اجازت پاویگا اور یہاں مبہم رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ سب پر رحمت و شفقت رکھیں شاید وہ اس ولی صادق کے۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر میں فرمایا کہ آباء و ابناء میں تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عز و جل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز۔ اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں میں سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لا دیگا تاکہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اگر والدین درجہ اعلیٰ ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ انکی آنکھیں خنک ہوں

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مریں تمھاری عورتیں اگر نہ ہو ان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہے تو تم کو

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو کہ وہ کر جاویں یا قرضے کے اور عورتوں کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری جورووں کو آٹھواں اس سے جو کچھ چھوڑا بعد اس وصیت کے جو دلوا مرو تم

يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہے جو باپ بیٹا نہیں رکھتا یا عورت ہے اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہے تو دونوں سے

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو سب کے سب شریک ہوں گے تہائی میں بعد

وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

وصیت کے جو کی گئی ہے یا قرضہ کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہے

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ – جمع زوج بمعنے جورو و نیز بمعنے شوہر و یہاں مراد اول ہے والمعنے اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا – **إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ** – منکم و من غیرکم بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہ ہو نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے – **فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ**

تُوْصِیْنَ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمہارے واسطے انکے ترکہ میں سے چہارم حصہ ہے بعد ادائے وصیت کے جو وہ
وصیت کر کے مریں یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہے - واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے
بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال میں مقدم ہے اور وصیت کو آیت میں اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی
تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ مختصر بیان ہے ایک وارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم کہ
انشاء اللہ تعالیٰ - اور یہاں آیت میں بیان یہ کہ اگر زوجہ مرنے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہے تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر
موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہے جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے بیٹے کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہے مفسر رح نے کہا
کہ ولحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع - یعنے میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہے یعنے سب علما میں اتفاق ہے
کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہے ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہیں ایک یہ کہ
فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت میں چہارم - یہ امر بالاجماع ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے اور ایسے ہی حکم زوجات
چنانچہ فرمایا - وَلَهُنَّ - ای للزوجات تعددن اولا - الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمہارے ترکہ سے
چہارم ہے - یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہے تو کل چہارم لے اور کئی ہیں تو اسی چہارم میں
برابر شریک ہوں گی یہ چہارم حصہ اسوقت ہے کہ - اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ - اگر تمہارے کوئی فرزند نہو - یعنی نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی ہو علیٰ
ہذا القیاس - منهن او من غیرهن - نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمہارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود
نہو تب زوجات کا چہارم - فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ - منهن او من غیرهن - اور اگر تمہارا کوئی فرزند ہو - خواہ موجودہ جورو سے
ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلا ہبہ وغیرہ ہو غرضکہ
جو کبھی شرعی حلت سے تمہارے تحت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا بانند اسکے جدا ہوگئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو
وہ بمنزلہ نہونے کے ہے - فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب کو ایک آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ سب اس کل
مال سے ملے گا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے و وصیت کے باقی رہا - مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ - بعد دینے وصیت کے
جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ وولد الابن کالولد
فی ذلک اجماعا - اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلبی کے ہے بالاجماع - اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہے کما تقدم - وَاِنْ
كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ - صفته والخبر - كَلٰلَةً - یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہے اور خبر اس کی کلالة ہے یعنے وان کان رجل
مورث منه کلالة - اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی - یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہے اور کلالة حال ہے ضمیر یورث سے
کما فی المدارک بہرحال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد له ولا ولد - اسکا باپ نہ ہو اور فرزند بھی نہ ہو - اَوِ امْرَاَةٌ - تورث کلالة
یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی - وَّلَهٗٓ - ای للمورث الکلالة - اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - اَخٌ
اَوْ اُخْتٌ - ای من ام وقرأبه ابن مسعود وغیرہ - بھائی یا بہن ہو یعنی ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو تو اسکی میراث اسطرح ہے جو آگے
مذکور ہے) حضرت ابن مسعود رض وغیرہ کی قرأت میں وله اخ او اخت من ام - واقع ہوا ہے - حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند یا باپ
نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہوں - فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

ما ترک۔ تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ د ترکہ سے ہے۔ قال ابن کثیر کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے
کناروں سے محیط ہو اور مراد یہاں وہ حواشی ہیں جو اصول و فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہوں چنانچہ شعبیؒ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے روایت
کی کہ حضرت صدیقؓ سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اسمیں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا
ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہیں پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہو اور باپ نہو پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے
شرم آتی ہے کہ ابوبکرؓ کی رائے سے خلاف کروں رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہو اور یہی
قول ابن عباسؓ و زید بن ثابتؓ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہاء
سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اسمیں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالیٰ وله اخ
او اخت ای من ام۔ یعنے ماں کی جانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمیں سعد بن ابی وقاص بھی ہیں الحاصل اگر کسی میت کے وارث
سوائے اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہوں جنکا تعلق از جانب ولادت مادری ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہیں جو ماں کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت
کے ہوں پس مرد ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اسمیں مذکر و مونث میں کمی بیشی نہوگی۔ فَإِنْ كَانُوٓا - ای الاخوۃ
والاخوات من الام۔ پھر اگر یہ بھائی و بہنیں جو ماں کی جانب سے ہیں۔ أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ۔ ای من واحد۔ اس سے زیادہ ہوں یعنی ایک سے زیادہ
ہوں۔ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ۔ تو وے ایک تہائی میں شریک ہوں گی۔ یستوی فیہ ذکورہم و اناثہم۔ اس تہائی میں انکے مذکر و مونث
برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہیں ملیگا۔ قال ابن کثیر مادری بھائی بہن دیگر وارثوں سے کئی باتوں میں مخالف ہیں
اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ ہیں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں دوم آنکا
مذکر و مونث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہیں ہوتے ہیں مگر جب ہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسر کی
اولاد تو وارث نہوں گے۔ چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہیں ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہوں اور زہریؒ سے روایت ہے کہ حضرت
عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیوں بہنوں کی میراث آپس میں اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مونث کو۔ زہریؒ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم
نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ میں علماء نے خلاف کیا
ہے جس کا نام مسئلہ حماریہ ہے وہ یوں ہے کہ میت کے ورثہ میں زوج ہے اور ماں یا نانی سگی۔ اور دو اولاد مادری و میت کی حقیقی یعنی بھائی بہن
ایک یا زیادہ ہیں تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی میں عینی بھائی شریک ہوں گے
اور یہ مسئلہ زمانہ حضرت عمرؓ میں واقع ہوا تو انہوں نے شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے
بھائی بہنوں نے جو ان باپ دونوں کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد
کے ساتھ ماں کی طرف سے بھی شریک نہیں ہیں کہ ہم سب کی ماں ایک ہے پس عمرؓ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمانؓ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا
ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاؤس
و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبدالعزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحق بن راہویہ کا ہے۔ اور حضرت علی
بن ابی طالب انہیں باہم شریک نہیں کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت میں عینی یا دری و پدری اولاد کو کچھ
نہیں دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہیں اس سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیوں نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہیں سہی مگر ہماری ماں تو ایک ہے

اور حاصل جواب یہ ہی کہ باپ تمھارا سب کوئی ہی اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہی جو اصحاب فرائض کی
مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن بیان اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ بکار نہین اور یہ وجہ نہین کہ وہ وارث نہین ہین فافہم - وکیع بن الجراح نے کہا
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسمین کوئی مختلف روایت نہین ہی اور یہی قول ابی بن کعبؓ و ابو موسی اشعریؓ کا ہی اور یہی مشہور قول ابن
عباسؓ کا ہی اور یہی مذہب شعبی و ابن ابی لیلی و ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد و زفر بن ہذیل و احمد بن حنبل و یحیی بن آدم و نعیم
بن حماد و ابو ثور و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہی مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرّٖۚ یہ سب جو مذکور ہوا
بعد ادا سے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہی درحالیکہ وہ وارثون پر ضرر ڈالنے والا نہین ہی یعنی باینطور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت
کی ہو آیت کریمہ مین وصیت صرف ایسی ہی کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی ہو باقی مطلق ہی ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ تہائی
سے زیادہ وصیت روا نہین ہی اور ائمہ علماء نے اسپر اتفاق کیا ہی اور قرطبی نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہین جائز
ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہو گی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اسمین سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہو گی - اور حضرت ابن
عباسؓ سے روایت ہی کہ وصیت مین ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہی رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر - اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیون کے کام کرتا ہی پھر وصیت کرنے مین جور و ظلم کر جاتا ہی پس خاتمہ بد کام پر ہو کر دوزخ مین داخل ہوتا ہی اور آدمی ستر برس
بدیون کے کام کرتا ہی پھر وصیت کرنے مین عدل و انصاف کرتا ہی پس خاتمہ نیک کام پر ہو کر جنت مین داخل ہوتا ہی پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تم اگر
جی چاہے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین - رواہ ابن ماجہ والبیہقی و احمد و عبد بن حمید و ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن - اور حضرت
انسؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت مین اللہ تعالے اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ
قال ابن کثیر اماموں مین اختلاف ہی کہ وارث کے حق مین قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ نہین صحیح ہی بسبب تہمت
کے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہین ہی
اور یہی مذہب امام مالک و احمد و ابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہی اور شافعی کے قول جدید مین صحیح ہی اور یہی مذہب طاؤس و عطا و حسن و عمر بن
عبد العزیز کا ہی اور اسی کو امام بخاری نے صحیح مین اختیار کیا بدین حجت کہ رافع بن خدیجؓ نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر پر جو کچھ ہی وہ کھولا
نجاوے قال المترجم یہ احتجاج عجیب ہی جو محل نظر ہی اول آنکہ لا تکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا یعنی فزاریہ نے جسپر اسکا دروازہ بند کیا
گیا ہی کھولا نجاوے' یہ کچھ اقرار نہین اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہی دوم قول کو اس مراد
مین نص نہین کما لا یخفی سوم آنکہ شاید ان لوگون کی طرف سے اسکے حق مین ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالے اعلم غرضکہ الفاظ
مذکور اس بات مین صریح نہین ہین فافہم - وَصِيَّةً - مصدر موکد فیوصیکم - یعنے وصیۃ منصوب ہی بنابر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور
موکد مضمون یوصیکم ہی - مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٞ - یہ وصیت ہی اللہ تعالی کی طرف سے اور اللہ تعالی علیم ہی بہت
یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہی اور حلیم بایں معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہی اور واضح رہے کہ جن لوگون کو
میراث دلائی انمین دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہی کہ انمین کوئی بات وارث ہونے سے مانع ہو اور مفسرین کے نزدیک مانع یہ ہین کہ مورث قتل کیا ہو یا
اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدارین بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہی یعنے وارث و مورث مین سے ایک کا مسکن
دار الاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دار الحرب ہو - واضح ہو کہ جسکو اسکے مولی نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہی جبکہ

ذوی الارحام ہوں اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض الآیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص
کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لاوارث مرا تو یہی مولی اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال
عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ میں فتویٰ دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں رکھا لہذا جو کچھ اہل فرائض
سے بچ جاوے وہ بھی انھیں پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال انھیں کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے
بیان مختصر بیان تخریج وتقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض میں حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف چہارم و آٹھواں ہے اور قواعد موافق کتب فرائض
سے طول چاہتے ہیں مختصر بیان یہ ہے کہ قسم اول یعنی تہائی و دو تہائی وچھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم
اول سے جمع ہوں تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہے وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو
تہائی ہے تو (۳) سے مسئلہ فرض کرکے ۱ و ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے
چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوے یعنی مثلاً نصف و چہارم ہے تو
(۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہوسکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی
و آٹھواں و تہائی کا مخرج ۳ اور آٹھویں کا (۸) ہے تو انمیں نسبت دیکھو جو اس مثال میں تباین ہے پس ۳ کو ۸ میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو
اور اگر نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہیں۔ اسی طرح تہائی و چوتھائی میں (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ میں اور انکے حصص میں بھی
نسبت دیکھکر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو۔ ان مثالوں میں غور کرو (مثال ۱-) زید مرا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو
دختر کی تعداد ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دو چند یعنی دو میں جمع کرو تین ہوے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر
کو ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال ۲-) اگر مثال مذکور میں دو پسر تین دختر ہوں تو دختروں کی تعداد ۳ کو پسر کی تعداد ۲ کے دوچند یعنی
۴ میں جمع کرو ۷ ہوے پس یہی جواب ہے کہ تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (مثال ۳-) زید مرا۔
باپ۔ ماں۔ ایک پسر۔ ایک دختر چھوڑی تو اولاد کی صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پس ۶ سے کسر ہوگی
ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ماں۔ اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ ۳ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۶ کو
۳ میں ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ ۳ باپ کو اور ۳ سہام ماں کو اور باقی ۱۲ میں سے ۸ پسر کو اور ۴ دختر کو مل گئے۔
(مثال ۴-) زید مرا۔ باپ۔ ماں۔ دو پسر تین دختر چھوڑے۔ پس ماں باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک ماں
و ایک باپ کو دیکر باقی ۴ سہام ہیں حالانکہ دختر سے پسر کو دو چند کے حساب سے (۷) سہام چاہییں تو ۶ کو ۷ میں ضرب دیے ۴۲ ہوئے
پس ماں و باپ کے ششم حصہ کے حساب سے ۷-۷ سہام باپ کے ۷ سہام ماں کے ۸-۸ ہر پسر کو اور ۴-۴ ہر دختر کو ملیں گے۔ (مثال ۵-)
زید مرا۔ باپ و ماں چھوڑے تو ظاہر ہے کہ ماں کو تہائی ہے باقی باپ کا پس ۳ حصہ کرکے ایک ماں کو ۲ باپ کو ملیگا (مثال ۶-) زید مرا
اور باپ۔ ماں۔ جورو چھوڑی۔ تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم ماں کا اور باقی دو حصے
باپ کے ہیں (مثال ۷-) باپ۔ ماں۔ دو بھائی یا بہن جو ماں کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ
حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ماں کو تہائی سے حجب کرکے چھٹے
حصہ پر نقص کردیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو ماں کو تہائی ملتا فافہم۔ (مثال ۸-) باپ۔ بیٹا۔ دو بیٹی۔ تین جورو ایک ورثہ چھوڑے

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھوان حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پھر جب چھٹا و آٹھوان جمع ہوے تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا لیکن چھٹا
و آٹھوان نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہین کیونکہ دونون بیٹے اور تینون بیٹیون کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۷ اور ۲۴
مین تباین ہے پس ضرب دینو ۱۶۸ ہوے پس باپ کا چھٹا حصہ ۲۸ اور جورو کا آٹھوان ۲۱ اور تین دختر کا ۵۱ جسمین سے ہر ایک
کے سترہ ۔ اور دو پسر کا ۶۸ جسمین سے ہر ایک کے چونتیس ہوے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاوین (تمثال ۹)
اگر مثال مذکور مین بجاے ایک زوجہ کے تین جورو ہون تو زوجہ کے حصہ مین جو ۲۱ سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہوجاتے ہین پس
ہر جورو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور مین کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہون تو بوجہ تباین کے ۲۱ سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ
۱۶۸ کو چار مین ضرب دینا پڑیگا تا کہ ہر جورو کا حصہ بھی مسلم نکل آوے۔ اور واضح ہو کہ حصص مین کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثون کے سہام ملکر
کل سے زیادہ ہوجاتے ہین مثلاً اصل مسئلہ بارہ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳ ہوجاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ ماں شوہر ایک دختر وارث چھوڑے تو
۱۲ مین سے باپ کو ایک ماں کو ایک شوہر کو ۳ اور دختر کو ۶ ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ شوہر کو چہارم دختر
کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ ہوجاتے ہین تو کل مال کے ۱۳ حصے کرکے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے۔ اور واضح ہو کہ عول کے
برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہوکر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴
سہام دختر کو دیے اور ۳ سہام باقی رہے پس تو وہ بھی اسی حساب سے انہین وارثون کو واپس رد کیے جاوین پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کرکے ایک
حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال الفین مین فرض و رد سے تقسیم ہوگیا اور ہر ایک کے حق مین زیادتی ہوگئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ
مین سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچوان یعنے تین آنہ و دو پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا۔ اور
اسکا نام اصطلاح مین رد ہے ۔ پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ مین تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم ہوا پھر ان وارثون مین سے کوئی
مرا پھر اسکے ورثہ مین سے کوئی مرا الغرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انہون نے تقسیم چاہی تو اسکو منوچہر نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ مین مفصل لکھدیا
ہے وہان سے تلاش کرو۔ یہان مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ مین مثلاً ۲۴ سہام ہون تو ہر ایک کو ۸ سہام ملے اور اگر
کل تین کے ۱۲ سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۴ پورے ملے لیکن اس سے کم نہین ہوسکتے ہین تو فرائض مین یہ ضرورت ہے کہ اعداد مین کمی کی نسبت رکھو اور
نسبت چار ہین اول تماثل جیسے ۴ و ۴ اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ ۔ ۷ و ۱۱ ۔ ۳ و ۸ جنمین بڑا چھوٹے پر تقسیم ہوسکے سوم تداخل جنمین
تقسیم ہوسکے جیسے ۳ و ۱۲ ۔ ۴ و ۱۲ ۔ ۵ و ۱۵ ۔ ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہوجاوین جیسے ۶ و ۸ ہین کہ ۲ پر پورے
تقسیم ہوجاتے ہین پس تماثل مین ایک عدد لیلو۔ تباین مین دونون کو ضرب دے لو۔ تداخل مین فقط بڑا عدد کافی ہے تو افق مین ایک کے وفق
کو دوسرے مین ضرب دو جیسے ۶ و ۸ مین سے دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کرکے ۳ حاصل کو ۸ مین ضرب دیکر ۲۴ لو وعلیٰ ہذا القیاس تو ایسا کرنے
سے حساب مین اختصار ہوگا اور اگر ۶ کو ۸ مین ضرب دو تو اس سے دوچند یعنے ۴۸ ہوجاوینگے حالانکہ جب وارثون کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہین تو بیفائدہ
۴۸ حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہین ہے پس جسطرح وارثون کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کرلے ۔
جاننا چاہیے کہ فرائض مین جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرے جو قرآن مجید مین مذکور ہین اور اس حساب کو یاد کرے وہ ہر میت کی میراث اسکے
وارثون مین تقسیم کرلیگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر بٹوارہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض مین مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہون
انشاء اللہ تعالیٰ سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہوجاویگا ۔ جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو پھر جو

دوسرا مرے اسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر انمین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین موافق مذکورۂ بالا کے ہر ایک پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کرو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر اور بیٹی مسماۃ ہندہ اور جورو مسماۃ سلمی چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مسماۃ کبری اور جورو مسماۃ صغری اور بہن مسماۃ ہندہ مذکورۂ بالا اور مان مسماۃ سلمی مذکورۂ بالا چھوڑی اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا ۲۴ سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا ۱۴ ـ اور ہندہ بیٹی کو ۷ ـ اور سلمی جورو کو ۳ ـ حصے ملے ـ پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے ۱۴ سہام ہین تو اسکی مان کو چھٹا حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے ـ لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴ سے ہوا یعنی بکر کے مال کے ۲۴ حصے کیے جاوین جسمین سے کبری دختر کے ۱۲ ـ صغری جورو کے ۳ ـ اور ہندہ بہن کے ۵ ـ اور سلمی مان کے ۴ ـ ہوے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ سہام ہین اور ۱۴ ـ و ۲۴ مین توافق ہے کیونکہ ۲ ـ پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا ۷ ـ کو ۲۴ مین ضرب دیا ۱۶۸ ـ ہوے پس اسی عدد ۷ ـ سے اوپر کے کل سہام کو جو عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۹۸ ـ ہندہ ۴۹ ـ سلمی ۲۱ ـ ہو گئے ـ اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبری دختر ۸۴ ـ صغری جورو ۲۱ ـ اور ہندہ بہن ۳۵ ـ اور سلمی مان ۲۸ ـ ہو گئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین انمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ بھائی دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمی کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے ۸۴ ـ اور صغری کے ۲۱ اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو ۸۴ ـ اور سلمی کے ہر دو میراث کے ۴۹ ـ ہوے واللہ تعالی اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اپنے باغون مین جنکے نیچے بہتی نہرین

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
رہ پڑے اونمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بےحکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور بڑہ جاوے اسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا اسمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

تِلْكَ ـ الاحکام المذکورۃ من امر الیتامی وما بعدہ ـ یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے یتیمون کے بارہ مین اور اسکے ما بعد مین فرائض مواریث ذکر فرمائے ہین ۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ ـ شرائعہ التی حدہا لعبادہ لیعملوا بہا ولا یتعدوہا ـ حدود الٰہی ہین ف یعنی شرائع ہین جنکو اللہ تعالی نے بندون کے لیے حد کردیا ہے تاکہ اسپر عمل کرین اور ان سے تجاوز نہ کرین ـ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ـ فیما حکم ـ اور جسنے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی ف یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کردیا ہے تو ـ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ـ اللہ تعالی اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین ـ درحالیکہ انمین مقدر ہو گا خلود و ہمیشہ رہنا انکے واسطے ـ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ـ اور یہ فوز عظیم ہے ف پوری فلاح و پوری مراد ہے ـ یدخلہ بیا ہی تحتیہ اکثر کی قراءت ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قراءت ہے یعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات میں تمثال مین اس شان سے کہ جیسے اہل ہین انمین ہمیشہ رہین کبھی نہ مرین ہی

نہ فنا ہے - وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا - اور جسنے نافرمانی کی اللہ
اور اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں داخل فرماویگا درحالیکہ اسکے لیے آگ میں رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف
ضحاکؒ نے کہا کہ یہاں عصیان سے مراد شرک ہے یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی
ہے اس سے تجاوز کیا اور کلبیؒ نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ میں
پڑا رہے گا - قولہ یدخلہ یہاں بھی بیا تحتیہ یا بنون ہے یعنے ہم اسکو آگ میں داخل کرینگے - وَلَهٗ - فیہا - اور اس کافر کے لیے دوزخ میں عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ - ذوا ہانة یا ایسا عذاب ہے جو اہانت دینے والا ہے یعنے ایسا عذاب ہے جسمیں اہانت ہے پس مہین صیغہ نسبت ہے - واضح ہو کہ لفظ من
مفرد ہے اور معنے اسکے جمع کے بھی ہیں اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین - جمع فرمایا اور یدخلہ میں ضمیر مفرد لفظی ہے ف عرائس البیان میں
فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الآیہ - اللہ عزوجل نے امر والفحش و مواریث میں تمام مخلوق کے دخل کو صاف مٹا دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم
الٰہی میں معلوم و مقدر و محدود ہے تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی میں عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دیں اور اللہ عزوجل
نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہے کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی
ایک حد مقرر ہے جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہے پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہے - اور حدود اللہ ایک برزخ ہے
حدوث و قدم کے درمیان کہ دونوں میں کوئی خلط نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہے شیخ محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ حدود
اللہ اسکے اوامر و نواہی ہیں سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہے کہ اہل ارادت
کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمیں یہ ہے کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہوجاویں مترجم کہتا ہے
جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا میں اسکو طریق سنت پر استقامت و علم
تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے - ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر
رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا - اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات میں حدود تک ہوتا ہے پس بیشک حرمت
کیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہے وہ کبھی نہ کبھی اسمین جا پڑتا ہے
قال المترجم حدیث صحیح میں ہے من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ - جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمین جا پڑنے کے قریب ہے
فافہم پھر اللہ عزوجل نے حدود و وزنا وغیرہ کا حکم ابتداے اسلام میں اسطرح نازل فرمایا۔

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ
اور جو کوئی بدکاری کرے　تمھاری عورتوں میں　تو شاہد لاؤ　ان پر چار مرد　انہوں میں سے پھر اگر
شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا
وے گواہی دیویں　تو انکو بند رکھو گھروں میں　جب تک اٹھا لیوے انکو موت　یا کردے اللہ انکی کچھ راہ

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ - الزنا - مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ای من
رجال المسلمین - جو عورتیں کہ تمھاری عورتوں میں سے فاحشہ یعنی زناکاری کریں تو اسپر انہوں میں سے چار گواہ کرلو ف منکم سے مرد و
مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہے یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہوں جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہوں اسواسطے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی نہیں

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں۔ فَاِنْ شَهِدُوْا علیھن پھر پس اگر چاروں مردوں مسلمان نے ان عورتوں پر فاحشہ زنا کی گواہی
دی ف تو بالفعل کوئی سزا ے ضرب نہیں بلکہ۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ۔ احبسوھن۔ فِی الْبُیُوْتِ۔ قید رکھو ان عورتوں کو گھروں میں
ف وامنعوھن من مخالطۃ الناس۔ اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو۔
حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دیں (انکے وقت مقدر پر) اَوْ۔ الی ان یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا
یا یہانتک کہ اللہ تعالی ان عورتوں کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مریں یا یہانتک کہ اللہ تعالی انکے
واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہیں ہے بلکہ ابتدا میں ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی میں موجود تھا کہ بعد ایک زمانہ کے نازل
ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مر چکیں تو انکا معاملہ اسیقدر پر ختم ہوا یا زندہ ہیں تو وہ حکم ان پر جاری
ہوگا اور گواہوں میں عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے بقولہ تعالی اذا جاءکم فاسق بنباء الآیۃ۔ اور مترجم کے نزدیک یہاں
ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہیں فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اربعۃ منکم۔ فرمایا یعنے تم میں سے چار ہوں حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ
عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ میں بعض عادل و بعض غیر عادل ہیں پھر چونکہ یہ حکم فقط
صحابہؓ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہ ان منافقوں کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتوں کے لیے راہ نکال دی حتی کہ کسی
فاسق اشیر بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسر رح نے لکھا کہ قولہ سبیلا۔ ای طریقا الی الخروج منھا۔ یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر ا
تہ کان ذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللہ لھن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبھا عاما ورجم المحصنۃ۔ ابتداء اسلام میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالی نے
عورتوں کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو
پتھروں سے سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے اقول یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک فقط سو کوڑے ہیں اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع
اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا رواہ مسلم۔ اور حدیث
میں ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالی نے ان عورتوں کی راہ نکال دی رواہ مسلم
ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہوں سے ثابت ہوا تو ایک گھر میں محبوس
رکھی جاتی اور نکلنے نہیں پاتی تھی یہانتک کہ مرجاتی۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے سورۂ نور کو نازل
فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ
حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے قال المترجم سورۂ نور میں ہے قولہ تعالی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ الآیۃ اور قول
ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ہے یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت
اور مابعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالی نے ان عورتوں
کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے
(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضاے حدیث موصوف کہتے ہیں
کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاویں اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہیں ہیں اور حجت
انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کاروں کو فقط رجم کیا اور درے نہیں مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

واجب نہین ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہی کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے
تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قبل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور راجح آمین قول امام ابوحنیفہ کا ہی یہ حدیث
صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہی
جو امام المسلمین کی رائے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن آمین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام
کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حد الٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب یہ ہو سکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ
مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہی
وفیہ نظر ایضًا فافہم واللہ اعلم۔ وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنوارین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی توبہ تو اللہ تعالیٰ کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالیٰ سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ بتخفیف النون وتشدیدہا۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ
نے کہا کہ اسماء متمکنہ ومبہمہ مین فرق کے لیے یاء تثنیہ حذف ہوئی۔ اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین بتشدید نون ہی پس یا تو نون العوض یاء محذوفہ
ہی یَاْتِيٰنِهَا۔ ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ۔ یعنے ضمیر مونث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْكُمْ
ای من الرجال۔ مردون مین سے (المعنے) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی
کہ فَاٰذُوْهُمَا۔ دونون کو ایذا پہونچاؤ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا۔ پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو
صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو۔ ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتداء اسلام تھا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون
کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا۔ پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام
کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیب نے کہا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جسسے
لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ وہ بیاہا محصن ہو بلکہ سو کوڑے مار کر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسرؒ یہ منسوخ ہی آیۂ سورۂ
نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت النور سے منسوخ ہی یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے۔ یہ امام شافعیؒ
کے نزدیک ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر
درے ہین۔ کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالکؒ واحمدؒ کے
نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون۔ اور حسن بصریؒ سے روایت
ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد و عورت زنا کرنے والی مراد ہین تو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو۔ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت میں فاحشہ مصرح ہے اور اسمیں فاحشہ کی طرف ضمیر ہے تتامل۔ اور ابو مسلم اصفہانی نے موافق روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہے اور بعض نے کہا کہ قرائن واحوال اسکے مؤید ہیں۔ واضح رہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لوطی کی حد وہ نہیں جو سورۂ نور میں زنا کی مذکور ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل و مفعول ہر دونوں کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بر آنکہ اللذان یاتینہا سے مراد لواطت ہو سزائے زنا مردوں کے حق میں کچھ مذکور نہ ہوئی جیسے اوپر کی آیت میں عورتوں کی سزائے زنا مذکور ہے۔ اسیواسطے شیخ مفسرؒ وغیرہ نے اسمیں زنا و لواطت دونوں کو شامل کیا تاکہ مردوں کی سزائے زنا بھی معلوم ہو جاوے اور رہا ایک خاص حکم لواطت جو مردوں ہی میں ہوتا ہے وہ بھی معلوم ہو جاوے۔ اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہے اور اللذان سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہے لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولیٰ خاصۃً عورتوں کے حق میں قید کی سزا کا بیان ہے چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے میں مرد و عورت دونوں مشترک تھے یعنی عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردوں کے حق میں ہے اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہے اسکو قرطبیؒ نے مستحسن کہا اور نحاسؒ نے اختیار کیا یعنی مردوں میں سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو اگر زنا کرے تو دونوں قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ میں شریک ہو۔ اور سدیؒ وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتوں کے حق میں ہے اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہیں اور دوسری آیت مرد و عورت کنوارے کے حق میں ہے اور اسی کو ابن جریرؒ نے ترجیح دی اور نحاسؒ نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت میں واللاتی بصیغہ مؤنث ہے پھر باوجود شمول مردوں کے تغلیب مؤنث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ اللذان یاتینہا میں لواطت مراد ہونا اظہر ہے بدلیل تثنیہ ضمیر مذکر کے اور جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہے اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہے کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہے اور یہ ضمیر مردوں کے واسطے مخصوص ہے اور علاوہ اسکے اللذان دونوں سزائے اذیت میں اور توبہ و اعراض میں مشترک ہیں اور یہ مخصوص مردوں کے لیے ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہے **قال المترجم** یعنی عورتوں سے اعراض کا حکم نہیں ہے اور یہاں اعرضوا عنہما فرمایا یعنی ان دونوں سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسرؒ کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہے اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا میں لواطت کا یہ حکم تھا جو یہاں مذکور ہے پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہے کیونکہ یہاں جو حکم ہے وہاں اسی کا حکم نازل ہوا ہے تو عورتوں کی زنا اور مردوں کی لواطت دونوں کا وہاں بیان آیا مگر شافعیؒ کے نزدیک لواطت میں مفعول پر خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال میں رجم نہیں ہے بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہے **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی کہ فاعل و مفعول ہر دو کو قتل کرو امام شافعیؒ پر حجت ہے اور اسی کے موافق بعض خلفائے راشدین نے عمل فرمایا فافہم۔ قولہ فآذوہما۔ ای بالسب والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیوں سے مارو۔ اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہے چنانچہ ابن عباسؓ و سعید بن جبیرؒ وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جوتیوں مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو درّے مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کر دیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اسکی حد بھی وہی زنا کی حد مقرر ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا۔ یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونوں کو ایذا دینے سے اعراض کرو۔ **اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا** ۔ اللہ تعالیٰ تواب ہے **ف** یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق میں ظاہر فرماتا ہے جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کریگا اور **رَّحِيمًا** اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہے **ف** پھر اللہ عز و جل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگوں کی توبہ ہے۔ **اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ** ۔

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالیٰ پر فقط انھیں بندوں کے واسطے ہے جو جہالت میں بدکاری کریں پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہوں۔ اگر کہو کہ توبہ تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسرؒ نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا محض اپنے فضل سے کیونکہ علیٰ حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوئے کہ واجب ہے اللہ تعالیٰ پر حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں بمعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہیں ہاں معتزلہ لعنہ اللہ تعالیٰ پر وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہیں سو یہاں شبہ پڑتا تھا کہ علیٰ حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے سو مفسرؒ نے معنے بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضا سے وعدہ قبول کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہیں ہوتا تو ضرور پورا ہوگا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی فی السراج) اور یہ کلام متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مترتب علی فضل اللہ۔ یعنی قبول توبہ کا ظہور تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ (ابو حیانؒ) اور اہل معانی جنھوں نے نظم قرآن میں معانی بیان کیے ہیں مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے وہ کہتے ہیں کہ معنے یہ ہیں کہ واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ وہ تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون۔ یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و رجوع لاؤ۔ پس تمام امت متفق ہے کہ مومنوں پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا۔ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ۔ المعصیۃ یعنے ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہیں برائی یعنے گناہ کو۔ بِجَهَالَةٍ۔ حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ درحالیکہ جاہل ہیں جبکہ رب عز و جل کی نافرمانی کی پس بجہالۃ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ۔ زمن قَرِيْبٍ قبل ان یغرغروا۔ پھر توبہ کرتے ہیں زمانہ قریب میں یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا غرغرہ لگے۔ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یقبل توبتہم پس ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کریں بغیر جانے بوجھے تو مفسرؒ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہیں جبکہ انھوں نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی خواہ عمداً یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے۔ اور قتادہ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور عبد الرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوئے کہ جس فعل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ عمداً نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت میں جاہل ہے اور عطاء ابن رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہے۔ بالجملہ اگر زید بیوقوف نے جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمداً کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاوے گی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم۔ پھر اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ میں توبہ کرے تو اسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ لوگوں آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش نہیں ہوتا پھر مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق میں موت کا غرغرہ لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے گرچہ اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر اس سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے قیامت کو قریب فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہی اور قتادہ و سدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہو۔ اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھبرانے لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سب کی سب قریب ہی مترجم کہتا ہی کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ لاکھ کروڑ اور دار ناپائدار دنیا کو بعید دیکھتا ہی حالانکہ اس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہی جب دم تک اسکو موت کا گھبرانا لگے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبد اللہ بن عمرؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی وکذا فی روایۃ ابی داؤد الطیالسیؒ اور مانند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی وقد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ وعن بشیر بن کعب مرسلاً وعن عبادہؓ بن الصامت مرفوعاً۔ اور حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی قسم ہی کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے بدنوں میں ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہی کہ برابر میں انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے۔ رواہ احمد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہی کہ جب ایسے بندے نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہی تو اسکی توبہ قبول ہی اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں اٹکی و رسانس گھٹنے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں ہی واسطے اللہ عزوجل نے فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن۔ یعنی نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انہیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اسدم توبہ کرتا ہوں۔ یہ ویسا ہی جیسا حق عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول نہوگی۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا بخلقہ۔ دانا ہی اپنے مخلوق کا۔ حَكِيْمًا۔ فی صنعہ یعنی حکیم ہی اپنی صنعت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب غرغرہ لگا تو ایمان کی توبہ قبول نہیں ہی اور گناہ کی توبہ قبول ہی اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری و مقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد میں ہی۔ ف۔ عرائس البیان میں ہی کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ میں علیٰ بمعنے من ہی ای انما التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں لوگوں کے لیے ہی جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں۔ اور اہل تصوف کے نزدیک یہیں اشارہ یہ ہی کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑگیا اس کو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہی اور کسی بشر کی قدرت میں یہ بات خود نہیں ہی کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہی اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہی اور یہ محال ہی کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم پر ہو جاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی لغت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہی کیونکہ وہی ہادی اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جسکا قدم اسکی طبعی خواہش میں پھسل گیا ہی کہ وہ خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہیں کرسکتا اسکا چھٹکارا اسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہی جسنے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہی اور یہ گنہگار وہ بندے ہیں جو بدوں اختیار کے بشریت کی خواہشوں کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ یعنی اوتعالیٰ نے جو تمھارا پروردگار ہی اپنے اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہی پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی نظر سے ہی جسکے حق ہی سبقت رحمتی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہی۔ اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عزوجل کی سنت سابقہ ہی کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اور راہ دیدی۔ اور خصوصیت توبہ رجوع کی ان لوگوں کے واسطے

جو بُرا کام جہالت مین کر گذرین - یہ اخبار اور آگاہی ہی اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت ابتداے مریدی و طلب کی حالت مین اپنے حظ نفس مین تھوڑا اگرفتار ہو گئے تاکہ انکے دلون مین ندامت و غبار و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی گردنین بلند نکرین بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام انحاد تک پہونچ گئے ہین کیونکہ گردن اٹھانے مین دیدار ازلی مشاہدہ ابد سے گر جاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خلق قدیم سے آراستہ ہوئے ہین پھر برائی کی نسبت جو ان بندون کی طرف فرمائی اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہی کہ مکر قدم سے بیخوف ہین اور عزت باری عزوجل کو کم پہچانتے گویا نہین پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہی تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گناہگارون کے گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حادث کی طاعت کار آمد نہین ہی پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ تھے اس سے شرمائے اور یہی فرمایا - ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے علم قدیم سے حکیما - انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطا مین - اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سے لیتے پاک پروردگار کی جناب مین تقریب ڈھونڈھتے ہین اپنی جہالت سے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہو مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے - اور شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہی اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہی چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ -

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین برائیان یہان تک کہ جب آگئی ان مین کسی کی موت

قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

تو بولا کہ مین نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ ہمنے تیار کیا ہی انکے لیے دکھ دینے والا عذاب

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ - الذنوب - جمع ذنب بفتح اول و سکون ثانی بمعنے گناہ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی پاس موت حاضر ہوئی ف و اخذ فی النزع - اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کر لیا - قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ - کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا - اور کلام مفسر مشعر ہی کہ یہ بیان مسلمانون کا بھی حال ہی جیسا کہ ثوری سے مروی ہی اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشیر ہی اور بیضاوی نے کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہ حالت الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہی پس یہ اضطراری حالت ہی اختیاری نہین ہی اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت ہوتا ہی کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا یعنی پھر کہ نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جبکہ دیکھ لیا انھون نے ہمارے باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا جبکہ ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہی جو مقبول نہین اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہی کہ یاس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہی اگرچہ ایمان مقبول نہین ہی چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہی لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہی اور یہی صحیح ہی جو جامع مضمرات مین ہی اور یہی

احادیث صحیحہ مین وارد ہو انتہی اور آیہ مین خلاف نہین کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہی کہ یہ آیت منافقون کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیرؓ کا ہی اور ابن عباسؓ سے مروی ہوا کہ مشرک مراد ہین لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکون کے لیے منصوص ہی بقولہ تعالیٰ۔ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ۔ اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لاتقبل منہم۔ یعنی اور نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو مرتے ہین درحالیکہ وہ کافر ہین ف یعنی جبکہ آخرت مین عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی۔ کیونکہ ہم لوگ جتنے بندے ہین سب مامور ہین کہ غیب پر ایمان لاوین اور جب معاینہ کرلیا تو ایمان کہان رہا وہ تو مشاہدہ ہوگیا۔ سراج مین ہی کہ اللہ سبحانہ نے ان لوگون کو جو دنیا کی سے اپنی توبہ کرنے مین اسراف کرتے ہین موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگون کو جو کافر مرتے ہین اس بات مین برابر کردیا کہ دونون کی توبہ نہین ہی اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والون کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے ہی جسنے موت آجانے تک توبہ نکرنے مین بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونون مین وقت اختیاری سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار۔ مین کہا کہ یہ اہل شرک کے حق مین نازل ہوا ہی۔ اور حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال مین کہ مشرک ہو رواہ احمد۔ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا۔ اعددنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ مولما۔ ایسے ہی لوگ ہین کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنی سخت دکھ دینے والا۔ سراج مین ہی کہ بعض نے کہا کہ عتدنا درا صل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا۔ اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا

اے ایمان والو حلال نہین تمکو میراث مین لے لو عورتون کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کررکھو کہ لے لو انسے کچھ

بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کرین بے حیائی کھلی ہوئی اور گزران کرو عورتون سے دستور معقول سے

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ○

پھر اگر تم کو وہ بھاوین نہین تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے حالانکہ اللہ اسمین بہت خوبی کردیگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا۔ اے ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم عورتون کے وارث بنو زبردستی ف یعنے عورتون کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ہی مکرہین علی ذلک۔ یعنے کرہ بالفتح اکثرون کی قرأت ہی اور بالضم حمزہ وکسائی کی قرأت ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہین یعنی زبردستی کرنے والے عورتون پر وراثت مین نہو اسطرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ۔ اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء اقربائہم فان شاؤا تزوجوہا بلا صداق اوزوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک۔ زمانہ جاہلیت مین اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے دارون کی عورتون کے وارث ہوجاتے یعنے میراث مین لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کرلیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر خود لے لیتے یا اسکو روک کر بند کررکھتے یہانتک کہ تنگ ہوکر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاتی یا مرجاتی تو اسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے ممانعت ہے چنانچہ تلخیص کے ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہوں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگون کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیا یعنی وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہین سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے پس میت کے اولیا اس عورت کے حقدار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری وابن مردویہ و ابوداود والنسائی و ابن ابی حاتم۔ اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے روک رکھتا یہانتک کہ مر جاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی۔ رواہ ابوداود۔ اور مقسمؒ عن ابن عباس مین ہے کہ قرابت والون مین سے جو میت کی جورو پر کپڑا ڈالدیتا وہی اسکا احق ہو جاتا۔ اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مین ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا دیور کپڑا ڈالدیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا۔ اور عوفی عن ابن عباس مین ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلون یعنی اسلام سے پہلے شرکون کا یہ دستور تھا۔ اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنی مکہ و نواح والون کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو سے بری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کر کے وہ جان چھوڑاتی پس اللہ تعالے نے مومنون کو اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ابی حاتم اور ابوامامہ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابوقیس بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت مین انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا۔ رواہ ابن جریر وابن مردویہ۔ اور عطاؒ نے کہا کہ جاہلیت مین جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ ابن جریر۔ عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق مین اتری کہ ابوقیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری رواہ ابن جریر۔ اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آ کر کپڑا ڈالدیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ سکتا اور اگر کپڑا نہین ڈالنے پایا اور عورت بھاگ کر اپنے لوگون مین پہونچگئی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش مین ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدین امید کہ مر جاوے تو میراث لون یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دون رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی و عطاء بن ابی رباح و ابومجلز و ضحاک و زہری و عطاء خراسانی و مقاتل سے مانند اسکے مروی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین کہتا ہون کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال و آثار مین مذکور ہوا اور جو فعل اسی نوع کا ہے سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور رند اکے اسوقت کے موجود لوگون کو تھا اور بعد اسکے قیامت تک کے لوگون کو شامل ہے۔ بالجملہ ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام ذکر ہونا آگے آویگا۔ وَلَا۔ ان۔ تَعْضُلُوهُنَّ۔ اے ممنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم بامساکھن ولا رغبۃ لکم فیھن ضرارا۔ اور نہین جائز ہے کہ تم ان کو بند کر کے تنگ کر رکھو عورتون کو ف یعنی منع کرو اپنی جورون کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کر لیتی اس طرح کہ انکو روک رکھو نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہین ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ۔ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ۔ من المہر۔ تاکہ لے جاؤ کچھ اس مین سے جو تمنے انکو دیا ہے ف یعنی مہر مین سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتین کچھ دیا کرتی تھین۔ مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آثار اور مختار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت ہر دو کو

اپنی جورؤون کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو یا باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہے جس سے ممانعت ہے
اور بنابرین ببعض ما آتیتموہن- جورؤون کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لے لو۔
مفسر رح نے اسکو ازواج یعنی شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا- حالانکہ مفسر رح نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا اسی سبب
سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب نزار دو مخصوصون کو بدون تکرار ندا کے روا نہین ہے چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونون کو ایک نزار مین
الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہین گے قم یا زید واقعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین- اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب
بھی وارثون کو ہے اے تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہے کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرون
کو ہے شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لا تعضلوہن یعنی مقہور مت کرو انکو تاکہ جو دیا ہے اسمین سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہے کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرا لے اور یہی قول قتادہ و ضحاک و بہتون کا ہے اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبد الرزاق
نے ابن البیلمانی رح سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہے اور دوسرے دربارہ اسلام ہے ابن المبارک رح نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارہ جاہلیت ہے اور قولہ لا تعضلوہن دربارہ اسلام ہے تحقیق یہ ہے کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہین
کہ اے اہل ایمان تم کو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز اے اہل اسلام تمکو حلال نہین
کہ اپنی جورؤون کو روکو باوجودیکہ تم کو انسے رغبت نہین ہے اور ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہے یعنی اے
اہل اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جورؤون کو عضل کرو جیسے اہل تہامہ منکر کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ عضل سے
متعلق ہے استثناء بالعبد یعنی قولہ- اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - بفتح الیاء و کسرہا ہو مبینة اور مبینة - یعنی ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یاء مبینة پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یاء مبینة پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود بینہ ہے اگر کھلی ہوئی ہے پس یہ مین سے ہے جو بمعنے
بین لازمی ہے اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینة حال صاحبہا- اے ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکا حال کھولنے والی ہے اور مراد اس سے
یہ ہے جو مفسر رح نے ذکر کی اے زنا او نشوز فالکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و تختلعن- یعنے کہ مطیعین زنا یا سرکشی تو اب البتہ تمکو روا ہے کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تاکہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑاوین اور خلع کرا دین- پھر کہا گیا کہ استثنا متصل ہے اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنے استثناء
از زمانہ عام یا از علت عامہ ہے یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ و لا تعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت ان یاتین بفاحشة
مبینة یعنی جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لا تعضلوہن لعلة الا ان یاتین بفاحشة یعنی کسی علت
سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رح نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثنا منقطع ہے پھر جاننا چاہیے کہ مفسر کی
یہ مراد نہین کہ زنا یا النشوز کوئی بات کرین [illegible] عضل کا اختیار ہے بلکہ اشارہ ہے اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہے- اور ایک روایت مین
ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہے کما ذکرہ ابن کثیر- اور شاید مفسر رح نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ
مبینہ یہان زنا و نشوز و عصیان و بدزبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہے- شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جید ہے واللہ اعلم اور یہ مانند اسکے
ہے جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ الآیۃ- اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مراد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کر دیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد و شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سیاق امر جاہلیت کے بیان میں ہے ولیکن مومنون کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور عورتون سے معروف برتاؤ کرو ف ای بالاجمال فی القول والنفقۃ والمبیت یعنے عورتون سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بر وجہ جمیل کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال وافعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیأت کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو وقد قال تعالے ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم مین سے وہ ہین جو اپنی گھر والیون کے لیے بہتر ہون اور مین تم سب کی نسبت اپنی گھر والیون کے حق مین بہتر ہون۔ رواہ فی الصحیح۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے لقولہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیبیون کے ساتھ کہانی وغیرہ کہنے و دیگر مؤانسات مین پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ مین مروی ہین اور صحیحین وغیرہ مین حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام تعلق ہین جو باب القسم ترجمۂ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح ہو کہ طلاق ونفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ - فاصبروا۔ یعنے پھر اگر تم ان عورتون کو مکروہ جانو کہ تمھارے نفس قبول نہ کرین ف تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا - پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمین خیر کثیر دیوے ف ولعلہ یجعل فیہن ذالک بان یرزقکم منہن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھین مین یہ خیر کثیر دیوے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسرؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ فعسی الخ علت ہے جزا محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزا حذف کرکے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ بیان کمال بلاغت ہے کہ بر تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنا دی تاکہ سمجھ لین اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ ہو جاوین اور نصیحت سود مند ہو فافہم ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی وعاشروہن بالمعروف۔ یعنے تم لوگ عورتون کی مؤانست مین ربط معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہین بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال لاہیت مین مخصوص تمکین ومقامات ہو جاؤ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو مؤانست عورتون کی مفید نہین ہے اور جب مقام تمکین و مقامات مین ثابت قدم ہو جاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ مؤانست زنان لائق نہین مگر اسکو جو جناب باری تعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے مین کمال انس ہے اور مشاہدہ جمال سے کامل فرحت ہے اس اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گئین تمھاری دنیا مین سے مجھے تین چیزین خوشبو و عورتین اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذوالنون ؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے سے انس حاصل کیا وہ ہر شئی ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے انوس ہو جاتا ہے قال المترجم بعض اہل اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتون سے بروجہ حلال و جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس تو ہمیشہ نو بیبیان عورتین تھین اور حدیث مین مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان مین اندر تشریف لے گئے اور جب باہر آئے تو آپکے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آراستہ کرتا چلتا ہے سو جسب تم مین سے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرلے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیون کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے وفکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہی۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یون نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح وشئ ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہی بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق بروح ہی مانوس ہوتا ہی اور تمام کلام مین نے اول پارہ بقرہ مین ذکر کیا ہی ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار و ہوشیار نہین رہتے انکو قوت حیوانی وشہوانی کے غلبہ کی انس مین اور روحانی انس مین فرق نہین معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہوجاتے ہین نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویان باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھین بلکہ باطن مین پاک تھین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت مین ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور نیز عاشروھن باین غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروھن۔ ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہون اس بات مین جو تمہاری اُنسے مراد ہی کیونکہ معروف نہین واقع ہوتا مگر جبکہ دونون جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروھن بالمعروف ای پہچنوا و انکو اللہ تعالیٰ کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی مین ثابت قدم ہون اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنی انکو سنتین اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتون سے یا اورون سے وہ ہی کہ انجام کار مین تجھے دنیا یا آخرت مین اس سے ندامت حاصل نہو۔ اور ابو حفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یون ہی کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز مین جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل و بری معلوم ہو۔ یعنی دین مین اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا پھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گران ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ فعسیٰ ان تکرہوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ ہر حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہی وہ اسی بنا پر ہی کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہی اور نفس کا یہ حال ہی کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہی مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت و ریاضت اُٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل نور دمشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہین قال تعالیٰ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور اندھیرے مین مشقت و ریاضتین اُٹھانے سے عارفون کے دلون پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہین۔ یہان خیر کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہی اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندون سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرلے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہین جانتا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا

اور اگر چاہو تم بدل لینا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو

تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ط أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ○ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ

مت واپس لو اس مین سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لوگے

وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ○

اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتین لے چکین تم سے عہد گاڑھا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ - اور اگر تم نے قصد کیا - **اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ** - بدلنے ایک زوج کا بجاے ایک زوج کے ای اخذ بدلہا بان طلقتموہا - یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے بایں طور کہ موجودہ کو طلاق دیدے - پس مراد زوج سے یہان جورو ہی اور زبان عرب مین یہ لفظ جو معنے جوڑا ہی جورو و مرد دونون پر بولا جاتا ہی اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کرو اور بجاے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہی اس مین سے کچھ مت لو - اور عورت کو جو دیا ہی اسمین سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے بقصد ضرر رسانی مطلقاً حرام ہی خواہ بجاے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو ولیکن یہان بیان واقع کے طور پر ہی چنانچہ معالم وغیرہ مین فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ مجبور ہو کر جو مہر لیا تھا واپس کر کے اس سے اپنی جان چھوڑاوے تو اس سے منع فرمایا - کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کرین - **وَّ** قد **اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ** - ای الزوجات - اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات مین سے کیسکو - پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہی اور ہن ضمیر جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہی - اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما اٰتیتم مین ہی پس یہ وارد نہین ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہی اگرچہ اس کو مہر مسمی نہ دیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو - اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے واجب و لازم ہوا ہی اسمین سے کچھ مت لو - **قِنْطَارًا** - مالاً کثیراً صداقاً - یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہی جو صداق دیا ہی اور کہا گیا کہ صداق جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہی - **فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا** - تو مت لو اس مال کثیر مین سے کچھ بھی الحاصل جسکو جدا کرنے کی نیت ہی اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہی تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہین بلکہ تمنے خود چاہا کہ بجاے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہین ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہی اور یہان سے ظاہر ہوا کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما اٰتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ - وہم ہی بلکہ دونون آیتین محکم ہین حضرت ابن عباس نے تفسیر مین کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور دوسری کو نکاح مین لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ دیا ہی ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو مترجم کہتا ہی کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران مین فی تفسیر قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیہ - گذر چکے ہین **شیخ ابن کثیر** وغیرہ نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ مال کثیر عورت کے مہر مین دینا و مقرر کرنا روا ہی کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہین اور ابن المنذر کی روایت مخالفت حضرت عمرؓ مین مذکور ہی کہ عبیداللہ بن عمرؓ کی قراءۃ مین قنطارا من ذہب - تھا یعنے سونے کا ڈھیر - اور حضرت عمرؓ نے جو عورتون کے مہر مین زیادتی کرنے سے مخالفت فرمائی تو اس سے رجوع کیا ہی چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای لوگو تم کیون عورتون کے مہر مین زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو کے مہر مین چار سو درم پر بڑھایا ہی پھر اتر آئے پس قریش کی عورتون مین سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ ای امیر المؤمنین تمنے لوگون کو منع کر دیا کہ چار سو درم سے عورتون کا مہر نہ بڑھاوین آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہین سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید مین فرمایا کہ و اٰتیتم احدٰہن قنطارا - پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ ای اللہ تعالی مین مغفرت چاہتا ہون - سبھی آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہین (یعنے مجھ سے) پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ ای لوگو مین نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتون کے مہر مین چار سو درم سے زیادہ نکرو پس مین کہتا ہون

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جس کا جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر مفسرؒ نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار و ابن المنذر والامام احمد و اصحاب السنن یعنی چار ون نے وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو۔ اَتَأْخُذُونَهٗ بُهْتَانًا۔ ظلما۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور پر بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر باندھا جاوے اسکو مبہوت کر دے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے لوگے بطور ظلم کے۔ وَاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ بینا۔ اور بطور کھلے گناہ کے مبین از ابان بمعنے بان ہی کیونکہ بین بمعنے متبین لازمی ہی فافہم اور اصل مین بہتانا و اثما۔ کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین و اثمین۔ یعنی کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے۔ اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے۔ وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ ای بای وجہ۔ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے۔ اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال یہ ہی۔ وَقَدْ اَفْضٰى۔ وصل۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ بالجماع المقرر للمہر۔ کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے ف بایں طور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی۔ ہروی و کلبی وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہو جاوے خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہو جاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضاء کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسرؒ نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کر دیا وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا۔ عہدا۔ غَلِيْظًا۔ شدیدا۔ اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لیا ہی ف وہو ما امر اللہ بہ من امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان۔ اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور ان کے اپنون کے یہان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابو العالیہ و حسن و قتادہ و ضحاک و سدی و یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہی اور ربیع بن انسؓ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم اخذتموہن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کر لینے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پر تمنے انکی فروج کو حلال کر لیا ہی۔ ھ۔ اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کر دیا کہ ان کا کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ
اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا بیہیائی ہی اور
مَقْتًا ۭ وَسَاءَ سَبِيلًا ؏
کام غضب کا اور بری راہ ہی

وَلَا تَنْكِحُوا مَا ۔ بمعنی من ۔ نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ ۔ اور مت نکاح مین لائیو ایسی عورت کو عورتون سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہی تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہی جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہی اور معنی یہ ہین کہ ۔ لا تنکحوا التی نکح آباؤکم ۔ اور آبا ء عام ہی خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ہمین باپ کا باپ سگا دادا و پردادا چاہیے جتنا اونچا ہو سب شامل ہین ۔ غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو ۔ اِلَّا ۔ لکن ۔ مَا قَدْ سَلَفَ مین فعلکم فانہ معفو عنہ ۔ لیکن جو گذرا تمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہی ۔ یہ استثنا منقطع ہی بمعنے لکن ۔ اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا اسکا تم پر مواخذہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین مقرر رہا اور بیضاوی مین ہی کہ نہی کے معنے لازم سے استثنا ہی گویا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباؤکم اِلا ما قد سلف ۔ یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہو گے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہ ہو گے طاعصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہی جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ منکوحۂ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہی خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہی کسی کے خلاف نہین ہی اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہی کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی مان سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجھکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہی لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس اسنے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ ابن آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالی حکم کرے پس نازل ہوا قولہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ اور عکرمہ سے مروی ہی کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہی کہ انھون نے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلی رح نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانۂ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا ۔ وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ۔ اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلی ہین ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہون سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے ۔ اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رض روایت ہی کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالے نے حرام فرمایا سواے دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ۔ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ ۔ رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ سہیلی رح نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمین کوئی صحیح روایت نہین ہی ۔ الحاصل معنے یہ ہین کہ جو کچھ زمانۂ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہی اور آیندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ۔ إِنَّهُ ۔ ای نکاحہن یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکورۂ بالا سے مفہوم ہی ۔ كَانَ فَاحِشَةً ۔ قبیح یہان فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہی ۔ وَمَقْتًا ۔ سببا للمقت من اللہ و ہو اشد البغض ۔ مقت سے مراد سبب مقت ہی یعنی اللہ تعالے کی طرف سے

مقت کا باعث ہو اور مقت بمعنے اشد بغض ہو (المعنے) ایسا نکاح کرنا بہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہو۔ اور
بیضاوی مین ہو کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالی کے نزدیک سخت قبیح ہو کہ بندون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور
مبغوض ہو اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہو جو اسکے باپ نے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین
اور قاموس مین ہو کہ نکاح المقت یہ ہو کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہو۔ **وَسَآءَ** مین
سَبِيْلًا۔ طریقا ذلک۔ اور بدراہ ہو۔ بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین
سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشۃ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہو اور قولہ مقتا۔ بیان قبیح شرعی ہو اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہو
پس جسمین یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہو اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین اپنے ماموں (ابو بردہ بن نیار)
سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہو ایک
خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہو کہ اسکی گردن مار دون اور اسکا مال ضبط
کر لون رواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد والحاکم والبیہقی۔ اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہو کہ میرے چچا حارث بن
عمیر میری طرف ہو کر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے
حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہو جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہو کہ اسکی گردن مار دون **شیخ ابن کثیر**
نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہو گیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال داخل بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا
کہ علما نے اجماع کیا ہو کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہو کر یا بشبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہو جاتی ہو۔ اور اگر باپ نے
ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سواے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا مساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا
دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہو یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہو اور امام احمد سے روایت ہو کہ وہ اس سے بھی حرام ہو جاتی
مترجم کہتا ہو یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہو کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہو انکے پائے جانے سے حرام ہو جائیگی اور ان چیزونکو ترجمہ عالمگیریہ
جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہو جائیگی بخلاف قول شافعی رح کے بنا برین کہ زنا سے
حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہو اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتونکو بتلا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہو بقولہ تعالے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ

اور تمھاری دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جورون کی مائین

وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ

اور تمھاری جورون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جورون سے تم نے دخول کر لیا ہو پھر اگر

تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جوروؤں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمھاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے وہ عورتیں بیان کر دیں جو حرام ہیں پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائیں اور دودھ کی وجہ سے دو۔ اور صہر کے رشتہ سے چار حرام فرمائیں پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہیں مائیں۔ اور بیٹیاں۔ اور بہنیں۔ اور پھوپھیاں اور خالائیں۔ اور بھائی کی بیٹیاں۔ اور بہن کی بیٹیاں۔ اور دودھ کی وجہ سے یہ ہیں رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں اور صہر کے (دامادی کا رشتہ) رشتہ یہ ہیں۔ جوروؤں کی مائیں۔ اور جن جوروؤں سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیاں۔ اور اپنی پشت کے بیٹوں کی جوروئیں اور ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا۔ یہ سب تیرہ عورتیں ہیں اور چودھویں وہ عورتیں جو باپ کی منکوحہ ہوں جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئیں ایک تو اپنی جورو و اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دوم اپنی جورو و اسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ ہوئیں اور سترھویں ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح میں ہو۔ امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہیں انمیں سے کسی کا نکاح میں لانا نہیں جائز ہے اور اسپر اجماع ہے سوا اپنی غیر مدخولہ کی ماں کے کہ اسمیں جمہور کا تو یہی قول ہے کہ اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے ولیکن روایت خلاف کے ثبوت میں تامل ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات میں اقسام ہیں بعض تو دائمی حرام نہیں یعنے بعض احوال میں جائز ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو غیر کے نکاح میں ہیں پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح میں ہوں دائمی حرام ہیں اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہے یا مثلاً شوہر مر جاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہو جس سے کبھی نکاح نہیں روا ہے اور نیز دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے میں ہے اور بعض دائمی حرام ہیں کسی حال میں حلال نہیں ہوتی ہیں جیسے ماں و بہنیں وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہے قتل کیا جاوے۔ اور حدیث میں اس امت کے بگڑنے و بددین ہونے کے بیان میں ہے کہ یہ امت بھی اگلی امتوں کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جسنے انمیں سے اپنی ماں سے علانیہ حرام کیا اسمیں بھی ایسا ہوگا جو اپنی ماں سے علانیہ حرام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والوں کے ایسی حرکتوں سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہے قال تعالے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ان تنکحوہن وشملت الجدات من قبل الاب والام۔ حرام کی گئیں تمپر تمھاری مائیں ف یعنی حرام ہے کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہے جدات کو خواہ از جانب پدر ہوں یا از جانب مادر ہوں یعنے دادیاں و نانیاں بھی اون میں شامل ہیں پھر ظاہر ہے کہ ماؤں کی ذات پر حرام نہیں اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگذاری مثلاً انکی حرام نہیں ہے پس یہاں انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہے کہ انسے نکاح حرام ہے جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہے پس ہر تحریم میں اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

حرمت متعلق ہوا اور امہات جمع اُم ہی جو دراصل امہۃ تھا - اور جوہری نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جو تجھے جنی سو وہ
تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی - اور چاہیے
یوں کہو کہ اُم ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا ناتا منتہی ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمین خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت
نہین ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ مین ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے - وَبَنَاتُكُمْ
اور تم پر حرام کی گئین تمھاری بیٹیاں ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن - بنات مین اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں
کہتے ہین اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتنیاں کہتے ہین شامل ہین - پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے
درجہ کی جو جڑ ہین حرام ہین اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخین ہین سب حرام ہین اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ
سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤں مین داخل
ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان مین مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہین تو وہ حرام نہین کیونکہ وہ نہ جڑ کی
سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیوں و نتنیوں کو تنہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات مین ہی اور سراج مین ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مونث کہ تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے
پیدا ہی اس سے پیدا ہوا اور چاہیے یوں کہو کہ ہر مونث جسکا نسب تجھ پر منتہی ہو وہ تیری دختر ہی - پھر سراج مین کہا کہ جو عورت کسی مرد سے
زنا سے پیدا ہوئی (یعنی حرام کا یا لڑکی ہوا) وہ بنت مین شامل نہین پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے - یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
حرام ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی
پس بنات مین شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی سے اسکی اباحت مین کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ
وہ شرعی دختر نہین ہی پس جیسے میراث مین وہ قولہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم - مین داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہین ہوتی ہی ایسے ہی یہاں
داخل نہوگی واللہ اعلم - اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر نہوا تو اپنی ماں سے نکاح کرسکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہین اسوجہ سے کہ
ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی - اور صحیح اسمین قول جمہور ہی اور شیخ محدث ابن کثیر رح کی تقریر بھی
اسی کو مشعر ہی اور حدیث مین ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالی ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی
وَأَخَوَاتُكُمْ - من جہۃ الاب او الام - اور حرام کی گئین تم پر تمھاری بہنین ف مفسر رح نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف
سے ہو - مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انمین سے کسی ایک طرف سے
جو بہن ہی وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجہ اولے حرام ہی لہذا مفسر رح نے اسکو ذکر ہی نہین
کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہاں باقی دونوں مین وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی
بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رح نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہین - اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیرے ماں
و باپ یا انمین کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی - وَعَمَّاتُكُمْ - اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیاں ف ای اخوات آبائکم واجدادکم
یعنے تم مین سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اوپر درجہ کی بہن ہو تم پر حرام ہی - اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیرے باپ
یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونوں مین یا ایک مین شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری پھوپھی ہے علیٰ ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہے۔ وَخٰلٰتُكُمْ۔ اور تم پر حرام کی گئیں تمہاری خالائیں ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم۔ یعنے تم میں سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تم پر حرام ہے اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی ہے اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہے جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہے سو یہ بھی حرام اور پھوپھی و خالہ میں شامل ہیں۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ۔ یعنے بھائی کی بیٹیاں خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیاں حرام ہیں اور یہی حال ہے وَبَنٰتُ الْاُخْتِ۔ اور بہن کی بیٹیوں میں چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات اولادہم۔ اور بھائی بہن کی اولاد کی بیٹیاں بھی اسی میں شامل ہیں یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیاں ہیں یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیاں بھی حرام ہیں پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہے ہر اس مؤنث کو جس کا نسب بیچ یہ اشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف منتہی ہووے یہاں تک تو ان عورتوں کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہیں اب انکا بیان شروع ہوتا ہے جو رضاعت سے دائمی حرام ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ۔ اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنھوں نے تمکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھ پر تیری وہ ماں حرام ہے جسنے تجھے جنا اسی طرح تجھ پر تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہے جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہے اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہے۔ اور ایک روایت صحیح مسلم میں ہے کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہے جو نسب سے حرام ہے اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہے تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث۔ یعنے دودھ پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت میں مذکور ہے بیان کر دیا ہے یعنے آیت میں تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہیں کہ کس سن میں پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہوں مترجم کہتا ہے کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ لیے سا بجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی اسمیں بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہے اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمیں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہوں کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہیں کرتا۔ رواہ مسلم اور ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصّہ و دو مصّہ حرام نہیں کرتا اور ایک روایت میں املاجہ و دو املاجہ کا لفظ ہے رواہ مسلم پس جب دو سے زائد ہوئے یعنے تین ہو جاوے خواہ بچہ مص کرے یا خود رضعہ و املاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے یہی مذہب امام احمد بن حنبل

منتہیٰ میں جھاتی دینا یا منہ میں دینا املاجہ ۱۲

و اسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہے اور بعض کے نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسمیں دس رضعات معلومات تھے کہ انسے حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن میں سے پڑھی جاتی تھی۔ (رواہ مسلم)۔ اور سالم مولی حذیفہ کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا۔ کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہے قال المترجم پوشیدہ نہیں کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہے پس حجت نہیں ہو سکتا اور حدیث نسخ میں تاویل ضرور ہے کیونکہ تلاوت باقی نہیں باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہے کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوئے و اس سے کم نہیں کہ حدیث محتمل و ماول ہے حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا مذہب

نہین کہ قرآن مین سے کچھ کم ہے یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہین کہا بلکہ روافض مین سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہین کہ احکام ارشاد قرآن مین سے کچھ کم ہے تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہین ہو سکتا کیونکہ وہ قطعًا متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے پس واضح ہے صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہے علاوہ برین بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض ہو کر دونون ساقط ہو نگے خصوص جبکہ دونون روایتین اور دونون مذہب حضرت عائشہ رض سے روایت ہوتے ہین اور نیز حدیث عدم حرمت رضعہ و رضعتان محمول ہے اس صورت پر کہ فقط منہ مین لیا اور دودھ کچھ پیٹ مین نہین گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت مین املاج فقط اسیقدر ہے پس جب یہ حالت ہے تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہین ہو سکتا بدین طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہے اسمین آحاد روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ مین دودھ دیا بہرحال حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی کیونکہ آیت عام ہے پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی و مالک و انکے اصحاب کا ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و عروہ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالی کا ہے اور پوشیدہ نہین کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہے اگر فرض کرین کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہین پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہے مستند رہی اور پانچ رضعات مین دوگونہ اشتباہ ہے کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہے پس یہان اختیار مطلق واجب ہے اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ مین بیان کیا ہے۔ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ ۔ ویلحق بذلک بالسنة البنات منها وهن من ارضعتهن موطوءته والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت منها لحديث يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب رواه البخاري ومسلم یعنے اور حرام ہین تمپر تمھاری وہ بہنین جو رضاعت کے سبب سے ہون ف مفسر رح نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے لاحق ہین۔ بیٹیان رضاعی اور رضاعی بیٹیان وہ ہوتی ہین جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہے اور اسپر حرام ہے اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق ہین رضاعی پھوپھیان اور خالائین اور رضاعی بھائی کی بیٹیان اور رضاعی بہن کی بیٹیان موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان مین گزرین بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہین رضاعت سے وہ عورتین جو حرام ہوتی ہین نسب سے (رواہ البخاری و مسلم) شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعضے فقہائے نے فرمایا کہ کل وہ عورتین جو نسب سے حرام ہوتی ہین وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہین سوائے چار صورتون کے اور بعض نے چھ صورتون کو استثنا کیا پھر ابن کثیر رح نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسمین سے کچھ بھی مستثنی نہین ہے کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب مین پایا جاتا ہے اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہے نسب سے نہین پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثنا وارد نہین ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہے پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہین بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہے وہ بھی رضیع لڑکا یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہے اور یہی جمہور علما و چارون اماموں کا مذہب ہے۔ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ ۔ یعنی اور حرام ہوئین تمپر تمھاری جورؤن کی مائین۔ اسمین کوئی قید نہین کہ تمنے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہے کہ جب تم نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکی مان و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہو گئین خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دیدے۔ تب بھی اس کی مان وغیرہ اوپر جڑھے سے نکاح نہین کر سکتا ہے اور یہ گویا اجماعی ہے و متعرف ۔ وَرَبَآئِبُكُمُ ۔ جمع ربیبہ وہی

[۱]

بنت الزوج - الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ - ذکرہا صفۃ موافقۃ للغالب فلا مفہوم لہا - مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
ای جامعتموہن - فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فی نکاح بناتہن اذا فارقتموہن یعنی اور
حرام ہوئین تمپر تمھاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو پھر ان
ربائب کی صفت بیان کی ہی کہ وہ ربائب جو تمھارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہی یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش
کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی
لڑکی کہین اور ہو تو زید پر یہ حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہی حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسرؒ نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور
ہوئی ہی حرمت کی قید نہین ہی یعنی یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ
اپنی مان کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگی جبکہ
اسکی مان مدخولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہو گئی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کن جوروؤن کی ہون تو فرمایا - من نسائکم اللاتی دخلتم بہن - تمھاری ان جوروؤن کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی - اور مفسرؒ نے دخول
کے معنے یہ بیان کیے کہ انسے تم نے جماع کیا ہو - مگر جاننا چاہیے کہ علما نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذرؒ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے - نکحتموہن سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اوروں نے کہا اور شاید یہ معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم
بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہ بھی شوہر ہی خواہ زنا ہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے - اور
امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند
سے ہو حرام ہو جائیگی پھر کبھی اس سے نکاح نہین کر سکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کر دیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی پس اسکو
خفاجیؒ نے دفع کر دیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیۃ قطعاً مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ قوی یہی کہ
جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہو گئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی
دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کر لیا تو ربیبہ حرام ہو جاتی ہی
خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر ان سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - یعنی پھر اگر تمنے
ان جوروؤن سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین - مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جوروؤن کی دختروں سے یعنی ربائب سے نکاح کر لو بشرطیکہ ان جوروؤن
کو پہلے بالکل جدا کر دو یعنے تم سے انسے جدائی ہو جاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مر جاوین پس - فلا جناح علیکم ای فلا جناح علیکم فی
ان تتزوجوا بناتہن لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولی ہی اگرچہ گناہ نہین - قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ
بھی آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی مان کے اسکے ساتھ نکاح کر سکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے
بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ
سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور مجہول سے مراد یہ کہ اپنی مان کے ساتھ مان کے شوہر

کی حمایت میں پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہیں پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم بیان غالب حالت کا ہی یہ کوئی قید نہیں
ہی اور فائدہ اسکا تقویت وتکمیل علت حرمت ہی کما ذکرہ البیضاوی اور اسپر جمہور کا اتفاق ہی اگرچہ داؤد ظاہری وابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہی اور یہ خلاف دلائل ہی اور صحیحین میں ہی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویوں میں سے ہیں کہا کہ یا
رسول اللہ آپ غرہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کرلیں تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہی۔ کہا کہ ہاں میں مانع نہیں ہوں یہ چاہتی ہوں کہ
بھلائی میں اگر میرے شریک ہو اور ہونگی تو اس سے بہتر یہی ہی کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہیں ہی۔ عرض کیا کہ ہم آپسے
عرض کریں آپ چاہتے ہیں کہ ابو سلمہ کی دختر سے نکاح کریں آپ نے فرمایا کہ کون ابو سلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابو سلمہ سے ہی۔ کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر میں نہوتی تو بھی مجھے حلال نہیں تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہی ثویبہ نے مجھے اور ابو سلمہ کو دودھ پلایا ہی سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیاں وبہنیں مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری میں ہی کہ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا احتیاط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ وجمہور سلف وخلف کا ہی اور ابن کثیرؒ نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ شیخ امام تقی الدین حرانی پر میں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھوں نے مشکل قرار دیا۔ اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونوں سے وطی کر سکتا ہی یا نہیں۔ تو ابن المنذر نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ میں
پسند نہیں کرتا ہوں اور ایسا ہی سعیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونوں کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شیخ ابو عمرو بن عبد البر نے فرمایا کہ علماء میں کچھ اختلاف نہیں کہ کسی مرد کو حلال نہیں کہ عورت واسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مالک نکاح میں حرام فرمایا ہی اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہی سوائے اسکے جو عمرؓ وابن عباس سے
مروی ہوا ولیکن ائمہ فتویٰ وانکے اتباع میں سے کوئی بھی اس قول پر نہیں ہی انتہی کلامہ پس خلاصہ تفسیر یہ ہی کہ قولہ وامہات نسائکم یعنی تمپر
تمھاری جورؤں کی مائیں حرام ہیں وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللتی دخلتم بہن۔ اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
میں یا تمھارے گھروں میں رہا کرتی ہیں تمھاری ان عورتوں سے جنسے تم نے دخول کیا ہی یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہی تمپر حرام ہیں خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو۔ چاہے تمھاری پرورش میں ہو یا کہیں اور
شہر میں ہو۔ قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ پھر اگر تم نے جورؤں سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہی نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرلے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مرجاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا۔ واضح ہو کہ جورؤں کی مائیں حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہیں بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں ونانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاوینگی خواہ جورو سے دخول کیا ہو یا نکرے
اور ربیبہ حرام ہونے میں قید ہی کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہی ورنہ نہیں۔ پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم یہ مخصوص
ربائب کے ساتھ ہی۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات وربائب دونوں کے ساتھ سمجھا ہی اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہیں ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر وابن المنذر وعبد الرزاق وغیرہ کے حضرت
علیؓ وزید بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر ومجاہد وابن جبیر وابن عباس سے مروی ہی اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمیں توقف کیا اور شافعیہ میں سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی ماں حلال نہیں اور بن

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مبہم ہے پس اسکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و مسروق و طاؤس و عکرمہ و عطاء و حسن و مکحول
و ابن سیرین و قتادہ و الزہری نحو ذلک **بیضاوی** نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہیں خواہ مذکر ہو یا مونث ہوا ور تا ر اسمیں تانیث
کی نہیں بلکہ اسمیت کی ہے اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہے اور جائز نہیں کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز نہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنوں پر محمول نہیں ہو سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ روایت اور نظم کلام دونوں سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہے شیخ
ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی مذہب چاروں اماموں ساتوں فقہاء اور جمہور فقہاء سلف و خلف کا ہے اور **قرطبی** نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اسکے خلاف مروی
ہوا وہ بروایت خلاس ہے اور اسکی روایت سے حجت نہیں ہو سکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہے اور **ابن کثیر** نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمیں قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ امہات
میں ابہام ہے کیونکہ انمیں انکی دختروں سے دخول ہونے کی قید مذکور نہیں ہے اور **ابن کثیر** نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا وغیر
مدخول بہا دونوں کو شامل ہے پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جائیگی۔ اور کشاف میں کہا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں
کی ماؤں کی تحریم مبہم ہے اور ربائب کی تحریم مبہم نہیں بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالی کے بالجملہ صحیح یہ ہے کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جاتی ہے اور
ماں سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہیں ہوتی جبتک دخول واقع ہو فافہم۔ **وَحَلَائِلُ**۔ ازواج۔ **أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ**
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم۔ یعنی اور حرام ہوئیں تمپر جوروئیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں۔ مفسر نے کہا یعنی برخلاف
ان بیٹوں کے جن کو تمنے متبنی کیا ہو کہ انکی تم کو روا ہے کہ ان کی جوروؤں سے نکاح کر لو۔ واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہے بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال ہے
بالبستر پر حلول کرتی ہے اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹوں پر حرام ہے لقولہ تعالی۔ لاتنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ اور جس سے
بیٹوں نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہے بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہ ہوا اور باپ شامل ہے اوپر کی اصل دادا اپردادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹوں کا لفظ بھی پوتوں پرپوتوں وغیرہ سب کو شامل ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہے
یا نہیں۔ اور ابن المنذر نے فرمایا کہ علماء امصار میں سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کر لی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہو گئی اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہ ہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہو گئی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ انھوں نے اسمیں اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہے اور چونکہ انھوں نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے میں اختلاف کیا ہے تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہے گی۔ اور کہا کہ جو ہمنے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہیں پہونچا پھر واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابناء واقع ہے اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہے یعنے وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہوں خواہ
پہلی پشت سے ہوں یا دوسری پشت سے کہ تمہارے بیٹوں کے بیٹے ہوں اور اس سے احتراز ہے ان لوگوں سے جنکو متبنی کر لیتے تھے کیونکہ وہ
منہ بولے بیٹے ہیں درحقیقت بیٹے نہیں ہیں اور اللہ تعالی نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ۔ یعنے ان کو انکے باپوں کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ۔ یعنی تمہارے منہ بولے
ہوؤں کو تمہارے بیٹے نہیں کر دیا۔ پس انکی جوروؤں سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کر دیں یا مر جاویں تو تم کو نکاح کرنا حلال ہے اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوئے
اور زیدؓ کے نکاح مین زینبؓ تھین زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عز وجل نے
حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا ۔ وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائہم
الآیۃ ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہین کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا
وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ ۔ بالجملہ اسمین خلاف نہین کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے
نکاح حرام نہین ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھین بیٹون کی جوروین حرام ہوئین جو اپنی پشت سے ہین تو رضاعی بیٹے کی جورو کہان سے
حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے
کسی دلیل کی ضرورت نہین اور بحدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے ۔ اور اسمین اختلاف ہے کہ وطی زنا مقتضی
تحریم ہے یا نہین و تحریر دلائل عہ اسمین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقتضی تحریم ہے اور یہی قول عمران
بن حصین رضی اللہ عنہ وشعبی وعطاء وحسن بصری وثوریؒ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد واسحق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لواطت
موجب تحریم ہے یا نہین تو امام ثوریؒ سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی مان حرام ہو گئی اور یہی قول امام احمد کا
ہے اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم ۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ ۔ من نسب او رضاع ویلحق بالسنۃ جمع
بینہا وبین عمتہا او خالتہا ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکہما معا ویطأ واحدۃ ۔ یعنی اور حرام ہے تمپر یہ کہ جمع کرو دو بہنون کو
مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنین ہون یا رضاعی ہون ۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و
اسکی خالہ کو ۔ ہان انہین سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہے کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مر جاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے
اور یہ روا ہے کہ ایسی دو باندیان ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یا کسی اور سبب سے اپنی ملک مین جمع کرے جو دونون بہنین ہون یا ایک باندی و اسکی
پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک مین جمع کرنا منع نہین مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنون سے ایک ساتھ ایک عقد مین یا
دو عقد مین نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش
کرو اور حرمت عام ہے کہ دو بہنین ایک مان و باپ سے ہون یا فقط باپ کی طرف سے ہون یا فقط مان کی طرف سے ہون جمع کرنا حرام ہے اور اسپر
امت کا اجماع ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ دو بہنون کا اپنی ملک مین جمع کرنا روا ہے پھر اسمین اختلاف ہے کہ ملک مین دو بہنون کو جمع کرکے دونون
سے وطی روا ہے یا نہین تو جمہور علما کے نزدیک نہین روا ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے
اور اسکے تحت مین دو بہنین ہون تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دیلمیؓ سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین دو عورتین
دونون بہنین تھین تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونون مین سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین مین دو بہنون کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونون سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی جان رو
اماموں و جمہور علما سلف و خلف سے مروی مشہور ہے ہان بعض سلف نے اسمین توقف کیا ہے پھر ابن کثیرؒ نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ
ابن عبد البر سے نقل کیا کہ جن لوگون سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہاے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے التفات نہین کیا
سواے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہین مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کرکے چھوڑتے ہین اور فقہا کی جماعت نے

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہی کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہی جیسے نکاح
مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالےٰ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح و ملک یمین
ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہی ایسا ہی واجب ہی کہ نظر و قیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جورو کی مائون اور ربائب مین ہووے
اور یہی ان جمہور فقہار کے نزدیک ثابت ہی اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہو کر نکل جانے والے پر حجت ہین ۔ پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے
ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا ۔ ایک
ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کر سکتا تاوقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کر دے یا کسی سے نکاح کر دینے سے اپنی ملک سے خارج نکردے
اور خالی زبان سے عزم کر لینا کہ اول سے وطی نہ کریگا جیسا کہ قتادہ کا قول ہی کافی نہین ۔ اور یہی امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب کا و اوزاعی و شافعی
و احمد و اسحٰق کا قول ہی اور یہی حضرت علی و ابن عمر و حسن بصری سے مروی ہی ۔ اور واضح ہو کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ علمانے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی
زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کر سکتا ہی تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کر سکتا ہی اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت
نہین کر سکتا تو اختلاف ہی پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کر سکتا
اور یہی قول امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہی اور یہی مجاہد و عطا و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابت سے مروی ہی
اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہی اور یہی شافعی کا مذہب ہی ۔ پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین کہتے تھے
بہنون کو جمع کرتے تھے اور اسپر اللہ تعالےٰ نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہی اور نیز احتمال تھا کہ دو
بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہوا اور دونون حاملہ ہین تو جس کو مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوتے تو
رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ ۔ اِلَّا ۔ لکن ۔ مَا قَدْ سَلَفَ ۔ فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض ما ذکر فلا جناح علیکم فیہ یعنی الا بمعنی
منقطع یعنے لکن ہی اور معنے یہ ہین و لیکن جو ہو چکا ۔ یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اس
اسکا تمپر گناہ نہین ہی ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا ۔ لما سلف منکم قبل النہی ۔ اللہ تعالےٰ بخشنے والا ہی ۔ یعنے ایسے امر کا جو تم سے
ہو گذرا ممانعت سے پہلے ۔ رَّحِیْمًا ۔ بکم فی ذلک ۔ رحمت کرنے والا ہی تمپر اس معاملہ مین ۔ یعنے مخض رحمت ہی کہ تمکو ماخوذ نہین کیا
اور اسمین اشعار ہی کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہی اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہی کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو
ہو گئے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جائیگا ۔ اور یہ مضمون صحیح مسلم کی
حدیث سے ماخوذ ہی ۔ اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ اسمین کیا بھید ہی کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہی اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر
زمانہ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین غور و تکلف کثیر نہین ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہی
مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا بقدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم
و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہی پھر جب حقتعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ سے موافق طالب
حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہی کیونکہ وہ صفت قدیم الٰہی قائم ہی اور بشر اسکے کنہ ادراک سے عاجز ہی پس متحقق ہوا کہ
زمانہ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جاوے کہ حدیث سے معروف ہی کہ لوگ اسلامی
فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے ماں باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت و جبلت مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت ۔

تم کہتے ہو سو جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہے اور اب اس دائرۂ امتحان میں فطرت انسانی ہے پس حدیث مبارک کے یہ معنی ہیں کہ جو بشر مولود ہوتا ہے اسکا صفحۂ دل ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتی کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اسپر کسی نام کی مہر نہ ہوگی بلکہ وہ سادہ کے مانند صاف ہوگا جسپر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن لوگوں پر اعتماد کرتا ہے اسکے والدین و قوم ہیں پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتی کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو متغیر نہیں کر سکتا ہے مثلاً موت کے بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی وہ منکر نکیر سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالی وحدہ لا شریک ہے اور محمد رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحۂ دل پر نقش تھی وہ غرغرۂ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ بندۂ مومن بھی قبر میں منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ نہ ہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی بتلاویگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل میں شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ میں ان شبہات سے بیزار ہوں اور میں یہی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی وحدہ لا شریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کچھ لائے برحق ہے تو شبہہ کچھ مضر نہ ہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر یہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافروں کو کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل میں اسکو نہیں جماتا ہے تو وہ کافر ہی مرتا ہے جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہیں مگر سلطنت کے لالچ میں ایمان نہ لایا اور جیسے علمائے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے یہی معنے ہیں کہ انکے دل میں ضرور یہ جمع ہوا مگر انھوں نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل میں جگہ نہ دی بلکہ رد کر دیا تو کافر مرے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگوں پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی معبود نہیں یا میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہ ہوا اور بہ کثرت بالکل ہی ایسے گزرے کہ انکو امتیاز نہ ہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی بغیر ازینکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول رہا پس اللہ تعالی نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت میں اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو لاعلمی جہل و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھید ہے کہ زمانۂ اسلام میں جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہیں بدلا پس قبول نہیں اور اول و آخر سب میں ماخوذ ہوگا کیونکہ اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہیں کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اوّل مترجمۂ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی ۳۵ؐ
کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین۔ ۴۰ ر
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و بیست مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔ ۲ ر
شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔ ۱۲ ر
تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱ ر
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱۱ ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲ ر
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ ۸ ر
رسالۂ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔ ۱ ر

فقہ فارسی

تاج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ ۸ ر
تنبیان۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین ۱ ر
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۲ پائی
ہدایہ کامل۔ بتحشیہ مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی ۱۲ؐ
جلدین اولین تا کتاب الطہارۃ ہے۔ کاغذ رسمی
جلدین آخرین۔ ۷ ر

مائۃ مسائل یعنے صد مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۶ ر
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ ۱۲ ر
مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان۔ ۸ ر
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ۱۲ ر
قدوری۔ مترجمۂ مولانا ابو القاسم۔ ۸ ر
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔ ۱۲ ر
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۲ ر
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۲ ر
شرح مختصر وقایہ کو رمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ۱۲ ر
رسالۂ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۶ پائی
رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان ۶ پائی

فقہ عربی

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ ۳ ر
فتح القدیر۔ حاشیہ المتن بقلم جلی ہدایہ و بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چہار مجلد ضخیم۔ ۲۲ؐ
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بتحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔
۱۔ جلدین اولین عبادات۔ ۱۲ ر
۲۔ جلدین آخرین معاملات۔ ۸ ر
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔ ۸ ر
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیۂ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح ۶ ر
شرح وقایہ خُرد۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۱ ر
اشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ۳ ر
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا بتحشی جدید۔ ۱۲ ر
کنز الدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب ۱۲ ر
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ ۲ ر
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین۔ ۱۲ ر
(۱) جلدین اولین عبادات میں۔ ۶ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات میں۔ ۶ ر
مختصر وقایہ۔ مترجم فارسی۔ ۱۲ ر
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔ ۱ ر

اخلاق وتصوف اُردو

باب دانش مؤلفۂ مولوی محمد کریم بخش ۔ ۲۔۰ر

اوقات عزیزی ۔ از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمۂ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد مین

مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی ۔ ۱۲ر

بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس مین ۔ ۲۔۰ر

جامع طیبی ۔ حال آنحضرت آپکی ابتدائے

عمر سے وصال تک درج کیا گیا ہے ۔ ۱۲ر

کیمیاے حکمت حصۂ اوّل بیان شرائف

علم و ادب ۔ ۲۔۰ر

پیراہن یوسفی ۔ اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم

نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب

مع فوائد تصوف کامل دو جلد مین (زیر طبع)

شجرۂ معرفت محشی منتخبات مثنوی مولانا روم

مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب ۔ ۱۲ر

مذاق العارفین ۔ ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)

تہذیب جسمانی مؤلفۂ حکیم احسان علی ۔ ۳ر

ترجمہ غنیۃ الطالبین حضرت غوث اعظم شیخ

عبد القادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس

کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم ہین ایک مین

اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت

سلیس مقبول عام ہے ۔ ۸ر

جامع الاخلاق ۔ یعنے اخلاق جلالی کا

اردو ترجمہ ۔ ۷ر

آبحیات یعنی انسان کن باتون پر عمل

ہوکر حیات ابدی حاصل کرسکتا ہے ۔ ۳۔۰ر

محبوب الاخلاق ۔ ترجمہ اخلاق محسنی فارسی

مترجمۂ راجہ راجیشور راؤ ۔ ۹ر

ببایدشنید اخلاق کہانیان بیش بہا نکات ۔ ۷ر

پندنامہ وحید ۔ ہر بارہ مین بیش بہا نصائح ۔ ۶ر

پندنامہ حبیبی قابل عمل نصائح ۔ ۱ر

اظہار الحقیقت ۔ بزرگون پر طعن و تشنیع کے

برے نتائج ۔ ۴ر

رسالۂ کسب الانبیا جس مین بتایا گیا ہے

کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی بُری ہے ۔ ۶ پائی

گلدستۂ جنان گلستان شیخ سعدی کی مشکل

اور لاجواب شرح ہے ۔ ۱۲ر

حدیقۃ الاخلاق ۔ یہ کتاب بہت سے ایسے

سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے

ہر شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر

عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ

بن سکتی ہے ۔ از منشی پیارے لال شاکر

میرٹھی ۔ ۱۰ر

کتب اخلاقی فارسی

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گِندہ محررۂ منشی

شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۔ ۱۲ر

تضمین گلستان سعدی ۔ منشی ہرگوپال

تفتہ سکندر آبادی شاگرد مرزا غالب ۔ ۷ر

بہارستان جامی ۔ اخلاق و نصائح میں نہایت

بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے ۔ ۵ر

خارستان حکایات پند و نصائح بطرز